والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه

سلسلۂ دار المصنّفین

نمبر ۴۴

سیر الصحابہ رض

حصۂ ہفتم

جس مین ایسے یکسو پچاس صحابۂ کے حالات ہین جنھون نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا یا اس سے پہلے مشرف باسلام ہوئے لیکن ہجرت نہ کر سکے یا عہد رسالت مین صغیر السن تھے،

مرتبۂ
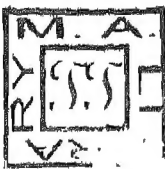
مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی رفیق دار المصنّفین

باہتمام

مولوی مسعود علی صاحب ندوی،

در مطبع معارف اعظم گڑھ مطبوع گردید

۱۹۳۳ء

سلسلۂ سیر الصحابہ

رسول اللہ صلعم کے بعد مسلمانون کے لیے صرف صحابہ کرام کی ذات اسوۂ عمل ہو، اسلئے اُن کے حالات سوانح، اخلاق و عادات اور اُن کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کے واقعات زیادہ تنقید کے محتاج تھے، سیر الصحابہ کا سلسلہ اسی اصول کو پیش نظر رکھکر قرآن و حدیث اور رجال و تاریخ کی مستند کتابون سے مرتب کیا گیا ہے، اس سلسلہ کے ابتک چھ حصے شائع ہو چکے ہین، اسوۂ صحابہ، اسوۂ صحابیات، خلفائے راشدین، سیر المہاجرین، سیر الانصار اور سیر الصحابیات،

اس سلسلہ مین اسوۂ صحابہ خصوصیت کیساتھ نہایت اہم ہے جسکی نظیر عربی اور فارسی زبانون مین نہین ملسکتی اسکے پہلے حصہ مین صحابہ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت وغیرہ کے متعلق نہایت مؤثر واقعات حدیث و رجال کی کتابون سے اخذ کرکے جمع کئے گئے ہین اور دوسرے حصہ مین صحابہ کرام کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کی تفصیل ہے، صحابیات کے متعلق اس قسم کے جو واقعات تھے انھین اسوۂ صحابیات کے نام سے علٰحدہ ایک رسالہ مین جمع کردیا گیا ہی،

بقیہ حصون یعنی خلفائے راشدین، سیر المہاجرین اور سیر الانصار اور سیر الصحابیات مین خلفائے راشدین، مہاجر و انصار صحابہؓ اور صحابیات کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے مذہبی، علمی اور سیاسی مجاہدات اور کارنامون کے نہایت مستند اور تفصیلی حالات درج ہین، سیر المہاجرین اور سیر الانصار کے شروع مین مبسوط مقدمے ہین جنمین صحابہ کی ان دونون قسمون کے نسبی، خاندانی، تمدنی حالات اور زمانۂ قدیم سے لیکر فتح مکہ تک ان کی اجمالی تاریخ ہی،

فہرست اسمائے سیر الصحابہ رض جلد ہفتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسنِ خاتمہ

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج سے پندرہ سولہ سال پیشتر سیر الصحابہؓ کے نام سے جس وسیع سلسلہ کا آغاز کیا گیا تھا، اس جلد پر آج بحمد اللہ اس کا خاتمہ ہوتا ہے، اس سلسلہ میں حسب ذیل کتابیں بہ ترتیب ذیل داخل ہیں،

۱ سیر الصحابہؓ جلد اوّل بنام خلفائے راشدینؓ مصنفہ مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی،

۲ سیر الصحابہؓ جلد دوم بنام مہاجرینؓ جلد اوّل مصنفہ مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی،

۳ سیر الصحابہؓ جلد سوم بنام مہاجرینؓ جلد دوم مصنفہ مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،

۴ سیر الصحابہؓ جلد چہارم بنام انصارؓ جلد اول مصنفہ مولوی سعید صاحب انصاری،

۵ سیر الصحابہؓ جلد پنجم بنام انصارؓ جلد ثانی مصنفہ مولوی سعید صاحب انصاری۔

۶ سیر الصحابہؓ جلد ششم (مشتمل بر احوال اکابر غیر مہاجرؓ و انصارؓ صحابہ) مصنفہ مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،

۷ سیر الصحابہؓ جلد ہفتم (مشتمل بر اصاغر صحابہؓ) مصنفہ مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،

۸ سیر الصحابہؓ جلد ہشتم بنام سیر الصحابیاتؓ (خواتین صحابہ) مصنفہ مولوی سعید صاحب انصاری،

۹ سیر الصحابہؓ جلد نہم بنام اسوۂ صحابہؓ جلد اوّل (حصۂ اول [illegible]) مصنفہ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی،

۱۰ سیر الصحابہؓ جلد دہم بنام اسوۂ صحابہ جلد دوم (صحابہؓ کے اخلاق کی تصویر) مصنفہ مولانا عبد السلام صاحب ندوی

اس سلسلہ کی تدوین بھی درحقیقت علامہ شبلی مرحوم اور مخدومۂ علیا ہر ہائنس نواب سلطان جہان بیگم مرحومہ سابق فرمانروائے بھوپال کے حکم معنوی کی تعمیل کے طور پر ہوئی ہے، دعا ہے کہ اس حسن عمل سے مرحومین کو اپنے حسن نیت کا ثواب ملے، وللہ الحمد اولاً و آخراً،

سید سلیمان ندوی

ناظم دار المصنفین،

۲۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

دارالمصنفین سالہا سال سے جس مقدس چمن کی آبیاری میں مصروف تھا، آج اسکا آخری گلدستہ ہدیۂ ناظرین ہے، یعنی سیر الصحابہ کا جو عظیم الشان سلسلہ برسون سے چل رہا تھا، وہ بحمداللہ اس جلد پر تمام ہوگیا، اس سلسلہ کے سات حصے پہلے شائع ہوچکے ہین، ایک خلفائے راشدین کے حالات مین، دو مہاجرین کے دو انصار کے، ایک صحابیات رض کے، اور ایک اُن صحابہ رض کے حالات مین جو فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے یا اس سے پہلے ہوچکے تھے لیکن شرف ہجرت سے محروم رہے، یا ہجرت کے کچھ قبل یا بعد پیدا ہوئے اور عہدِ رسالت مین صغیر السن تھے، یہ آخری جلد بھی ایسے ہی صحابہ رض سے متعلق ہے،

اس طبقہ کے صحابہ کے حالات حدیث کیا عموماً طبقات کی کتابون مین بھی محض برائے نام ملتے ہین جنمین نام و نسب اور ذکرِ صحابیت کے علاوہ انکی زندگی کے اور پہلوؤن پر بہت کم روشنی پڑتی ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ صحابہ ایسے وقت کے مسلمان یا پیدا شدہ ہین جبکہ عہدِ رسالت اور تبلیغ اسلام کا نازک اور ابتدائی دور جو آزمایش و امتحان کا حقیقی دور تھا، گذر چکا تھا، اسلئے انہین صحابہ رض کی صفِ اول مین جگہ نہ مل سکی، اسکے علاوہ تاخیرِ اسلام اور صغر سنی کیوجہ سے انھین فیضانِ نبوت سے استفادہ کا بھی پورا موقع نہ مل سکا، اسی لئے اُن مین وہ روح پیدا نہ ہوسکی جو مہاجرین و انصار کا خاص طغرائے امتیاز ہے کہ آغازِ بارانِ رحمت اور اختتام کی اُگی ہوئی فصل کی روئیدگی نشوونما، تروتازگی اور پیداوار مین زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے،

یون تو حجۃ الوداع مین چالیس ہزار مسلمان آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اسلئے وہ سب صحابی کہے جاسکتے ہین لیکن ان مین بہت کم ایسے ہین جو حقیقۃً صحابی کہلانے کے مستحق ہین، کیونکہ ان مین بڑی تعداد اُن مسلمانون کی تھی جنھین حجۃ الوداع کے علاوہ اور کبھی جمالِ نبوت کے مشاہدہ کا بھی موقع نہین ملا، ایک معتدبہ جماعت ایسی تھی جسے صرف چند ساعتین یا زیادہ سے زیادہ چند روز شرفِ صحبت میسر آسکا، اور ان مین ایسے خوش قسمت تو بہت کم تھے جو پورے طور سے سرچشمۂ نبوت سے سیراب ہوئے ہون، اسی لیے یہ لوگ رتبہ مین سابقون الاولون کے برابر نہین ہین،

باانہمہ اس طبقہ مین بھی کچھ خوش قسمت نفوس ایسے تھے جنھین چند مہینون سے لیکر دو ڈھائی سال تک فیضِ صحبت میسر آیا، اور اس کیمیائے سعادت نے انھین اکسیر بنا دیا بعضون کو محض چند ہی دن میسر آسکے لیکن ذاتی صلاحیت اور پرتوِ نبوت نے اسی قلیل مدت مین انھین جلا دیکر چمکا دیا، کہ ارضِ صالح مین ابرِ رحمت کے ایک ہی چھینٹے سے سبزہ لہلہا اٹھتا ہے، آخرِ بہار کے کھلے ہوئے پھول بھی رنگ و بو مین پھول ہی ہوتے ہین، اسلیے اس طبقہ کے صحابہؓ کی کتابِ زندگی کے اوراق بھی مسلمانون کیلئے درسِ عمل سے خالی نہین ہین، چنانچہ اس جلد مین اس طبقہ کے ایسے ایکسو پچاس ۱۵۰ صحابۂ کرام کے حالات قلمبند کئے گئے ہین، جنکی زندگی مین مسلمانون کے لیے کوئی نہ کوئی اسوۂ عمل موجود ہے، نیز اسلئے بھی اُنکے حالات کا لکھنا ضروری معلوم ہوا تاکہ سلسلۂ سیر الصحابہؓ مین اخلاقی درس کیساتھ عصرِ صحابہ کی پوری تاریخ بھی مسلمانون کے سامنے آجائے، لیکن جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے، اس طبقہ کے صحابہ کے حالات بہت کم ملتے ہین، اسلئے چند کے سوا باقی اکثرون کے حالات دو چار صفحون سے زیادہ نہین ہین، لیکن نکہت بیزی کے لیے مشکِ خالص کا ایک ذرہ بھی کافی ہوتا ہے، اور متلاشیانِ راہِ حقیقت کیلئے تارون کی روشنی بھی شمعِ ہدایت کا کام دیتی ہے کہ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم ؀

شاہ معین الدین احمد ندوی
دار المصنفین، اعظم گڑھ

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱حضرت ابن ابی اوفیٰؓ

نام و نسب علقمہ اور عبداللہ نام، ابو معاویہ کنیت، ابن ابی اوفیٰ کے نام سے مشہور ہین، نسب نامہ یہ ہے علقمہ بن خالد بن حارث بن ابی اسید بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم بن افصیٰ،

اسلام و غزوات صلح حدیبیہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے، حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، بیعت رضوان مین شرف جان نثاری حاصل کیا[1]، حدیبیہ کے بعد غزوۂ خیبر ہوا، اسمین پہلے پہل میدان جنگ مین اترے[2]، پھر حنین مین داد شجاعت دی، اس معرکہ مین ہاتھون مین کاری زخم لگا جس کا نشان مدتون باقی رہا[3]، حنین کے بعد فتح مکہ مین شریک ہوئے،[4]

غرض شروع سے آخر تک بیشتر معرکون مین مجاہدانہ شریک ہوئے، گو اس کی تفصیلات نہین ملتین، تاہم اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ اسلام کی مدافعت مین سات لڑائیون مین اون کی تلوار بے نیام ہوئی[5] اور اس ایثار اور جہاد نفس کے ساتھ کہ بعض لڑائیون مین سد رمق کے لئے صرف ٹڈی کھا کر بسر کرنا پڑا،[6]

کوفہ مین قیام عہد نبوی سے حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ تک مدینۃ الرسول مین رہے، جب کوفہ آباد ہوا، تو اسلامی نوآبادی کے قیام کے سلسلہ مین، یہان منتقل ہو گئے، اور اپنے قبیلہ اسلم کے محلہ مین گھر بنا لیا[7]

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۴، [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۶، [3] بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین الخ، [4] بخاری کتاب الصوم باب متی یحل فطر الصائم، [5] مسند ابن حنبل ج ۴، ص ۳۵۴، [6] ایضاً و مسند دارمی، کتاب الصید، باب اکل الجراد، [7] مستدرک حاکم ج ۳، ص ۵۷۰،

خارجیون کی سرکوبی، خلافتِ صدیقی سے لیکر خلافت مرتضوی تک گوشہ گیر رہے، اس زمانہ مین کہین ان کا پتہ نہین چلتا حضرتِ علیؓ کے دورِ خلافت مین جب خارجیون نے سر اُٹھایا، تو آنحضرت صلعم کے فرمان کے مطابق اون کے مقابلہ کو نکلے[1]، اور اپنے ساتھ اور مسلمانون کو بھی ان کے استیصال پر آمادہ کیا، اور انکو لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلعم نے ایک جنگ کے موقع پر فرمایا تھا کہ لوگو! دشمن سے مقابلہ کی آرزو نہ کیا کرو، اور خدا سے امن وعافیت کی دعا کیا کرو، لیکن جب مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور یقین رکھو کہ تلوارون کے سایہ کے نیچے جنت ہے[2]"

وفات حضرت ابن ابی اوفیٰؓ نے کافی عمر پائی، بنی امیہ کے دور تک زندہ رہے، آخر عمر مین آنکھون سے معذور ہو گئے تھے، اسی حالت مین ۸۶ھ اور ۸۸ھ کے درمیان وفات پائی، یہ اصحاب نبوی مین آخری بزرگ تھے جنھون نے کوفہ مین انتقال کیا[3]،

فضل وکمال، چونکہ اسلام کے بعد قیام مدینہ ہی مین رہا، اور غزوات مین برابر آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرتے رہے، اس لئے اکثر احادیث نبوی سننے کا اتفاق ہوتا تھا، چنانچہ اون کی ۹۵ مرویات حدیث کی کتابون مین موجود ہین، جن مین سے دس متفق علیہ ہین، اور ۵ مین امام بخاری اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین، رواۃ مین عمر بن مرہ، طلحہ بن مطرف، عدی بن ثابت اور اعمش وغیرہ قابلِ ذکر ہین[4]،

ان کا علمی پایہ اون کے معاصرین مین مسلّم تھا، چنانچہ مختلف فیہ مسائل مین لوگ اون کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک مرتبہ عبد اللہ بن ابی شداد اور ابو بردہ مین بیع سلم کے بارے مین اختلاف ہوا تو دونون نے فیصلہ کے لئے ان کے پاس آدمی بھیجا، انھون نے صورت مسئولہ پر مفصل روشنی ڈالکر

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۸۲، [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب کراہیۃ التمنی لقاء العدو، وبخاری کتاب الجہاد باب لاتمنوا لقاء العدو، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۰ و ۵۷۱،
[4] تہذیب الکمال ص ۱۹۱،

ان کی تشفی کردیتی، اسی طریقہ سے ایک مرتبہ بعض لوگون کو خیبر کی پیداوار کا مصرف معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین وہ کن مصارف مین صرف ہوتی تھی، تو ان کی طرف رجوع کیا، انھون نے بتایا کہ اس کی کوئی خاص تقسیم نہ تھی، بلکہ ہر شخص بقدر ضرورت اس مین سے لے لیتا تھا[1]

صدقات وخیرات، ابن ابی اوفیٰ کے گھر مین نہایت فراخدلی کے ساتھ صدقہ وخیرات ہوتی تھی اور اس کے بدلہ مین وہ آنحضرت صلعم کی دعائین لیتے تھے، ایک مرتبہ ان کے والد کچھ صدقہ لیکر خدمتِ نبوی مین حاضر ہوئے، آپ نے دعا فرمائی کہ خدایا آلِ ابی اوفیٰ پر رحمت فرما[2]

پاسِ فرمانِ رسول، نازک سے نازک مواقع پر بھی جب کہ انسان بے قابو ہو جاتا ہے ابن ابی اوفیٰ فرمانِ رسول سے سرِمو تجاوز نہ کرتے تھے، ان کی ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا، عورتون نے رونا پیٹنا شروع کیا، ابن ابی اوفیٰ نے کہا مین نہ کرو رسول اللہ صلعم نے بین سے منع فرمایا ہے، البتہ محض آنسو بہا سکتی ہو، اس کے بعد مسنون طریقہ سے نماز جنازہ پڑھا کر فرمایا، جنازہ مین رسول اللہ صلعم ایسا ہی کرتے تھے[4]

۲-حضرت اسماء بن حارثہ اسلمیؓ

نام ونسب، اسماء نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، اسماء بن حارثہ بن عبد اللہ بن غیاث بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی اسلمی،

اسلام، فتح مکہ سے پہلے کسی وقت مشرف باسلام ہوئے، ان کا قبیلہ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر رہتا تھا لیکن یہ خود مدینہ مین رہتے تھے، یہ ان تنگ حال اور صاحبِ احتیاج صحابہ مین تھے، جن کا سہارا رحمۃ للعالمین کے سوا کوئی نہ تھا، چنانچہ آپ نے انھین اصحابِ صفہ کے زمرہ مین داخل فرما کر ان کے معاش کا انتظام فرما دیا تھا[6]

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۴، [2] ایضاً صفحہ ۳۵۵، [3] ایضاً، [4] ایضاً ص ۳۵۶، [5] ایضاً، [6] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵

اس تقریب سے یہ شب و روز آستانِ نبویؐ پر پڑے رہتے تھے، رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری ان کا مشغلۂ حیات تھا، حضرت ابوہریرہؓ جو کاشانۂ نبویؐ کے بہت بڑے حاضر باش تھے، فرماتے تھے کہ ہند اور اسماء حارثہ کے لڑکے رسول اللہ صلعم کے خادم تھے، ہر وقت آپ کے آستانہ پر حاضر رہتے تھے، اور آپ کی خدمت گذاری مین زندگی بسر کرتے تھے[1]

ان کے قبیلہ بنی اسلم مین انھین کے ذریعہ سے مذہبی احکام بھیجے جاتے تھے، چنانچہ عاشورہ کے روزہ کا حکم بھی یہی لے کر گئے تھے[2]

وفات امیر معاویہ کے عہد مین بصرہ مین وفات پائی[3]

۳۔ حضرت اسیرؓ

ان کے نام و نسب کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین، صرف اس قدر معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم کے صحابی تھے، تاہم ان کی زندگی گمنامی کے باوجود مسلمانون کیلئے سبق سے خالی نہین ہے، امتِ اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کو سب سے زیادہ قیمتی سمجھتے تھے، اور ان کے اختلاف اور تفرقے سے بچنے کے لئے بعض قابلِ اعتراض باتین بھی انگیز کر لیتے تھے، یزید کے زمانہ مین زندہ تھے، اور امت کے اتحاد و اتفاق کے خاطر یزید کی نااہلیت کو مانتے ہوئے اس کی بیعت مین مضائقہ نہ سمجھتے تھے، اسی زمانہ مین کچھ لوگ اون کے پاس آئے اُنھون نے ان سے کہا، لوگ کہتے ہین کہ یزید اس امت کا بہتر شخص نہین ہے، عقل و فراست سے بھی عاری ہے، شرافت کے لحاظ سے بھی وہ کوئی ممتاز حیثیت نہین رکھتا، مین بھی ان تمام باتون کو مانتا ہون، لیکن مجھکو رسول اللہ صلعم کی امت کے تشتت و افتراق کے مقابلہ مین ان کا اتحاد و اتفاق زیادہ عزیز ہے، پھر کہا، اگر تمام امتِ محمدی ایک

---

[1] اصابہ ج اول ص ۱۳۰، [2] ابن سعد ج ۴ ص ۱۵۰، [3] ایضاً،

دروازہ مین داخل ہو جائے، تو کیا اس مین ایک شخص کی گنجایش نہین نہ رہے گی، لوگون نے کہا کیون نہین، پھر پوچھا اگر امت مسلمہ کا ہر شخص یہ عہد کر کے کہ مین اپنے بھائی کا خون نہ بہاؤن گا، اور اس کے مال پر دست درازی نہ کرون گا، تو کیا وہ اس مین حق بجانب نہ ہوگا، لوگون نے جواب دیا ضرور ہوگا، فرمایا مین یہی تو کہتا ہون،

پھر آنحضرت صلعم کا یہ فرمان سنایا کہ حیا ہر حالت مین بہتر ہے، اسپر ایک شخص بولا مین نے لقمان کے قصص مین دیکھا ہے کہ بعض حیا کمزوری ہوتی ہے، اور بعض وقار، قول رسول کے مقابلہ مین لقمان کے قصص سے اعتراض سنکر سخت برہم ہوئے، فرط غضب مین ہاتھ تھر تھرانے لگا، اور اس شخص سے کہا تم میرے گھر سے نکل جاؤ، تم کو یہان کس نے بلایا تھا، یہ رنگ دیکھ کر ایک شخص نے کسی نہ کسی طرح ان کا غصہ فرو کیا[1]،

۴ حضرت اسودؓ بن سریع

نام و نسب اسود نام، ابو عبد اللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، اسود بن سریع بن حمیر بن عبادہ بن نزال بن مرہ بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی،

اسلام اور غزوات فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، قبول اسلام کے بعد متعدد غزوات مین آنحضرت صلعم کا شرف ہمرکابی حاصل کیا، حنین مین بھی ساتھ تھے، ان کا خود بیان ہو کہ مین چار غزوون مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا، کسی غزوہ مین بعض لوگون نے بچون کو قتل کر ڈالا، آنحضرت صلعم کو اس کی خبر ہوئی، تو آپ نے فرمایا لوگون کو کیا ہو گیا ہے، جو لڑائی مین بے گناہ بچون اور جنگجوون مین امتیاز نہین کرتے، کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا بچہ مشرک نہین ہے، فرمایا

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۴۰،

اس طرح تو تمھارے بہترین لوگ بھی مشرک بچے ہیں، لڑکے دین فطرت پر پیدا ہوئے ہیں، اور اس وقت تک اس دین پر رہتے ہیں جب تک اون کی بولی نہیں پھوٹتی، اس کے بعد اون کے والدین انھیں یہودی یا نصرانی بناتے ہیں[۱]،

بصرہ کا قیام اور وفات | حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بال بچون کو لیکر بصرہ چلے گئے، اور وہین اقامت اختیار کرلی[۲]، جامع بصرہ کے قریب مکان تھا اور اس مین وہ فرائض قضا انجام دیتے تھے، یہین سنہ ۴۲ھ مین وفات پائی[۳]،

فضل وکمال، | فضل وکمال کے لئے یہ سند کافی ہے کہ جامع بصرہ مین قاضی تھے، آٹھ حدیثین بھی ان سے مروی ہین، شاعری مین نہایت ممتاز شخصیت رکھتے تھے[۴]،

کبھی کبھی دربار رسالت مین حمد ونعت کی نذر لاکر پیش کرتے تھے، ایک مرتبہ حمد ونعت کہہ کر لائے اور عرض کی، یارسول اللہ خدا کی حمد اور حضور کی مدح مین کچھ اشعار عرض کئے ہین، فرمایا میری مدح سنانے کی ضرورت نہیں، البتہ خدا کی حمد سناؤ، اجازت پاکر انھون نے حمد سنانی شروع کی، اس درمیان مین ایک کشیدہ قامت آدمی پہنچا، اسے دیکھکر آنحضرت صلعم نے انھین خاموش کردیا، اس کے واپس جانے کے بعد پھر سننے لگے، دوبارہ پھر وہ شخص آیا، پھر آپ نے اسود کو خاموش کردیا، اس کے واپس جانے کے بعد اسود نے پوچھا یارسول اللہ یہ کون شخص ہے، جس کے آنے پر آپ اشعار روک دیتے ہین اور چلے جانے کے بعد پھر سنتے ہین، فرمایا یہ عمر بن الخطابؓ ہین، ان کو باطل اشیاء سے کسی قسم کا لگاؤ نہین[۵]،

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۴، [۲] تہذیب التہذیب ج اول تذکرۂ اسودؓ،

[۳] اصابہ ج اول تذکرۂ اسودؓ، [۴] تہذیب الکمال ص ۳۲

[۵] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۵،

حضرت اقرع بن حابسؓ

نام ونسب | اقرع نام، فراس لقب، نسب نامہ یہ ہے، اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی، زمانۂ جاہلیت میں شرفائے بنی تمیم میں تھے، اسلام کے بعد بھی یہ اعزاز قائم رہا،

اسلام سے پہلے | اقرع باضابطہ اسلام قبول کرنے کے بہت پہلے سے اسلام سے متاثر تھے چنانچہ فتح مکہ حنین اور طائف میں کفر کی حالت میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے[1]،

مجلس مفاخرہ | فتح مکہ کے بعد جب رؤسائے تمیم مدینہ آئے تو اقرع بھی ساتھ تھے اور رؤسائے عرب کی طرح بنی تمیم کے عمائد میں بھی عالی نسبی کا بڑا غرور اور دولت کا بڑا نشہ تھا، فخر وتعلی کی مجلسیں ہوتی تھیں جنمیں رؤسا و عمائد اپنے فخریہ سناتے تھے، مدینہ آئے تو یہ تمام لوازم ساتھ تھے، کاشانۂ نبوی پر پہنچکر تمام ارکانِ وفد نے آواز دی محمدؐ باہر نکلو! آپ کو یہ طوفان بے تمیزی ناگوار ہوا تاہم حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لائے، رؤسائے تمیم نے کہا ہم لوگ فخاری کے لئے آئے ہیں، اجازت دو کہ ہمارے شعرا و بلغا، اپنی لسانی اور سحر بیانی کے جوہر دکھائیں، ابن ہشام کی روایت کے مطابق آپ نے اون کی درخواست قبول کرلی، لیکن صاحبِ اسد الغابہ کا بیان ہو کہ آپ نے اون کے جواب میں فرمایا کہ میں شعر بازی اور فخاری کے لئے نہیں مبعوث ہوا ہوں لیکن اگر تم اسی کے لئے آئے ہو تو ہم اس سے باہر بھی نہیں ہیں، بسم اللہ، اجازت ملنے کے بعد بنی تمیم میں سے عطارد بن حاجب کھڑے ہوئے، اور وہ تمہید فخر و مباہات کے ساتھ بنی تمیم کے تمول ثروت، اثر و اقتدار،

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۱۱۹،

عالی نسبی، شجاعت وبہادری اور مہمان نوازی کی جاہلانہ داستان سنائی، یہ اپنی تقریر ختم کر چکے تو
مسلمانوں کیجانب سے جواب کے لئے حضرت ثابت بن قیسؓ کھڑے ہوئے، لیکن یہ جواب کیا
تھا، تمول وثروت کی فخاری نہ تھی، عالی نسبی کا غرور نہ تھا، شجاعت اور بہادری کی داستان سرائی
نہ تھی، بلکہ آنحضرت صلعم کی بعثت، قرآن کا نزول، اسلام کی تبلیغ، انصار کی حمایت، اور اعلائے
کلمۃ اللہ کی تاریخ، اور اسلام کی دعوت تھی، ثابت کے بعد پھر بنی تمیم کے معزز رکن زبرقان بن بدر
اُٹھے، اور اسی جاہلیت کی غرور آمیز داستان کو اشعار میں دہرایا، اُن کے مقابلہ میں دربار رسالت
کے ملک الشعراء اور طوطیٔ اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ کو جواب کا حکم ہوا، اُنھوں نے جواب دیا،

اسلام

روساے بنی تمیم کی اس فخاری اور مسلمانوں کے اس تبلیغی جواب کا یہ اثر ہوا کہ بنی تمیم کے
معزز رکن اقرع بن حابسؓ نے اٹھ کر اپنے ارکان سے کہا، محمدؐ کے خطیب ہمارے خطیبوں اور اُن کے
شعراء ہمارے شعراء سے زیادہ بہتر ہیں، ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے زیادہ شیریں اور دلآویز
ہیں[1]، میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں، آپ خدا کے رسول ہیں، اس کے قبل
جو کچھ ہو چکا وہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا[2]، قبول اسلام کے بعد انھیں کسی غزوہ میں شرکت
کا موقعہ نہ ملا، تاہم آنحضرت صلعم نے انکو مال غنیمت کے موقعوں پر نظر انداز نہ فرمایا، حجۃ الوداع کے
قبل جو سریہ بھیجا تھا، اس کے مال غنیمت میں سے تھوڑا سا سونا انھیں بھی عطا فرمایا[3]،

عہد خلفاء

گو عہد نبوی میں اقرع غزوات میں نہ شریک ہو سکے لیکن خلفاء کے زمانہ میں اسکی پوری
تلافی کردی، چنانچہ عہد صدیقی میں یمامہ کی جنگ میں مشہور مجاہد حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ تھے،
پھر عراق کی فوج کشی میں ساتھ نکلے اور انبار کی فتوحات میں شریک ہوئے، دومۃ الجندل

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج۲ ذکر قدوم وفد تمیم ونزول سورۂ حجرات میں یہ واقعات نہایت مفصل ہیں، ہم نے صرف ان کا خلاصہ نقل کیا ہے، [2] اسد الغابہ ج اول ص ۱۲۰، [3] بخاری کتاب المغازی باب بعث علی بن ابی طالبؓ خالد بن ولید الی الیمن،

کے معرکہ مین شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ تھے[1] حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بعض معرکہ اقرع کی امارت مین سر ہوئے، چنانچہ عبداللہ بن عامرؓ نے انھین خراسان کے ایک حصہ پر مامور کیا تھا، جوزجان انھین کی قیادت مین فتح ہوا[2]،

شہادت، حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق اسی غزوہ مین شہید ہوئے[3]،

۷-حضرت امرؤالقیسؓ

نام ونسب، امرؤالقیس نام، باپ کا نام عابس تھا، نسب نامہ یہ ہے امرؤالقیس بن عابس بن منذر بن امرؤالقیس بن سمط بن عمرو بن معاویہ بن حارث الاکبر بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن حارث کندی،

اسلام، سنہ۹ھ مین کندہ (حضرموت) کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے اور آنحضرت صلعم کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد پھر وطن واپس چلے گئے،

فتنۂ ارتداد کے تدارک مین سعی بلیغ، حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب عرب کے قبائل مین ارتداد کی ہوا چلی، تو امرؤالقیس کا پورا قبیلہ مرتد ہو گیا، لیکن ان کے پائے ایمان مین لغزش نہ آئی، اور انھون نے اپنے قبیلہ کو دائرۂ اسلام مین لانے کی تمام امکانی کوششین صرف کر دین شاعری سے افہام وتفہیم سے، زجر وتوبیخ سے، غرض تمام امکانی ذرائع سے اپنے قبیلہ کو دوبارہ اسلام کیطرف مائل کرنا چاہا، کندہ کے رئیس اشعث بن قیس کندی بھی جو حضرت حسنؓ کے خسر تھے، مرتد ہو گئے تھے امرؤالقیس نے انھین بہت سمجھایا، کہ اس فتنہ سے خدا ابوبکرؓ کو کوئی نقصان نہین پہنچائیگا، مخالفون کو ناکامی ہوگی، اور ان کا سر قلم کر دیا جائیگا، اس لئے تم اپنے اوپر رحم کرو، اور اس فتنہ سے بچو،

[1] اصابہ ج اول صفحہ ۵۹ [2] فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۱۴، [3] اصابہ ج اول ص ۵۹،

اگر تم اس کار خیر کی طرف قدم بڑھاؤ گے، تو سب تمہاری پیروی کرین گے اور اگر پیچھے رہو گے تو ان مین اختلاف پیدا ہوگا، اشعث نے جواب دیا، عرب اپنے آبائی مذہب پر لوٹ رہا ہے، امرؤ القیس نے کہا خیر تم کو بہت جلد اس کا تجربہ ہو جائیگا، رسول اللہ کے عمال تم کو کبھی ارتداد کی حالت مین نہین چھوڑ سکتے[1]

تمام ارباب سیر لکھتے ہین، کان لہ عناء و لعب فی الردۃ یعنی فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے مین انھون نے بڑی ان تھک کوشش کی، ان کی مخلصانہ کوششین بار آور ہوئین اور کندہ کے بہت سے گھرانے ارتداد سے بچ گئے، اور انھون نے حضرت ابوبکرؓ کو ان اشعار مین اس کی اطلاع بھیجی،[2]

الا ابلغ ابا بکر رسولا　　　وبلغہا جمیع المسلمینا

فلیس مجاورًا بیتی بیوتا　　　بما قال النبی مکذبینا

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ، امرؤ القیس کا دل جوش ایمانی سے اس قدر معمور تھا کہ ارتداد کے سلسلہ مین انھون نے اپنے خاص اعزہ کی محبت بھی دل سے نکال دی تھی، اور اون کی تیغ ایمانی ہر مرتد کے مقابلہ مین خواہ اون کا عزیز قریب ہی کیون نہ تھا بے نیام ہوئی، فتنۂ ارتداد کے فرو ہونے کے بعد جب باغی مرتد قتل کرنے کے لئے مقتل مین لائے گئے تو ان مین امرؤ القیس کے چچا بھی تھے، امرؤ القیس خود انھین قتل کرنے کے لئے بڑھے، چچا بولے کیا تم چچا کو بھی قتل کرو گے؟ امرؤ القیسؓ نے کہا بیشک آپ میرے چچا ہین، لیکن اللہ عز وجل میرا رب ہے،[3]

دین کے لئے دنیا سے دست برداری، انسان کے لئے سب سے بڑی آزمائش مال و دولت ہے، امرؤ القیسؓ نے کبھی ان چیزون کی پرواہ نہ کی، اور آنحضرتؐ کے مقابلہ مین دنیا ہی مال و متاع کو ٹھکرا دیا، ایک مرتبہ ان مین اور ربیعہ بن عبدان حضرمی مین ایک زمین کے بارہ مین تنازعہ ہو گیا، آنحضرت صلعم کی خدمت مین مقدمہ پیش ہوا، ربیعہ مدعی تھے، آنحضرت صلعم نے فرمایا تم ثبوت پیش کرو، ورنہ

[1] ابن عساکر ج ۳ ص ۱۱۳ بحوالہ ابن سعد۔ [2] اصابہ ج اول ص ۱۴۲، [3] استیعاب ج اول ص ۹۴،

امرء القیس سے قسم لے کر اُن کے موافق فیصلہ کر دیا جائیگا، ربیعہ نے کہا اگر قسم کھائیں گے تو میری زمین مفت میں چلی جائیگی، آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص اس نیت سے قسم کھائیگا کہ اس سے مالی منفعت حاصل کرے، تو وہ خدا سے اس حالت میں ملے گا کہ خدا اوس سے ناراض ہوگا، امرء القیس رض نے عرض کی یا رسول اللہ جو شخص اپنا حق سمجھتے ہوئے اس سے دست بردار ہو جائے، اس کو کیا اجر ملے گا، فرمایا جنت، عرض کی تو میں اس زمین سے ان کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں[۱]،

۷۔ حضرت انیس رض بن ابی مرثد غنوی

نام و نسب۔ انیس نام ابو یزید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، انیس بن ابو مرثد (کناز) بن حصین بن یربوع ابن جھینیہ بن سعد بن طریف بن خرشہ بن عبید بن سعد بن عوف بن کعب بن حلان بن غنم ابن یحیٰی بن اعصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر مضری، ان کے والد حضرت ابو مرثد رض مہاجر تھے بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ انصار کے حلیف تھے، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کے دادا حضرت حمزہ رض کے حلیف تھے[۲]،

اسلام و غزوات۔ فتح مکہ کے پہلے مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ حنین اور اوطاس کے غزوں میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اوطاس میں جاسوسی کی خدمت سپرد تھی[۳]، کبھی کبھی آنحضرت صلعم اجرائے حدود کی خدمت پر مامور فرماتے، ایک مرتبہ ایک عورت زنا کے الزام میں ماخوذ ہوئی، آنحضرت صلعم نے انیس کو حکم دیا کہ جا کر اس سے دریافت کرو اگر اقرار کرے تو حد جاری کرو[۴]،

وفات۔ ربیع الاول سنہ ۲ھ میں وفات پائی[۵]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۱۵، [۲] اسد الغابہ ج اول تذکرہ انیس رض، [۳] استیعاب ج اول ص ۳۰، [۴] ایضاً

[۵] اسد الغابہ ج اول ص ۳۵،

۸۔ حضرت اہبان بن صیفیؓ

نام ونسب، | اہبان نام، ابو مسلم کنیت قبیلہ غفار سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، قیاس یہ ہے کہ اپنے قبیلہ بنی غفار کے ساتھ فتح مکہ سے کچھ قبل یا بعد مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

خانہ جنگی سے کنارہ کشی | عہد رسالت اور اس کے بعد کسی جنگ وغیرہ مین نظر آتے، بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان مستقل سکونت اختیار کر لی تھی خانہ جنگی کے زمانہ مین کوفہ و بصرہ شر وفتن کے مرکز تھے، مگر اہبان بالکل کنارہ کش رہے، حضرت علیؓ نے ان سے اپنی حمایت مین نکلنے کے لئے کہا لیکن انھون نے جواب دیا کہ میرے دوست اور تمھارے ابن عم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ "جب دو مسلم فریق مین جنگ ہو تو مین لکڑی کی تلوار بنا لون" حضرت علیؓ نے یہ جواب سنکر پھر کچھ نہین فرمایا[۱]

وفات، | بصرہ ہی مین وفات پائی[۲]

فضل وکمال | اُن کی علمی حیثیت قابل ذکر نہین ہوتا ہم اُن سے زہدم بن حارث وغیرہ نے روایت کی ہے[۳]

---

[۱] تاریخ صغیر امام بخاری ص ۴۶، [۲] اصابہ ج اول ص ۸۰،

[۳] تہذیب الکمال ص ۱۴،

۹ حضرت ایمن بن خریمؓ

نام و نسب: ایمن نام، باپ کا نام خریم تھا، نسب نامہ یہ ہے، ایمن بن خریم بن فاتک بن اخرم بن شداد بن عمرو بن فاتک بن قلیب بن عمرو بن اسد بن خزیمہ اسدی،

اسلام: ایمن کے والد حضرت خریمؓ بدری صحابی تھے، لیکن ایمن فتح مکہ کے زمانہ مین اسلام لائے اس وقت سبزہ آغاز تھا،[1]

ایمن عہد رسالت مین بہت کم سن تھے، اس لئے اس کے بعد مدتون زندہ رہے، عبد الملک کے زمانہ تک ان کا پتہ چلتا ہے، اس کے دربار مین آمد و رفت رہتی تھی، اس درمیان مین بڑے بڑے انقلابات ہوئے، مسلمانون کے خون کی ندیان بہ گئین لیکن ایمن کے ہاتھون سے کسی مسلمان کے خون کا ایک قطرہ نہین گرا، اور وہ ہر اس قسم کے موقعہ پر مسلمانون کو ملامت کرتے رہے، حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے تو ان الفاظ مین اپنے جذبات کا اظہار کیا،[2]

ان الذین تولوا قتلہ سفہاً لقوا اثاماً و خسراناً و ما رحبی

جو لوگ بیہودگی کیوجہ سے عثمانؓ کے قتل کے مرتکب ہوئے انھون نے گناہ اور خسران کے سوا کوئی فائدہ نہین اٹھایا۔

بنی امیہ کے ابتدائی دور مین بڑی بڑی خون ریزیان ہوئین، مروان سے ذاتی مراسم تھے، لیکن اس کی خواہش کے باوجود ایمن نے ان لڑائیون مین کوئی حصہ نہ لیا، جب مروان نے ضحاک بن قیس سے جنگ کی تو ایمن سے کہلا بھیجا کہ ہماری خواہش ہو کہ تم بھی ہمارے ساتھ شریک جنگ ہو، انھون نے جواب دیا کہ میرے باپ اور چچا بدری صحابی تھے، انھون نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ مین

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۱۶۰، [2] اصابہ ج اول ص ۹۴،

کسی ایسے شخص سے جو لاالہ الا اللہ کہتا ہو نہ لڑون، اگر تم آتش دوزخ سے برائت کی سند لادو تو
مین تمہارے ساتھ جنگ مین شریک ہون یہ جواب سنکر مروان نے ان سے کہا جاؤ اور انھین برا بھلا کہا،
اس کے جواب مین ایمن نے یہ اشعار پڑھے[1]

ولست مقاتلا رجلا یصلی　　　علی سلطان آخر من قریش

(دوسرے قریشی کے دبدبہ وحکومت کے لئے کسی نمازی مسلمان سے جنگ کرنے والا نہین ہون،

له سلطانه وعلی اثمی　　　معاذ الله من سفه وطیش

اسے تو دبدبہ وحکومت حاصل ہوگی اور مجھے گناہ ملے گا ایسی بے عقلی اور طیش سے خدا کی پناہ ہو،

اقتل مسلما فی غیر جرم　　　فلست بنافعی ما عشت عیشی

کیا مین کسی مسلمان کو بے خطا قتل کرون، اگر ایسا کرون تو میری زندگی مجھے کوئی نفع نہین پہنچا سکتی،

عام حالات، اموی خلفاء کے ساتھ اون کے بڑے مراسم تھے اور اُن کے دربار مین بہت کثرت سے
آیا جایا کرتے تھے اس رسم وراہ کی وجہ سے خلیل الخلفا کہلاتے تھے شاعر بھی تھے مگر وہی شاعری
جس کا نمونہ اوپر نقل ہوا[2] ان سے دو حدیثین مروی ہین[3]

۱۰ حضرت بدیل بن ورقاؓ

نام ونسب، بدیل نام، باپ کا نام ورقا تھا نسب نامہ یہ ہے، بدیل بن ورقا بن عمرو بن ربیعہ
بن عبد العزی بن ربیعہ بن جری بن عامر بن مازن خزاعی،

ان کا قبیلہ بنی خزاعہ صلح حدیبیہ کے زمانہ مین مسلمانون کا حلیف ہو گیا تھا سنہ ۶ھ مین
جب آنحضرت صلعم عمرہ کے قصد سے مکہ تشریف لے گئے تو حدیبیہ کے مقام پر قریش کی مزاحمت

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۱۴۰، [2] اصابہ ج اول ص ۹۴، [3] تہذیب الکمال ص ۴۲،

کے ارادہ کی خبر انھین نے دی تھی[1]،

جن اسباب کی بنا پر آنحضرت صلعم نے مکہ پر حملہ کیا اُن مین سے ایک سبب بدیل کے قبیلہ کی حمایت بھی تھا، بنو خزاعہ مسلمانون کے حلیف تھے اس لئے از روے معاہدۂ حدیبیہ قریش اور ان کے حلیف بنی خزاعہ پر کسی قسم کی زیادتی نہین کرسکتے تھے لیکن اس معاہدہ کے خلاف قریش کے حلیف بنی بکر بنی خزاعہ پر مظالم کرتے تھے، فتح مکہ کے قبل بدیلؓ آنحضرت صلعم کے پاس ان زیادتیون کی شکایت لے کر گئے، دوسری طرف سے قریش نے ابو سفیان کو آنحضرت صلعم کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ سے گفتگو کرکے معاہدہ کی تجدید کرائین اور بنی خزاعہ پر بنی بکر کی زیادتیون کا کوئی برا نتیجہ نہ نکلے، ادھر سے ابو سفیان جا رہے تھے اور اُدھر سے بدیل واپس ہو رہے تھے راستہ مین دونون مین ملاقات ہوئی ابو سفیان کو شبہہ ہوا کہ بدیلؓ رسول اللہ صلعم کے پاس شکایت لیکر گئے تھے، چنانچہ انھون نے تصدیق کے لئے بدیلؓ سے پوچھا، کہان سے آرہے ہو؟ بدیلؓ نے کہا اس وادی اور ساحل کی طرف سے بنی خزاعہ کی طرف گئے ہوئے تھے، پھر پوچھا محمد صلعم کے پاس سے تو نہین آرہے ہو؟ بدیل نے کہا نہین، اس سوال وجواب کے بعد دونون نے اپنا اپنا راستہ لیا، لیکن بدیل کے جواب پر ابو سفیان کا شبہہ دور نہین ہوا، ان کو قرائن سے یقین ہوگیا کہ ہو نہ ہو بدیل مدینہ ہی گئے تھے، چنانچہ نہایت تیزی سے مدینہ پہنچے اور حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ علیؓ اور فاطمہ زہراؓ کو بیچ مین ڈالکر معاملات کا تصفیہ کرانا چاہا، لیکن ان بزرگون نے درمیان مین پڑنے سے انکار کر دیا، اور ابو سفیان ناکام لوٹ گئے،

اسلام فتح مکہ کے بعد بدیل مشرف باسلام ہوئے، بعض ارباب سیر ان کے اسلام کا زمانہ فتح مکہ سے پہلے بتاتے ہین، لیکن یہ صحیح نہین ہے، ان کو آنحضرت صلعم کے پاس بدیل کی آمد و رفت سے اس کا التباس ہوا ہے، لیکن یہ آمد و رفت اسلام کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ معاہدہ کی وجہ سے تھی، قبول اسلام

[1] بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب[2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۷ تا ۲۲۹ ملخصاً،

کے وقت بدیل کی عمر ۹۷ سال کی تھی، اور داڑھی کے سب بال سیاہ تھے، آنحضرت صلعم نے پوچھا عمر کیا ہے، عرض کی ۹۷ برس، فرمایا خدا تمھارے جمال اور بالون کی سیاہی مین ترقی دے[1]،

بدیلؓ کے قبول اسلام کے بعد وہی قریش جو اون کے قبیلہ کے درپے آزار رہتے تھے ان کے گھر اور ان کے غلام رافع کی پناہ لینے پر مجبور ہوئے،

غزوات، فتح مکہ کے بعد حنین، طائف اور تبوک تمام غزوات مین شریک ہوئے، حنین مین مال غنیمت اور مشرک قیدیون کی نگرانی ان کے سپرد تھی[2]

حجۃ الوداع حجۃ الوداع مین ہمرکاب تھے، چنانچہ منیٰ مین اعلان کرتے پھرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے آج کے روزہ سے منع فرمایا ہے[3]

وفات، عمر کافی پاچکے تھے، آنحضرت صلعم کی حیات ہی مین انتقال ہو گیا[4]،

آثار نبوی سے برکت اندوزی، آثار نبویؐ سے نہایت گہری عقیدت رکھتے تھے، کسی موقعہ پر آنحضرت صلعم نے ان کو ایک خط لکھا تھا، اس کو نہایت عزیز رکھتے تھے، اور انتقال کے وقت اپنے صاحبزادے کو یہ خط دیکر وصیت کرتے گئے کہ جب تک یہ نوشتۂ رسولؐ تمھارے پاس رہے گا تم لوگ خیر و برکت مین رہو گے[5]

۱۱- حضرت بسر بن سفیانؓ

نام و نسب بسر نام، باپ کا نام سفیان تھا، نسب نامہ یہ ہے، بسر بن سفیان بن عمرو بن عویمر بن صرمہ بن عبد اللہ بن ضمیر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی، بسر اپنے

[1] اصابہ ج اول ص ۱۴۶، و اسد الغابہ ج اول ص ۱۷۰، [2] اصابہ ج اول ص ۴۶، [3] ایضاً [4] ایضاً

[5] اسد الغابہ ج اول ص ۱۷۰،

قبیلہ کے معزز اور مقتدر شخص تھے،

اسلام، آنحضرت صلعم نے جب شرفا و عمائد کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے[1] تو ایک تحریر بسر کے نام بھی بھیجی ان کا دل عناد اور سرکشی کی کدورتوں سے پاک تھا صرف تحریک کی دیر تھی، چنانچہ اس خط کے اثر سے سنہ ۶ھ میں مشرف باسلام ہو گئے[2]،

اسی سنہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ عمرہ کے لئے نکلے، مکہ کے قریب پہنچنے کے بعد قریش کی جانب سے طرح طرح کی خبریں اڑ رہی تھیں، کہ وہ آنحضرت صلعم کو روکیں گے ان افواہوں کی تحقیقات بسر کے سپرد ہوئی، انھوں نے تحقیقات کر کے مقام عسفان میں آپ کو اطلاع دی کہ قریش آپ کی آمد کی خبر سنکر مقابلہ کے لئے نکلے ہیں[3] اس کے بعد اس سفر کے تمام مراحل بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ وغیرہ میں شریک رہے،

۱۲ حضرت تمیم رض بن اسد بن عبد العزیٰ

نام و نسب، تمیم نام، باپ کا نام اسد نسب نامہ یہ ہے، تمیم بن اسد بن عبد العزیٰ بن جعونہ بن عمرو بن قین بن رزاح بن عمرو بن سعد بن کعب بن سعد بن عمرو خزاعی،

اسلام، فتح مکہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے[4]، فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے تطہیر حرم کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، چنانچہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے، تو خانہ کعبہ کے گرد تین سو سے اوپر بت تھے، رانگے سے جڑے ہوئے تھے آپ جاء الحق وزھق الباطل پڑھ پڑھ کے بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے اور بت گرتے جاتے تھے[5] اس سلسلہ میں انصاب حرم کی تجدید پر مامور ہوئے تھے[6]،

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۱۸۱، [2] استیعاب ج اول ص ۶۷، [3] ایضاً و اصابہ ج اول ص ۱۴۵، [4] ابن سعد جلد ۴ ق ۲ ص ۲۳، [5] اسد الغابہ ج اول ص ۲۱۴، [6] ابن سعد حوالۂ مذکور،

۱۳۔ حضرت تمیم بن ربیعہؓ

نام و نسب: تمیم نام، باپ کا نام ربیعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے تمیم بن ربیعہ بن عوف بن جراد بن یربوع بن طحیل بن عدی بن ربیعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ جہنی،

تمیم ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جنھوں نے اس وقت اسلام کی دعوت پر لبیک کہا جب اس کا جواب زبان کے بجائے نوکِ سنان سے ملتا تھا، اسلام کے بعد سب سے اول حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا،[۱]

۱۴۔ حضرت ثمامہ بن اثالؓ

نام و نسب: ثمامہ نام، ابو امامہ کنیت نسب نامہ یہ ہے، ثمامہ بن اثال بن نعمان بن سلمہ بن عتبہ بن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن دول بن حنیفہ حنفی یمامی ثمامہ یمامہ کے سرداروں میں تھے،

اسلام: فتحِ مکہ کے کچھ دنوں پہلے آنحضرت صلعم نے یمامہ کی طرف ایک مختصر سریہ جس میں چند سوار تھے بھیجا تھا، ان لوگوں نے لوٹتے وقت ثمامہ کو گرفتار کر لیا اور یہ مسجد نبویؐ کے ستون میں باندھ دیئے گئے، آنحضرت صلعم نے ان کے پاس آکر پوچھا کیوں ثمامہ کیا ہوا، کہا محمد بہت اچھا ہوا اگر تم مجھ کو قتل کروگے تو ایک جاندار کو قتل کروگے، اور اگر احسان کر کے چھوڑ دوگے تو ایک احسان شناس پر احسان کروگے، پھر دوسرے دن پھر یہی سوال و جواب ہوا، تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا، تیسری مرتبہ سوال و جواب کے بعد آنحضرت صلعم نے انھیں رہا کر دیا، ثمامہ پر اس

---

[۱] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۶،

رحم وکرم کا یہ اثر ہوا کہ رہائی پانے کے بعد اسلام کے حلقۂ دام کے اسیر ہوگئے، اور مسجد نبوی کے قریب ایک نخلستان میں گئے، اور نہا دھو کر مسجد میں آئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر آنحضرت صلعم سے کہا خدا کی قسم آپ کی ذات آپ کے مذہب اور آپ کے شہر سے زیادہ روئے زمین پر مجھے کسی سے بغض نہ تھا لیکن اب آپ کی ذات آپ کے مذہب اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی ذات، کوئی مذہب اور کوئی شہر محبوب نہیں ہے، میں عمرہ کا قصد کر رہا تھا کہ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا، اب کیا حکم ہوتا ہے؟ آپ نے بشارت دی اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ عمرہ کے لئے مکہ گئے، کسی نے پوچھا تم بے دین ہوگئے، کہا نہیں، بلکہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ اسلام لایا، یاد رکھو اب بغیر رسول اللہ کی اجازت کے گیہوں کا ایک دانہ بھی یمامہ سے مکہ نہیں آسکتا[1]،

عمرہ پورا کرنے کے بعد یمامہ جاکر غلہ رکوا دیا، مکہ والوں کا دارو مدار یمامہ کے غلہ پر تھا اس لئے وہاں آفت برپا ہوگئی، اہل مکہ نے آنحضرت صلعم کے پاس لکھ بھیجا کہ تم صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہو لیکن تمہارا عمل بالکل اس کے برعکس ہے، تم نے سن رسیدہ لوگوں کو تلوار سے اور بچوں کو بھوک سے مار ڈالا، ان کی اس درخواست پر آپ نے حکم دیا کہ غلہ نہ روکا جائے[2]،

فتنۂ ارتداد کی روک تھام

مشہور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب ثمامہ کا ہموطن تھا، اس نے حیات نبوی ہی میں نبوت کا دعوی کیا تھا، لیکن آفتاب حقیقت پر اس کی تاریکی غالب نہ آسکی، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مسیلمہ پھر بڑے زور شور کے ساتھ اٹھا، اہل یمن اس کے دام تزویر میں پھنسکر مرتد ہوگئے اور مسیلمہ نے یمن پر قبضہ کرلیا، اس زمانہ میں ثمامہ وطن ہی میں موجود تھے، انھوں نے اہل یمامہ کو ارتداد سے بچانے کی بہت کوشش کی، ہر شخص کے کانوں تک

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ و حدیث ثمامہ بن اثال، [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۲۰،

یہ آواز پہنچاتے تھے کہ لوگو! اس تاریکی سے بچو جس مین نور کی کوئی کرن نہین ہے لیکن مسیلمہ کی آواز کے سامنے ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی جب انھون نے دیکھا کہ اُن کے پند و نصائح کا کوئی اثر نہین ہو سکتا، اور لوگ مسیلمہ کے دام مین پھنس چکے ہین تو خود یمامہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا،

اسی دوران مین علاء بن حضرمی جو مرتدین کے استیصال پر مامور ہوئے تھے، یمامہ کی طرف سے گذرے ثمامہ کو خبر ہوئی تو انھون نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ بنی حنیفہ کے ارتداد کے بعد مین اون کے ساتھ نہین رہ سکتا، عنقریب خدا ان پر ایسی مصیبت نازل کریگا کہ ان سے اٹھتے بیٹھتے نہ بنے گا، مسلمان اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے آئے ہین، ان سے نہ چھوڑنا چاہیئے، تم مین سے جس کو چلنا ہو وہ فوراً تیار ہو جائے، غرض اپنے ہمخیال اشخاص کو ساتھ لے کر علاء کی مدد کو پہنچے، جب مرتدین کو یہ معلوم ہوا کہ کچھ بنی حنیفہ بھی علاء کی امداد پر آمادہ ہین، تو انھین اپنا پلہ کمزور معلوم ہوا، یمامہ کی مہم خالدؓ کے سپرد تھی، اور علاء بحرین کے مرتدین پر مامور تھے، چنانچہ ثمامہ بھی علاء کے ساتھ بحرین چلے گئے، اور مرتدین کے استیصال مین برابر کے شریک رہے[1]،

شہادت، مرتدین کے استیصال کے بعد بنی قیس کے مرتد سردار حطیم کا حلہ اس کے قاتل سے خریدا اور اسے پہن کر نکلے، بنو قیس نے ان کے بدن پر حطیم کا حلہ دیکھکر سمجھا کہ انھین نے حطیم کو قتل کیا ہوگا یہ حلہ انھین سلب مین ملا ہے، اس شبہہ مین ثمامہؓ کو شہید کر دیا[2]،

فضل وکمال، فضل وکمال مین شاعری کے علاوہ اور کوئی خصوصیت لائق ذکر نہین ہو، مسیلمہ کذاب کے سلسلہ مین یہ اشعار کہے تھے،

دعانا الی ترک الدیانة والهدی	مسیلمة الکذاب اذ جاء یسجع
فیا عجبا من معشر قد تتابعوا	له فی سبیل الغی والغی اشنع

---

[1] استیعاب ج اول ص ۸۰، [2] اصابہ ج اول ص ۲۱۱،

۱۵- حضرت ثوبانؓ

نام ونسب، ثوبان نام، ابوعبداللہ کنیت، خاندانی تعلق یمن کے مشہور حمیری خاندان سے تھا،

آقاے دوعالم کی غلامی، ثوبان غلام تھے، آنحضرت صلعم نے خرید کرکے آزاد کردیا، اور فرمایا "دل چاہے اپنے خاندان والون مین چلے جاؤ، اور دل چاہے میرے ساتھ رہو، میرے ساتھ رہوگے تو میرے اہل بیت مین تمھارا شمار ہوگا" رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری اور اہل بیت نبوی صلعم مین شمار ہونے کا فخر خاندان مین کہان میسر آسکتا تھا، اس لئے ثوبانؓ نے اس شرف کو خاندان پر ترجیح دی، اور خلوت وجلوت ہر وقت آقائے نامدار کے ساتھ رہنے لگے[1]

شام کی اقامت ووفات آقا کی زندگی بھر مدینہ مین رہے، آپ کی وفات کے بعد گلشن مدینہ خار نظر آنے لگا، اس لئے یہان سے شام چلے گئے، اور رملہ مین سکونت اختیار کرلی، عہد فاروقی مین مصر کی فتوحات مین شریک ہوئے، پھر رملہ سے منتقل ہوکر حمص مین گھر بنالیا، اور یہین ۵۴ھ مین وفات پائی[2]

فضل وکمال، ثوبانؓ آنحضرت صلعم کے خادم خاص تھے، اس تقریب سے انھین استفادہ کے زیادہ مواقع ملتے تھے، اسی لئے ۱۲۷ احادیث ان کے حافظہ مین محفوظ تھین، جو حدیث کی کتابون مین موجود ہین[3]، حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہین، کہ ثوبانؓ ان لوگون مین ہین جنھون نے حدیثین محفوظ کین، اور ان کی اشاعت بھی کی[4]، ان کے تلامذہ مین معدان بن طلحہ، راشد بن سعد، جبیر بن نفیر، عبدالرحمن بن غنم، ابوادریس خولانی قابل ذکر ہین[5]، آنحضرت صلعم کے بعد جو جماعت صاحب علم وافتا تھی اس کے ایک رکن ثوبانؓ بھی تھے[6]،

---

[1] اسدالغابہ ج اول ص ۲۴۹ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۱، [2] استیعاب ج اول ص ۱۰ و مستدرک حوالہ مذکور، [3] تہذیب الکمال [4] استیعاب حوالۂ مذکور، [5] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۱، [6] اعلام الموقعین ج اول ص ۱۵

شائقین حدیث فرمایش کرکے اُنسے حدیثین سنتے تھے، ایک مرتبہ لوگون نے حدیث سنانے کی درخواست کی، انھون نے یہ حدیث سنائی کہ جو مسلمان خدا کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے، خدا اوسکا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کی خطاؤن سے درگذر کرتا ہے[۱]، ان کے معاصرین دوسرون سے سنی ہوئی حدیثون کی تصدیق ان سے کراتے تھے، معدان بن طلحہ نے حضرت ابو درداؓ سے ایک حدیث سنی تو ثوبانؓ سے اس کی تصدیق کی[۲]

پاس فرمان رسولؐ۔ آقا کی حیات مین اور وفات کے بعد دونون زمانون مین یکسان آقا کا فرمان پیش نظر رہتا تھا، ایکمرتبہ زبان مبارک سے جو کچھ سن لیا وہ ہمیشہ جان کے ساتھ رہا، جس چیز مین آقا کے حکم کی خلاف ورزی کا ادنیٰ سا بھی پہلو نکلتا تھا، اس سے ہمیشہ محترز رہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے اُن سے فرمایا تھا کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرنا، اس فرمان کے بعد کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ ہوا، اور اس شدت سے اس پر عمل رہا کہ اگر سواری کی حالت مین کوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر گر جاتا تھا، تو خود اتر کر اٹھاتے تھے، اور کسی سے سوال نہ کرتے تھے[۳]

احترام نبوت۔ گو نبوت کا احترام ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے لیکن ثوبانؓ کو اس مین اتنا غلو تھا کہ غیر مسلمون سے بھی کوئی لفظ ایسا نہ سن سکتے تھے، جو ان کے گمان مین نبوت کے رتبہ سے فروتر ہوتا، ایک مرتبہ یہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین تھے، کہ ایک یہودی عالم نے السلام وعلیک یا محمد کہا، خالی محمد سن کر ثوبانؓ برافروختہ ہوگئے، اور یہودی کو اس زور سے دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا، اس نے اس کا سبب پوچھا کہا تو نے یا رسول اللہ کیون نہ کہا، وہ بولا مینے اس مین کیا گناہ کیا کہ ان کا خاندانی نام لیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا، ہان میرا خاندانی نام محمدؐ ہے[۴]،

۱؎ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۶، ۲؎ ابو داؤد ج اول ص ۲۳۷، ۳؎ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۷، ۴؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۱

غلامی کی نسبت کا احترام

نبوت کا احترام تو خیر ایک مذہبی فرض ہی، ثوبان اپنی غلامی کی نسبت کا احترام بھی ضروری سمجھتے تھے اور جو شخص اس مین کمی کرتا تھا، اس کو متنبہ کرتے تھے، حمص کے زمانۂ قیام مین بیمار پڑے، عبداللہ بن قرط ازدی والی حمص اُن کی عیادت کو نہ آیا، اس کی اس غفلت پر اس کو یہ رقعہ لکھوایا "اگر موسیٰ اور عیسیٰ کا غلام تمھارے یہان ہوتا تو تم اس کی عیادت کرتے" یہ رقعہ جب عبداللہ کو ملا، تو اسے اپنی کوتاہی پر ندامت ہوئی، اور وہ اسکی تلافی کے لئے اس عجلت اور بدحواسی کے ساتھ نکلا کہ لوگ سمجھے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آگیا ہے، غرض وہ بےتابانہ حضرت ثوبانؓ کے گھر آیا، اور دیر تک بیٹھا رہا[1]،

۱۶ حضرت جابرؓ بن مسلم

نام ونسب، جابر نام، ابوجری کنیت تمیم کی شاخ بلہجیم سے نسبی تعلق تھا،

اسلام، اپنے اسلام کا واقعہ وہ خود اسطرح بیان کرتے ہین کہ مین نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کی رائے کو قبول کرتے جارہے ہین، مین نے پوچھا یہ کون ہین؟ معلوم ہوا رسول اللہ صلعم ہین، مین نے آپکے پاس جاکر کہا علیک السلام یا رسول اللہ! یہ سلام سنکر آپنے فرمایا، علیک السلام مردون کا سلام ہے السلام علیک یا رسول اللہ کہا کرو، اس تعلیم کے بعد انھون نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ آپ اللہ کے رسول ہین؟ فرمایا ہان مین خدا کا رسول ہون، میری دعا قبول ہوتی ہی، اگر مین تمھارے لئے دعا کرون تو قبول ہوگی، اگر تمھارے یہان قحط ہو تو میری دعا سے تم سیراب ہوگے اور تمھارے لئے رویدگی ہوگی، اگر تم بے آب وگیاہ میدان مین ہو، اور تمھاری سواری گم ہوجائے تو میری دعا سے تمھارے پاس واپس آجائیگی، یہ سنکر مین نے کہا یا رسول اللہ

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۸۰، ۵۴

خدا نے آپ کو جو کچھ سکھایا ہے، وہ مجھے بھی سکھائیے، فرمایا، نیکی کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ وہ اسی قدر ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ روئی سے گفتگو کرو، یا اپنے ڈول سے پیاسے کے برتن مین پانی دو، اگر کوئی شخص تمھارے راز سے واقف ہو اور وہ تم کو شرم دلائے، تو تم اس کے راز سے اس کو شرم نہ دلاؤ، تاکہ اس کا وبال تمھارے اوپر نہ ہو، لٹکتے ہوئے ازار سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ غرور کی نشانی ہے اور غرور خدا کو ناپسند ہے، کسی کو گالی نہ دو" آپ کے ارشاد کے بعد سے مین نے کسی انسان بلکہ اونٹ اور بکری تک کو گالی نہین دی[1]

۱۷- حضرت جارودؓ بن عمرو

نام ونسب: بشر نام، ابو منذر کنیت، جارود لقب، نسب نامہ یہ ہے، جارود بن عمرو بن معلی عبدی، قبیلہ عبد قیس کے سردار تھے، جارود کا لقب ایک خاص واقعہ کی یادگار ہے، زمانۂ جاہلیت مین انھون نے قبیلہ بکر بن وائل کو لوٹ کر بالکل صاف کر دیا تھا "جرد" کے معنی بے برگ و بار کے ہین، اس لئے جارود ان کا لقب پڑگیا، اسی واقعہ کو بطور مثال کے ایک شاعر کہتا ہے[2]

فدسناھم بالخیل من کل جانب کما جرد الجارود بکر بن وائل

اسلام: جارودؓ مذہباً عیسائی تھے، قبیلہ عبد قیس کے وفد کے ساتھ سنہ ۱۰ھ مین مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، انھون نے کہا محمدؐ مین ایک مذہب پر تھا، آپ تمھارے مذہب کے لئے، اپنا مذہب چھوڑنے والا ہون، میرے تبدیل مذہب کے بعد تم میرے ضامن ہوگے؟ فرمایا ہان مین ضامن ہون، خدا نے تم کو تمھارے مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی، اس مختصر سوال و جواب کے بعد جارود اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، ان کے ساتھ

---

[1] استیعاب ج اول ص ۸۸ [2] اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۱ و استیعاب ج اول تذکرہ جارود،

ان کے اور ساتھی بھی مشرف باسلام ہوئے[1] آنحضرت صلعم کو ان کے اسلام لانے پر بڑی مسرت ہوئی آپ نے ان کی بڑی عزت و توقیر کی[2] قبولِ اسلام کے بعد وطن لوٹنے کا قصد کیا، اور آنحضرت صلعم سے سواری مانگی، لیکن سواری کا انتظام نہ ہوسکا، تو جارودؓ نے اجازت مانگی کہ یارسول اللہ راستہ مین ہم کو دوسرون کی بہت سی سواریان ملین گی، ان کے استعمال مین لانے کی اجازت ہے؟ فرمایا نہین انھین آگ سمجھو، غرض جارودؓ خلعتِ اسلام سے سرفراز ہونے کے بعد وطن واپس گئے،[3]

فتنۂ ارتداد، فتنۂ ارتداد مین ان کے قبیلہ کے بہت سے آدمی مرتد ہوگئے لیکن اون کی استقامت ایمانی مین کوئی تزلزل نہ آیا، چونکہ سردارِ قبیلہ تھے اس لئے اپنے اسلام کا اعلان کرکے دوسرون کو ارتداد سے روکتے تھے[4]

شہادت، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بصرہ مین اقامت اختیار کرلی، اور ایران کی فوجکشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے، باختلافِ روایت فارس یا نہاوند کے معرکہ مین شہید ہوئے[5]

فضل وکمال، ابومسلم الجذمی، ابوالقموس، زید بن علی، اور محمد بن سیرین نے ان سے روایت کی ہے،[6] جارودؓ شاعر بھی تھے، اشعارِ ذیل بارگاہِ نبوی مین بطورِ نذرِ عقیدت پیش کئے تھے[7]

شهدت بان الله حق وسامحت — بنات فؤادی بالشهادة والنهض

فابلغ رسول الله عنی رسالة — بانی حنیف حیث کنت من الارض

واجعل نفسی دون کل ملمة — لکم جنة من عرضکم عرضی

اخلاق، جارودؓ کے صحیفۂ اخلاق مین، حریت آزادی جرات اور اظہارِ حق مین بے باکی کا عنوان

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۶، [2] اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۱، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۶، [4] ایضاً، [5] اصابہ ج اول ص ۲۲۶، [6] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۵۴، [7] اصابہ ج اول ص ۲۲۶،

نہایت جلی تھا جس بات کو وہ حق سمجھ لیتے تھے پھر اوس کے اظہار مین وہ کسی کی پروا نہ کرتے،

ایک مرتبہ بحرین کے گورنر قدامہ بن مظعون کو بعض رومیون نے شراب پیتے ہوئے دیکھا، جارود کو اس کا علم ہوا تو حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہا، امیر المومنین! قدامہ نے شراب پی ہی، ان پر شرعی حد جاری کیجئے، آپ نے شہادت طلب کی جارودؓ نے ابوہریرہؓ کو پیش کیا، ابوہریرہؓ نے شہادت دی کہ مین نے نشہ کی حالت مین قے کرتے ہوئے دیکھا ہی، حضرت عمرؓ نے قدامہ کو طلب کیا، وہ آئے ان کے آنے کے بعد جارودؓ نے پھر کہا، کہ امیر المومنین کتاب اللہ کی رو سے حد جاری کیجئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم کو اتنا اصرار کیون ہے، تم گواہ ہو مدعی نہین ہو، تمھارا کام شہادت دینا تھا، اسے تم پورا کر چکے، اس وقت جارودؓ خاموش ہوگئے، لیکن دوسرے دن پھر اصرار شروع کیا، شہادت ناکافی تھی، اس لئے حضرت عمرؓ کو جارودؓ کا بیجا اصرار ناگوار ہوا، فرمایا تم تو مدعی بنے جاتے ہو، خلاف شہادت صرف ایک ہے، اس اعتراض پر جارودؓ نے کہا عمرؓ مین تم کو خدا کی قسم دلاتا ہون کہ حد مین تاخیر نہ کرو، آخر مین جارودؓ کی بیجا ضد پر حضرت عمرؓ کو تنبیہ کرنا پڑی، کہ جارود خاموش رہو، ورنہ مین بری طرح پیش آؤن گا، اس تنبیہ پر جارودؓ نے غضب آلود ہو کر کہا، عمرؓ حق اس کا نام نہین ہے کہ تمھارا ابن عم شراب پئے، اور تم اُلٹے مجھکو برے سلوک کی دھمکی دو، آخر مین جب قدامہ کی بیوی نے شہادت دی، تو حضرت عمرؓ نے حد جاری کرائی[1]

۱۸ حضرت جبیر بن مطعمؓ

نام و نسب، جبیر نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف قرشی نوفلی،

---

[1] اس واقعہ کو تمام ارباب سیر نے قدامہ کے حالات مین لکھا ہی،

جبیر کے والد مطعم قریش کے نرم دل اور خدا ترس بزرگون مین تھے، ان کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو مکہ کی ابتدائی زندگی مین جبکہ آپ پر چارون طرف سے مصائب و آلام کا ہجوم تھا بڑی امداد ملی، غالباً ناظرین کو معلوم ہوگا، کہ مکہ مین جب آنحضرت صلعم کی تبلیغی کوششین بارآور ہونے لگین اور قریش کو آنحضرت صلعم کو فریضۂ تبلیغ سے روکنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی، تو آپس مین معاہدہ کرکے بنو ہاشم کا مقاطعہ کر دیا جس کی روسے بنی ہاشم مین شادی بیاہ اور خرید و فروخت جملہ معاشرتی تعلقات ناجائز قرار پائے اور یہ عہدنامہ خانہ کعبہ مین آویزان کر دیا گیا، اس معاہدہ کی روسے چونکہ قریش کی دوسری شاخون کا میل جول بنی ہاشم سے کے ساتھ ممنوع ہوگیا تھا، اس لئے بنی ہاشم شعب ابی طالب مین چلے گئے، اور تین سال تک اس قید مین زندگی بسر کرتے رہے، اس طویل مدت مین شعب ابی طالب پر برابر قریش کا پہرا قائم رہا، اور از قسم خورد و نوش کوئی چیز شعب ابی طالب مین نہ جانے پاتی تھی لیکن اس گروہ اشقیا مین کچھ نرم دل بھی تھے جو کھانے پینے کی چیزین چرا چھپا کر پہنچا دیا کرتے تھے، آخر مین بعض منصف مزاجون نے اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف صدا بلند کی اور کوشش کرکے اسے چاک کرا دیا، ان احتجاج کرنیوالون مین ایک مطعم بھی تھے[۵]،

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کے بعد جب مکہ مین آنحضرت صلعم کا کوئی ظاہری سہارا باقی باقی نہ رہا اور تبلیغ کیلئے آپ طائف تشریف لے گئے، اور وہان سے بھی ناکام لوٹے، اس وقت مکہ کا ذرہ ذرہ آپ کا دشمن ہو رہا تھا، اور بظاہر کوئی جائے پناہ باقی نہ تھی مطعم کی نرم دلی سے آپ واقف تھے، اس لئے مکہ کے پاس پہنچکر ان سے پناہ طلب کی مطعم گو اس وقت کافر تھے لیکن آنحضرت صلعم کی درخواست پر آپ کو اپنی حمایت مین لے لیا، مطعم کو معلوم تھا کہ رسول اللہ کو اپنی حمایت مین لینا تمام مشرکین مکہ کو مقابلہ کی دعوت دینا ہے، اسی لئے حمایت مین لینے کے بعد ہی اپنے

---

[۵] سیرۃ ابن ہشام ج اول ص ۲۰۲ ملخصاً

لڑکوں کو حکم دیا کہ ہتھیار لگا کر حرم میں آئیں اور خود حرم میں جا کر بآبانگ دہل اعلان کیا کہ میں نے محمد صلعم کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے[1] جبیر اسی منصف مزاج اور نرم دل باپ کے فرزند تھے، لیکن قومی عصبیت قبولِ حق سے مانع آتی تھی، مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان سب سے پہلا معرکہ بدر ہوا، اس میں جبیر شریک نہ ہوسکے تھے لیکن اپنے قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑانے آئے تھے، جس وقت یہ پہنچے اس وقت آنحضرت صلعم نماز میں مصروف تھے، اور سورۂ طور کی آیات تلاوت فرما رہے تھے، جبیر مسجد میں داخل ہوئے تو کلام اللہ کی سحر انگیز آیتیں کانوں میں پڑیں، انھیں سنکر جبیر اس درجہ متاثر ہوئے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا قلب پھٹ جائیگا،[2]

آنحضرت صلعم کے نماز تمام کرنے کے بعد انھوں نے آپ سے اُسرائے بدر کے بارہ میں گفتگو کی، آپ نے ان کے باپ کے احسانات کو یاد کرکے فرمایا کہ اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے اور وہ سفارش کرتے تو میں چھوڑ دیتا،[3]

بدر کے مقتولین کا انتقام احد کی صورت میں ظاہر ہوا، اس میں تمام مشرکین نے بقدر استطاعت حصہ لیا، جبیر نے اپنے غلام وحشی کو بھیجا اور کہا اگر تم حمزہ کو قتل کر دوگے تو تم کو آزاد کر دیا جائیگا،[4] چنانچہ حضرت حمزہؓ اسی غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے،

اسلام، جبیر میں اثر پذیری کا مادہ پہلے سے موجود تھا، حالتِ کفر میں آیاتِ قرآنی سے تاثر اسکا ثبوت ہے، لیکن قومی عصبیت مانع آتی تھی، لیکن بالآخر قبولِ حق کا مادہ جذبۂ عصبیت پر غالب آگیا، اور بروایتِ صحیح حدیبیہ اور فتحِ مکہ کے درمیانی زمانہ میں وہ مسلمان ہوگئے،[5]

غزوات، قبولِ اسلام کے بعد صرف حنین میں شرکت کا پتہ چلتا ہے، حنین کی واپسی کے وقت یہ

---

[1] ابن سعد حصۂ سیرۃ ص ۲۴ ، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۸۳ ، [3] استیعاب ج اوّل ص ۹۰ ،
[4] سیرت ابن ہشام ج اوّل ص ۲۴۴ ، [5] اصابہ ج اوّل ص ۲۲۶ ،

آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے[1]

وفات: جبیر آنحضرت صلعم کے بعد بہت دنون تک زندہ رہے، لیکن کہین نظر نہین آتے، سنہ ۵۷ھ مین مدینہ مین وفات پائی،[2] دو لڑکے محمد اور نافع یادگار چھوڑے،

فضل وکمال: گو جبیر کو آنحضرت صلعم سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، تاہم احادیث نبوی کی معتدبہ تعداد ان کے حافظہ مین محفوظ تھی، ان کی مرویات کی تعداد ساٹھ تک پہنچتی ہے، ان مین چھ متفق علیہ ہین، ان کے تلامذہ مین محمد، نافع، سلیمان بن صرد، اور ابن مسیب قابل ذکر ہین،[3]

علم الانساب کے بڑے حافظ تھے، اور اس کو اس فن کے سب سے بڑے ماہر حضرت ابوبکر صدیق سے حاصل کیا تھا، اس لئے ان کا شمار قریش کے ممتاز نسابون مین تھا،[4] حضرت عمر کو جب نسب کی تحقیقات کی ضرورت پیش آتی تھی تو جبیر ہی سے تحقیقات کرتے تھے،

اخلاق: ان کے میزان اخلاق مین حلم وبردباری کا پلہ بہت بھاری ہے، گو وہ قریش کی ایک مقتدر شاخ کے رکن اور رؤسائے قریش مین تھے، لیکن اسکے باوجود ان مین کبر ونخوت نام کو نہ تھی، اور قریش کے حلیم ترین اشخاص مین انکا شمار تھا،[5]

۱۹- حضرت جرہد بن رزاحؓ،

نام ونسب: جرہد نام، ابو عبد الرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جرہد بن رزاح بن عدی بن سہم بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم بن افصی اسلمی،

اسلام: فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، جرہد ان بیکس اور لاچار مسلمانون مین تھے جن کی معاش کا دار ومدار مسلمانون کی فیاضی پر تھا، اسلئے وہ اصحاب صفہ کے زمرہ مین شامل ہوگئے تھے[6]

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۸۰، [2] استیعاب ج اول ص ۹۰، [3] تہذیب الکمال ص ۱۷۱، [4] اسد الغابہ ج اول ص ۲۷۰، [5] ایضاً

[6] ابن سعد جلد ۴ ق ۲ ص ۳۳،

دعائے نبوی | ایک مرتبہ جریر بائین ہاتھ سے کھانا کھا رہے تھے، آنحضرت صلعم نے فرمایا داہنے ہاتھ سے کھایا کرو، عرض کی یا رسول اللہ اس مین آزار ہے، آپ نے آزار کو دم کر دیا، اس کے بعد پھر اس ہاتھ مین کوئی شکایت نہین پیدا ہوئی[1]

وفات، | امیر معاویہ کے آخر عہد خلافت مین مدینہ مین وفات پائی[2]

۲۰۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رض

نام ونسب، | جریر نام، ابو عمر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جریر بن عبد اللہ بن جابر بن مالک بن نضر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسر بن عبقر بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث بجلی، جریر یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے،

اسلام، | بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ جریر وفات نبوی کے کل چالیس روز پیشتر مشرف باسلام ہوئے، لیکن، یہ صحیح نہین ہے، بروایت صحیح وہ حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے[3]، اس لئے وفات سے کم از کم چار یا پانچ ماہ پیشتر ان کا اسلام ماننا پڑیگا، اور واقدی کے بیان کے مطابق رمضان سنہ ۱۰ھ مین اسلام لائے، اس روایت کی رو سے آنحضرت صلعم کی وفات کے سات مہینہ پیشتر ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہی، بہرحال اس قدر یقینی ہے کہ وہ وفات نبوی سے کئی مہینہ پیشتر اسلام لا چکے تھے،

جب یہ قبول اسلام کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، تو آپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا، انھون نے عرض کیا، اسلام قبول کرنے کے لئے، آپ نے ان کے بیٹھنے کے لئے

---

[1] اصابہ ج اول ص ۲۴۲، [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۲، [3] مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸۔

اپنی چادر بچھادی اور مسلمانون سے فرمایا جب تمھارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو[1] اس کے بعد جریر نے اسلام کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور کہا مین اسلام پر بیعت کرتا ہون آنحضرت نے ان کا ہاتھ پکڑکے فرمایا ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا پھر فرمایا جو شخص انسانون پر رحم نہین کرتا اس پر خدا رحم نہین کرتا، پھر بلا شرکت غیرے خدائے واحد کی پرستش، فرض نمازون کی پابندی، مفروضہ زکوۃ کی ادائگی، مسلمانونکی نصیحت اور خیر خواہی، اور کافرون سے برات پر بیعت لی[2]

حجۃ الوداع | قبول اسلام کے بعد سب سے اول آنحضرت صلعم کے ساتھ حجۃ الوداع مین شریک ہوئے، اس مین مجمع کو خاموش کرنے کی خدمت ان کے سپرد تھی[3]

سریہ ذی الخلیفہ | فتح مکہ کے بعد قریب قریب عرب کے تمام قبیلے اسلام کے حلقہ اثر مین آگئے تھے لیکن بعضون مین صدیون کے اعتقاد کی وجہ سے توہم پرستی باقی تھی، اور صنم کدون کو ہاتھ لگاتے ہوئے ڈرتے تھے، اس وہم کو دور کرنے کے لئے آنحضرت صلعم نے کئی صنم کدے گروائے، یمن کے صنم کدہ ذی الخلیفہ کو جو کعبۂ یمانی کے نام سے مشہور تھا ڈھانے کی خدمت جریرؓ کے سپرد ہوئی، ایک دن آپ نے جریر سے فرمایا کیا تم ذی الخلیفہ کو ڈھاکر مجھے مطمئن نہ کروگے؟ انھون نے عرض کیا مین حاضر ہون لیکن گھوڑے کی پیٹھ پر جم کے نہین بیٹھ سکتا، یہ عذر سنکر آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور دعا دی کہ خدایا ان کو گھوڑے کی پیٹھ پر جمادے، اور ہادی و مھدی بنا، جریرؓ رسول اللہ صلعم کی ان دعاؤن کو لیکر ۱۵۰ سوارون کے دستہ کے ساتھ یمن پہنچے اور ذی الخلیفہ کے صنم کدہ کو جلاکر خاکستر کردیا، اور ابوارطاۃ کو اطلاع کے لئے مدینہ بھیجا، انھون نے آکر آنحضرت صلعم کو مژدہ سنایا کہ یارسول اللہ صلعم ذی الخلیفہ کو جلاکر خارشتی اونٹ بنادیا، یہ خبر سنکر آپنے اس سریہ کے سوار اور پیدل کے لئے برکت کی دعا فرمائی[4]

---

[1] اصابہ ج اول ص ۲۴۲، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۸، [3] ایضاً، [4] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ ذی الخلیفہ

ابھی جریرؓ یمن ہی مین تھے کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہو گیا، لیکن انھین اس کی خبر نہ ہوئی ایک دن یہ یمن کے دو آدمیون ذوکلاع اور ذوعمرو کو حدیث سنا رہے تھے کہ انھون نے کہا تم اپنے جس ساتھی کا حال سنا رہے ہو، وہ تین دن ہوئے ختم ہو گیا، یہ وحشتناک خبر سنکر جریرؓ روانہ ہو گئے، راستہ مین مدینہ کے سوار ملے، ان سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہو گیا اور ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے۔[1]

عہد فاروقی، | عہد صدیقی مین غالباً انھون نے خاموشی کی زندگی بسر کی کیونکہ کسی موقع پر نظر نہین آتے، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین عراق کی فوج کشی مین شریک ہوئے، عراق پر عہد صدیقی ہی مین فوج کشی ہو چکی تھی، اس سلسلہ کی مشہور جنگ واقعۂ جسر مین جو حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ہوئی، مسلمانون کو نہایت سخت شکست ہوئی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے، اس لئے حضرت عمرؓ نے عراقی افواج کی امداد کے لئے تمام قبائل عرب کو جمع کیا، اور ہر قبیلہ کے سردار کو اس کے قبیلہ کا افسر بنا کر عراق روانہ کیا، جریرؓ کو بجیلہ کی سرداری ملی، چنانچہ یہ اپنے قبیلہ کے ساتھ عراق پہنچے اور مقام ثعلبہ مین مثنیٰ بن حارثہ سے جو ایرانیون کے مقابلہ مین تھے ملے، مقام حیرہ مین مسلمانون اور ایرانیون کا مقابلہ ہوا، اس مقابلہ مین جریرؓ میمنہ کے افسر تھے، میمنہ میسرہ اور قلب کو لے کر ایرانیون پر حملہ کیا، ایرانیون نے بھی برابر کا جواب دیا اور مسلمان ہٹ کر الگ ہو گئے، مثنیٰ نے للکارا، ان کی للکار پر وہ پھر سنبھل کر حملہ آور ہوئے، اس حملہ مین عرب کے مشہور بہادر مسعود بن حارثہ مارے گئے، مثنیٰ نے پھر جوش دلایا کہ شرفا یون ہی جان دیتے ہین، جریرؓ نے بھی اپنے قبیلہ کو للکارا کہ برادران بجیلہ! تم کو دشمنون پر سب سے پہلے حملہ آور ہونا چاہیئے، اگر خدا نے کامیاب کیا تو تم اس زمین کے سب سے زیادہ حقدار

[1] بخاری کتاب المغازی باب ذہاب جریر الی الیمن،

ہوگئے، ان دونون کی للکار پر مسلمانون نے تیسرا حملہ کیا، اس حملہ مین ایرانی افسر مہران مارا گیا، اور ایرانیون نے میدان خالی کردیا،[۱]

جنگ یرموک، | اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین جریر نے بڑے کارنامے دکھائے، اس جنگ کے آغاز ہی مین مسلمانون کے دو افسر مارے گئے، یہ صورت دیکھ کر جریر نے اپنے قبیلہ بجیلہ کو لے کر حملہ کیا، ان کے ساتھ قبیلہ ازد نے بھی حملہ کیا، اور بڑی گھمسان لڑائی ہوئی، ابھی پیچھے ہٹتے ہٹتے رستم کے پاس پہنچ گئے، رستم سواری سے اتر پڑا، اور پیدل بڑھکر حملہ کیا، اس کے ساتھ اور عمائد اور افسران فوج بھی آگے بڑھے اور مسلمانون کے پاؤن اکھڑ گئے، اس موقع پر مشہور بہادر ابو محجن ثقفی نے بڑی بہادری دکھائی، جریر نے مسلمانون کی پسپائی دیکھی تو دوسرے افسرون سے کہلا بھیجا کہ میمنہ کی جانب سے ایرانیون کے قلب پر متفقہ حملہ کرنا چاہئے، ان کے مشورہ پر مسلمانون نے ہر طرف سے سمٹ کر اس زور کا حملہ کیا کہ ایرانیون کی صفین درہم برہم ہوگئین اور وہ نہایت بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹے، اس پسپائی مین رستم مارا گیا، اور ایرانی دیر کعب تک بھڑتے چلے گئے، اس درمیان مین انکا امدادی دستہ پہنچ گیا، اور وہ از سر نو منظم ہو کر صف آرا ہو گئے، اور ان کی جماعت سے نخارستان مسلمانون کے مقابلہ مین آیا، زہیر نے اس کا کام تمام کردیا، دوسری طرف قیس بن ہبیرہ نے ایک دوسرے افسر کو مارا، اور مسلمان ہر چہار جانب سے ایرانیون پر ٹوٹ پڑے، ان کے افسر مارے جا چکے تھے، اس لئے وہ زیادہ دیر تک میدان مین نہ ٹھہر سکے، اور پسپا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے، جریر تعاقب کرتے ہوئے بہت آگے نکل گئے، ایرانیون نے تنہا پا کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا، اس درمیان مین ان کے ساتھی پہنچ گئے اس لئے ایرانی چھوڑ کر بھاگ گئے،[۲]

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۱۹ و ۱۲۰، [۲] تاریخون مین جنگ یرموک کے واقعات نہایت مفصل ہین، ہم نے اخبار الطوال (بقیہ صفحہ ۴۲ پر)

یرموک کے بعد کسریٰ کا پایہ تخت مدائن فتح ہوا، اس کے بعد عمرو بن مالک نے جلولار کی مہم سر کی اور جریر کو چار ہزار مسلح فوج کے ساتھ جلولار کی حفاظت پر متعین کر کے اپنے مستقر پر چلے گئے،

جلولاء کے پاس ہی حلوان ایرانیون کا ایک خطرناک مرکز تھا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جریر کے پاس ۳ ہزار فوج بھیجی کہ وہ حلوان پر حملہ کر کے اس خطرہ کو دور کرین، چنانچہ چار ہزار پہلی اور ۳ ہزار یہ جدید فوج لیکر حلوان پہنچے، اور بلا کسی خون ریزی کے اس پر قبضہ کر لیا[۱]،

اسکے بعد اہواز کی باری آئی، یہان اسلامی فوجین بہت پہلے سے پڑی ہوئی تھین یزدگرد نے ہرمزان کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اس نے تستر مین قیام کیا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جو تستر مین تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسکی اطلاع دی، آپ نے عمار بن یاسر کے پاس نعمان بن مقرن کو ابو موسیٰ کی مدد کے لئے بھیجنے کا حکم بھیجا، انھون نے جریر کو جو اس وقت جلولار مین مقیم تھے یہ مہم سپرد کی، جریر جلولار مین عروہ بن قیس کو اپنا قائم مقام چھوڑ کر ابو موسیٰ کی امداد کے لئے پہنچے، دونون نے مل کر ہرمزان کا مقابلہ کیا، ایرانی پسپا ہو کر تستر کے قلعہ مین قلعہ بند ہو گئے، مسلمانون نے تستر کا محاصرہ کر لیا، مدتون کے محاصرہ کے بعد ایک ایرانی کی امداد سے قبضہ ہوا[۲]،

تستر کی شکست کے بعد یزدگرد شاہ ایران نے اپنے ملک کے مشہور بہادر مردان شاہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانون کے استیصال پر مامور کیا، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس اہتمام کی اطلاع دی، پہلے آپ نے خود اس جنگ مین شرکت کا ارادہ کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے رک گئے، اور تمام فوجی چھاؤنیون مین احکام صادر کئے کہ ہر جگہ کی فوجین میدان

(حاشیہ صفحہ ۳۲) سے صرف اسی قدر نقل کیا ہے جسکا تعلق جریر کی ذات سے ہے، دیکھو کتاب مذکور حالات یرموک،

[۱] بلاذری ص ۳۰۹، ۳۱۰، اخبار الطوال ص ۱۳۶ و ۱۳۷،

مین روانہ ہوجائین اور نعمان بن مقرن کو سپہ سالار بنا کر بھیجا، چونکہ یہ مقابلہ نہایت سخت تھا، اس لئے
حضرت عمرؓ نے نعمان بن مقرن کے علاوہ اور جن چار آدمیون کو سپہ سالاری کے لئے نامزد
کر دیا تھا، ان مین ایک جریرؓ بھی تھے مسلمانون اور ایرانیون کے مقابلہ مین یہ معرکہ نہایت
تاریخی شمار کیا جاتا ہے، اس مین حضرت نعمانؓ نے شہادت پائی، مگر کامیابی مسلمانون کو ہوئی[1]
ان لڑائیون کے علاوہ جریرؓ اس سلسلہ کی اور لڑائیون مین بھی شریک تھے،

حضرت عثمانؓ کے عہد مین ہمدان کے گورنر تھے، ان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ
کی بیعت کر لی، اور اپنے رقبۂ حکومت مین اون کی بیعت لے کر اون کے پاس کوفہ چلے آئے جنگ
جمل کے بعد جب حضرت علیؓ نے امیر معاویہ کو اپنی بیعت کے لئے خط لکھا، تو اس کو معاویہ کے پاس
جریرؓ ہی لے کر گئے تھے، اسکو پیش کر کے زبانی اپنی طرف سے یہ کہا کہ حجاز، یمن، بحرین، عمان، مصر
فارس، خراسان اور علاقہ جبل وغیرہ سارے ملکون نے امیر المومنین کو خلیفہ تسلیم کر لیا ہے، صرف شام
باقی رہگیا ہے، اس لئے اسکو بھی ان کے حلقۂ اطاعت مین آجانا چاہئے، ورنہ اگر مذکورہ ملکون مین سے
ایک ملک بھی شام پر بہا دیا جائیگا، تو اسکو غرق کرنے کے لئے کافی ہے[2]

حضرت علیؓ کے خط پر امیر معاویہؓ نے اپنے مشیرون سے رائے لی، سب نے اطاعت کے
خلاف مشورہ دیا، چنانچہ انھون نے صاف جواب دیدیا کہ اہل شام بیعت نہین کر سکتے، جریرؓ نے واپس
ہو کر یہ جواب حضرت علیؓ کو سنا دیا، اور امیر معاویہ کی قوت اور اون کے انتظامات سے بھی آگاہ کیا،
ان کی زبان سے یہ باتین سنکر شیعیان علیؓ جریرؓ پر طرح طرح کی تہمتین رکھنے لگے، اشتر بہت برہم
ہوئے، اور حضرت علیؓ سے کہا امیر المومنین اگر جریرؓ کے بجائے آپ مجھے بھیجے ہوتے، تو معاویہ کے
گلے کی گرفت نہ ڈھیلی ہونے دیتا، اور کوئی راستہ ایسا باقی نہ چھوڑتا، جسے کھول کر وہ کامیاب

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۰۱ و ۳۱۱ [2] اخبار الطوال ص ۱۶۶،

ہو سکین، اور قبل اس کے کہ وہ کارروائی کرین اُن سے بیعت لے لیتا، ان کے خیالات سن کر جریرؓ نے کہا اگر پہلے نہین جا سکے تو اب جا کر کر لو، اشترؓ نے کہا اب جا کر مین کیا کر سکتا ہون، جبکہ تم نے معاملہ بگاڑ دیا، تم نے قطعًا اون سے کوئی عہد و پیمان کر لیا ہے ورنہ انکی کوششون اور فوج کی کثرت سے ہم لوگون کو نہ ڈراتے، اگر مجھکو امیر المومنین اجازت مرحمت فرمائین تو تم کو اور تمھارے جیسے لوگون کو معاملات کے فیصلہ تک قید کر دون، جریرؓ کو یہ تند گفتگو اور ناروا غصہ بہت ناگوار ہوا، اور راتون رات اپنے اہل و عیال کو لیکر کوفہ چلے گئے، اور قرقیسیا مین اقامت اختیار کر لی[۱] اور جنگ صفین مین کوئی حصہ نہ لیا[۲]، اور بقیہ زندگی قرقیسیا کے گوشۂ عافیت مین بسر کی،

وفات | سنہ ۵۴ھ مین قرقیسیا مین وفات پائی[۳]،

حلیہ | قد دراز چھ ذراع تھا، اور اس قدر حسین و جمیل تھے کہ حضرت عمرؓ ان کو امت اسلامیہ کا یوسف کہا کرتے تھے، بالون مین مہندی کا خضاب لگاتے تھے[۴]،

اولاد | وفات کے بعد پانچ لڑکے عمر، منذر، عبید اللہ، ایوب اور ابراہیم یادگار چھوڑے[۵]،

فضل وکمال | گو جریرؓ بہت آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے اور فیضان نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے، ان سے پورا فائدہ اٹھایا، اسلئے اُس کمی صحبت کے باوجود ان سے سو حدیثین مروی ہین، ان مین سے آٹھ متفق علیہ ہین، اور ایک مین امام بخاری اور سات مین امام مسلم منفرد ہین[۶]، ان سے روایت کرنے والون کا دائرہ بھی خاصہ وسیع ہے، چنانچہ ان کے لڑکون مین منذر، عبید اللہ، ایوب، ابراہیم، اور لڑکون کے علاوہ ابو ذرعہ بن عمر، انس، ابو وائل، زید بن وہب، زیاد بن علاقہ، شعبی، قیس بن ابی حازم، ہمام بن حارث، اور ابو ظبیان

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۷۱، [۲] اصابہ ج اول ص ۲۴۲، [۳] استیعاب ج اول ص ۹۱، [۴] ایضًا، [۵] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۳، [۶] تہذیب الکمال ص ۶۱،

حصین بن جندب نے ان سے روایتیں کی ہیں[1]،

بارگاہِ نبوی میں پذیرائی، بارگاہِ نبوی میں جریر کی بڑی پذیرائی تھی، رسول اللہ صلعم انھیں بہت مانتے تھے، اور بڑے احترام سے اون کے ساتھ پیش آتے تھے، اون کے بیٹھنے کے لئے ردائے مبارک بچھا دیتے تھے[2]، جب وہ درِ دولت پر حاضر ہوئے کبھی شرفِ باریابی سے محروم نہ رہے، جب آپ انھیں دیکھتے تھے تو مسکرا دیتے تھے[3]، غائبانہ ان کا ذکرِ خیر فرماتے تھے، وہ خود روایت کرتے ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچا تو مدینہ کے باہر سواری بٹھا کر کپڑا رکھنے کا تھیلا کھولا اور حلہ پہنکر داخل ہوا اس وقت رسول اللہ صلعم خطبہ دے رہے تھے، میں نے سلام کیا لوگوں نے آنکھوں سے میری طرف اشارہ کیا، میں نے اپنے پاس کے آدمی سے پوچھا عبد اللہ کیا رسول اللہ صلعم میرا تذکرہ فرماتے تھے انھوں نے کہا ہاں ابھی ابھی نہایت اچھے الفاظ میں تمہارا تذکرہ فرمایا، آپ خطبہ دے رہے تھے، دورانِ خطبہ میں فرمایا کہ اس دروازہ یا اس کھڑکی سے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا، اس کے چہرہ پر بادشاہی کی علامت ہوگی میں نے اس عزت افزائی پر خدا کا شکر ادا کیا[4]،

جریر کی خوبیوں اور رسول اللہ صلعم کے اون کی توقیر کرنے کی وجہ سے خلفاء بھی انکی بڑی عزت کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ خدا تم پر رحمت نازل فرمائے، تم جاہلیت میں بھی اچھے سردار تھے، اور اسلام میں بھی اچھے سردار ہو[5]،

پاسِ فرمانِ رسول، آنحضرت صلعم کا ہر ارشاد ہمیشہ زندگی کا دستور العمل رہا، ایک مرتبہ چند اعرابیوں نے آکر رسول اللہ صلعم سے شکایت کی کہ یا نبی اللہ آپ کے بعض صدقہ وصول کرنے والے

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۳، [2] تہذیب الکمال ص ۶۱، [3] مسلم کتاب الفضائل، فضائل جریرؓ بن عبد اللہ [4] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۹ و ۳۶۰، [5] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۳،

ہم پر ظلم کرتے ہین، فرمایا اپنے صدقہ وصول کرنے والون کو راضی رکھو، اعرابیون نے کہا اگر وہ ظلم کرین تب بھی آپ نے پھر فرمایا اپنے صدقہ وصول کرنے والون کو راضی رکھو، اس ارشاد کے بعد سے کسی صدقہ وصول کرنے والے کو جریرؓ نے ناخوش نہین کیا[1]

۵۱ حضرت جعال بن سراقہؓ

نام ونسب | ان کے نام ونسب دونون مین اختلاف ہے، بعض جعال کہتے ہین بعض جعیل، نسب کچھ لوگ غفار سے بتاتے ہین اور کچھ ضمیری اور کچھ ثعلبی کہتے ہین،

اسلام وغزوات | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، احد اور بنی قریظہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، آخر الذکر غزوہ مین ایک آنکھ کام آئی[2]

بنو ہوازن مین شریک تھے، اس کے مال غنیمت مین سے عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس کو سو سو اونٹ ملے، کسی نے آنحضرت صلعم سے کہا آپ نے عیینہ اور اقرع کو سو سو اونٹ مرحمت فرمائے اور جعال کو کچھ نہ ملا، فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، جعال بن سراقہ، اقرع اور عیینہ جیسے روے زمین بھر کے آدمیون سے بہتر ہین، ان دونون کو مین نے تالیف قلب کے لئے دیا ہو، اور جعال کو ان کے اسلام کے سپرد کیا[3]

سنہ۶ھ مین جب آنحضرت صلعم غزوہ بنی مصطلق کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ جعال کے سپرد کر گئے[4]

وفات | وفات کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین،

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۶۲، [2] اسد الغابہ ج اول ص ۲۸۴، [3] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۴، [4] اصابہ ج اول ص ۲۴۶

۲۲۔ حضرت جعشم الخیرؓ

نام ونسب، جعشم نام خیر لقب نسب نامہ یہ ہے، جعشم بن خلیبہ بن شاہی بن موہب بن اسد ابن جعشم بن خریم بن صدرت صدفی حریمی،

اسلام اور غزوات، ۶ھ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے، چنانچہ بیعتِ رضوان مین شرفِ جان نثاری حاصل کیا، آنحضرت صلعم نے اپنا پیراہن، نعلین اور موئے مبارک عطا فرمائے،[1]

وفات، زمانۂ وفات مین اختلاف ہے، واقدی کا بیان ہے کہ فتنۂ ردہ مین شہید ہوئے اور ابن یوسف تاریخ مصر مین لکھتے ہین کہ مصر کی فتح مین شریک تھے، اگر آخر الذکر بیان صحیح مان لیاجائے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد سے زیادہ زندہ رہے،

۲۳۔ حضرت جمیل بن معمرؓ

نام ونسب، جمیل نام، باپ کا نام معمر تھا نسب نامہ یہ ہے، جمیل بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح قرشی جمحی،

حضرت عمرؓ کے اسلام کا اعلان، جمیلؓ پیٹ کے ہلکے تھے، کوئی بات چھپا نہ سکتے تھے، ادھر سنا اور اُدھر اس کا ڈنکا پیٹ دیا، حضرت عمرؓ جب اسلام لائے تو بانگِ دہل اس کا اعلان کرنا چاہا، چنانچہ لوگون سے پوچھا کہ مکہ مین سب سے زیادہ اشتہاری کون ہے معلوم ہوا جمیل، آپ سیدھے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۰۲،

ان کے پاس پہنچے، اور کہا جمیل! تم کو معلوم ہے میں مسلمان ہو گیا، جمیل یہ سنتے ہی بغیر مزید استفسار کے مسجد کعبہ کے دروازہ پر پہنچے اور بآوازِ بلند اعلان کیا کہ معشرِ قریش عمر بے دین ہو گیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو میں بے دین نہیں ہوا بلکہ اسلام قبول کیا[۱]،

اسلام و غزوات | لیکن یہی مسلمانوں کو بے دین کہنے والا فتح مکہ میں خود بے دین ہو گیا[۲]، قبولِ اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ حنین میں ان کی تلوار بے نیام ہوئی اور زہیر بن ابجر کا کام تمام کیا[۳]، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فتحِ مکہ سے پہلے ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے جن رواۃ کے نزدیک فتحِ مکہ سے پہلے اسلام لائے وہ زہیر کے قتل کو فتح مکہ میں بتاتے ہیں[۴]،

مصر کی فوج کشی میں شرکت، | حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مصر کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے[۵]،

وفات | خلافتِ فاروقی میں عمر کی سو منزلوں سے زیادہ طے کرنے کے بعد انتقال کیا، حضرت عمرؓ کو ان کی موت کا سخت صدمہ ہوا[۶]،

۲۴ حضرت جندب بن کعبؓ

نام و نسب، | جندب نام، باپ کا نام کعب تھا، نسب نامہ یہ ہے، جندب بن کعب بن عبد اللہ بن غنم بن جزء بن عامر بن مالک بن ذہل بن ثعلبہ بن ظبیان بن غامد ازدی،

اسلام، | ابن سعد کی روایت کے مطابق فتحِ مکہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد مدتوں زندہ رہے لیکن عہدِ رسالت اور خلفاء کے زمانہ میں کسی جنگ میں نظر نہیں آتے،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۴ ص ۵۷، [۲] استیعاب ج اول ص ۹۲، [۳] اسد الغابہ ج اول ص ۲۹۶، [۴] اصابہ ج اول ص ۲۵۵، [۵] ایضاً، [۶] ایضاً،

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کوفہ میں رہتے تھے ایک قانونی جرم میں جس کی تفصیل آگے آتی ہے
ماخوذ ہو کر قید ہوئے، پھر رہا کر دیئے گئے، رہائی پانے کے بعد روم چلے گئے اور اعدائے اسلام
کے مقابلہ میں جہاد کرتے رہے، اور یہیں کہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی[1]

سحر و ساحری سے نفرت سحر و ساحری شرک کی ایک قسم ہے، اسی لئے اسلام نے اس کی شدید
ممانعت کی ہے، جندب اس باب میں نہایت سخت اور متشدد تھے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کوفہ
میں ایک شعبدہ باز آیا، ایک دن ولیدؓ بن عقبہ حاکم کوفہ کو تماشہ دکھا رہا تھا، وہ آدمی کو قتل کر کے
زندہ کر دیتا تھا، عوام اس شعبدہ کو دیکھتے اور متحیر ہو کر کہتے، سبحان اللہ یہ شخص مردہ کو زندہ کر دیتا ہے[2]
جندب بھی تماشہ دیکھ رہے تھے، عوام کے عقائد میں تزلزل دیکھ کر ایک ہی وار میں شعبدہ باز
کا کام تمام کر دیا، اور کہا اب اپنے کو زندہ کرو، پھر یہ آیت تلاوت کی،

افتاتون السحر وانتم تبصرون، کیا تم دیدہ و دانستہ جادو کی باتیں سننے کو آتے ہو،

پھر کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا تھا کہ جادو کی سزا تلوار کی ایک ضرب ہے،
چونکہ انھوں نے خلافِ قانون قتل کیا تھا، اس لئے ولید نے گرفتار کر کے قید کر دیا، قید میں بھی
ان کا قدیم مشغلہ صوم و صلوٰۃ جاری رہا، جیلر نے ان کی عبادت سے متاثر ہو کر انھیں رہا کر دیا
اور وہ چھوٹ کر روم چلے گئے[3]

۲۵ حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی

نام و نسب حارث نام، باپ کا نام عمیر تھا، قبیلہ ازد سے نسبی تعلق تھا،

اسلام فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے،

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۳۰۶، [2] اصابہ ج اول ص ۲۶۱، [3] ایضاً،

سفارت اور شہادت، آنحضرت صلعم نے جب سلاطین اور امراء کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو ایک خط شرحبیل بن عمرو فرمانروائے بصریٰ کے نام بھی لکھا، اور حضرت حارثؓ کو اس کے پہنچانے کی خدمت سپرد ہوئی، یہ خط لیکر مقام موتہ پہنچے تھے کہ یہیں شرحبیل سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا کہاں جارہے ہو، حارث نے کہا شام، شرحبیل نے کہا تم کسی کے قاصد معلوم ہوتے ہو، انھوں نے کہا ہاں رسول اللہ کا قاصد ہوں، یہ سنکر اس نے حارث کی مشکیں کسوا کے قتل کر دیا، حارث تاریخِ اسلام میں سب سے پہلے قاصد ہیں، جسنے خدا کی راہ میں جامِ شہادت پیا، آنحضرت صلعم کو انکی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو سخت صدمہ ہوا، اور حارث کے خون کے انتقام کے لئے زید بن حارثہ کی سرکردگی میں ایک سریہ موتہ روانہ کیا، اسی میں حضرت زیدؓ اور جعفرؓ طیار وغیرہ شہید ہوئے تھے[1]،

۲۶ حضرت حارث بن نوفلؓ،

نام ونسب، حارث نام، باپ کا نام نوفل تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، حارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم قرشی ہاشمی، ان کے والد نوفل آنحضرت صلعم کے چچیرے بھتیجے تھے، اس رشتہ سے حارث آپ کے پوتے ہوئے،

اسلام، حضرت نوفلؓ غزوۂ خندق سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے، حارث بھی باپ کے ساتھ اسلام لائے، نوفل شرفِ ہجرت سے بھی سرفراز ہوئے لیکن حارث اس سے محروم رہے،

امارتِ جدہ، آنحضرت صلعم نے حارث کو جدہ کی امارت پر سرفراز فرمایا تھا، اس لئے وہ جنگ حنین میں شریک نہ ہو سکے، واقدی کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مکہ

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۵، ۲ ابن سعد حصہ مغازی میں اس کے تفصیلی واقعات ہیں [2] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۹

کی امارت پر مقرر فرمایا تھا، لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ عہد صدیقی میں بروایت صحیح مکہ کی امارت پر عتاب بن اسید مامور تھے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانہ میں حارث کو جدہ کی امارت سے معزول کردیا ایک روایت کی رو سے حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں پھر انھیں ان کے سابق عہدہ پر بحال کردیا تھا[1]

وفات۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ہی کے آخر عہد خلافت میں وفات پا گئے تھے، لیکن ابن سعد کے بیان کے مطابق حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انھوں نے وفات پائی، بصرہ میں گھر بنا لیا تھا، یہیں پیوندِ خاک ہوئے، انتقال کے وقت ستر سال کی عمر تھی[2]

ازواج واولاد۔ وفات کے وقت حسب ذیل بیویاں اور اولادیں چھوڑیں، بیویوں میں رملہ، ام زبیر، ریطہ اور ام حارث تھیں، لڑکوں میں سعید، محمد الاکبر، ربیعہ، عبدالرحمن، عیینہ، محمد الاصغر، حارث ابن حارث تھے،

۲۷۔ حضرت حارث بن ہشامؓ

نام ونسب۔ حارث نام، ابو عبدالرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قرشی مخزومی، حارث مشہور دشمنِ اسلام ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے،

قبل از اسلام۔ حارث مکہ کے رئیس اور بڑے مخیر اور فیاض آدمی تھے، صدہا غریبوں کی روٹی انکی ذات سے چلتی تھی، آنحضرت صلعم کو ان کے اسلام کی بڑی خواہش تھی، ایک مرتبہ ان کا ذکر آیا تو فرمایا حارث سردار ہیں، کیوں نہ ہو ان کے باپ بھی سردار تھے، کاش خدا انھیں اسلام کی ہدایت دیتا،[3] بدر میں ابوجہل کے ساتھ تھے، لیکن میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے، اور ابوجہل مارا گیا، انکی اس بزدلی پر حسان بن ثابت نے اشعار میں غیرت دلائی، انھوں نے اشعار ہی میں اس کی

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۳۵۱، [2] ابن سعد ج ۴ ص اول ص ۳۹، عمر کی تعیین اسد الغابہ میں ہے، [3] استیعاب ج اول ص ۱۱۷،

توجیہ آمیز معذرت کی، احد مین بھی مشرکین کے ہمراہ تھے،[1]

اسلام اور غزوات

فتح مکہ مین دوسرے سرداران قریش کی طرح مشرف باسلام ہوئے اسلام کے بعد سب سے پہلے غزوۂ حنین مین شریک ہوئے آنحضرت صلعم نے اس کے مال غنیمت مین سو اونٹ مرحمت فرمائے،[2]

سقیفۂ بنی ساعدہ،

حنین کے بعد مکہ لوٹ گئے لیکن آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت مدینہ ہی مین موجود تھے، چنانچہ جب سقیفۂ بنی ساعدہ مین مہاجرین اور انصار مین خلافت کے بارہ مین اختلاف ہوا تو حارث نے یہ صائب رائے ظاہر کی کہ خدا کی قسم اگر رسول اللہ نے الائمۃ من قریش نہ فرمایا ہوتا تو ہم انصار کو بے تعلق نہ کرتے کیونکہ وہ اس کے اہل ہین لیکن رسول اللہ کے فرمان مین کوئی شک و شبہہ نہین، اگر قریش مین صرف ایک شخص باقی ہوتا تو خدا اس کو خلیفہ بناتا،[3]

شام کی فوجکشی کے لئے تیاری اور اہل مکہ کا ماتم،

حضرت ابوبکرؓ نے جب شام پر فوج کشی کا عزم کیا تو تمام بڑے بڑے رؤسا کو اس مین شرکت کی دعوت دی حارث کو بھی ایک خط لکھا،[4] حارث حصول سعادت کے بہت سے مواقع کھو چکے تھے اس لئے تلافی مافات کے لئے فوراً آمادہ ہو گئے لیکن اون کی ذات تنہا نہ تھی وہ صدہا غریبون کا سہارا تھے، اس لئے مکہ ماتکدہ بن گیا، پروردگان نعمت زار زار روتے تھے سب با دیدۂ پرنم رخصت کرنے کو نکلے جب بطحا کے بلند حصے پر پہنچے تو رونے والون کی گریہ وزاری پر ان کا دل بھر آیا، اور ان الفاظ مین ان کی تشفی کی کوشش کی، لوگو خدا کی قسم مین اس لئے تم لوگون سے نہین جدا ہو رہا ہون کہ مجھکو تمھارے مقابلہ مین کوئی ذاتی منفعت مقصود ہے، یا تمھارے شہر کے مقابلہ مین دوسرا شہر پسند ہے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۱۰، [2] اسد الغابہ ج اول ص ۱۵۳، [3] اصابہ ج اول ص ۳۰۷،

[4] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۴۶

بلکہ ایک اہم معاملہ پیش آگیا ہے، اس مین قریش کے بہت سے ایسے اشخاص شریک ہو چکے ہین
جو تجربہ اور خاندانی اعزاز کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہین رکھتے اگر ہم نے اس زرین موقع کو چھوڑ دیا
تو اگر مکہ کے تمام پہاڑ سونے کے ہو جائین اور اُن سب کو ہم خدا کی راہ مین لٹا دین تب بھی اس کے
ایک دن کے برابر اجر نہین پا سکتے، اُنلوگون کے مقابلہ مین اگر ہم کو دنیا نہ ملی تو کم از کم آخرت کے
اجر مین تو شریک ہو جائین، ہمارا یہ نقل مکان خدا کے لئے اور شام کیطرف ہے[1]

جہاد اور شہادت، غرض اس ولولہ اور جوش کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے اور فحل اور
اجنادین کے معرکون مین داد شجاعت دی[2] اس سلسلہ جنگ مین یرموک کا معرکہ نہایت
زبردست تھا، اس مین جب ابتدا مین مسلمانون کے پاؤن اکھڑے تو بہت سے مسلمان شہید
ہو گئے، حارث بھی سخت زخمی ہوئے، دم واپسین پیاس کا غلبہ ہوا پانی مانگا، فوراً پانی لایا گیا
پاس ہی ایک دوسرے زخمی مجاہد تشنہ لب پڑے تھے، فطری فیاضی نے گوارا نہ کیا کہ ان کو
پیاسا چھوڑ کر خود سیراب ہون، چنانچہ پانی ان کی طرف بڑھوا دیا، ان کے پاس ایک تیسرے
زخمی اسی حالت مین تھے، اس لئے انھون نے انکی طرف بڑھا دیا، ان کے پاس پانی پہنچنے بھی
نہ پایا تھا کہ دم توڑ دیا، غرض تینون تشنہ کامان حق تشنہ حوض کوثر پر پہنچ گئے[3]

اولاد، شہادت کے وقت ایک لڑکا عبدالرحمن یادگار چھوڑا، خدا نے اس کی نسل مین بڑی
ترقی دی، اور خوب پھلی پھولی[4]

عام حالات، فیاضی، سیر چشمی اور غربا پروری کے مناظر اوپر دیکھ چکے دوسرے فضائل ابن
عبدالبر کی زبان سے سنو وہ لکھتے ہین کہ حارث فضلا اور خیار صحابہ مین تھے، عموماً مؤلفۃ القلوب

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۳۵۲ و استیعاب ج اول ص ۱۱۸، [2] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۶، [3] اسد الغابہ
ج اول ص ۳۵۱، [4] اصابہ ج اول ص ۳۰۷،

مسلمانون کے دلون مین اسلام راسخ نہ تھا، لیکن حضرت حارثؓ اس سے مستثنیٰ تھے، وہ ان مؤلفۃ القلوب مین تھے جو سچے مسلمان تھے، اور قبولِ اسلام کے بعد اون مین کوئی قابلِ اعتراض بات نہ دیکھی گئی[۱]

۲۸ حضرت حجر بن عدیؓ

نام ونسب، حجر نام، خیر لقب، کندہ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے، حجر بن عدی بن معاویہ بن حارث بن عدی بن ربیعہ بن معاویۃ الاکبر بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندہ کندی،

اسلام، اگرچہ اون کے زمانۂ اسلام کی تعیین مین ارباب سیر خاموش ہین، لیکن اغلب یہ ہے کہ سنہ ۹ھ مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے ہون گے، کیونکہ اسی سنہ مین کندہ کا وفد مدینہ آیا تھا[۲] اس مین حجر بھی تھے[۳]

عہد فاروقی، حجر بہت آخر مین اسلام لائے اس لئے عہدِ نبوی مین شرفِ جہاد سے محروم رہے سب سے اول فاروقی عہد مین میدانِ جہاد مین قدم رکھا، چنانچہ ایران کی فتوحات مین مجاہدانہ شریک ہوئے، قادسیہ کے مشہور معرکہ مین موجود تھے[۴] قادسیہ کے بعد مدائن کی فتح مین بھی نظر آتے ہین، مدائن کی تسخیر کے بعد جب یزدگرد نے جلولاء مین فوجین جمع کین تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس کے مقابلہ کے لئے ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی مین ایک فوج روانہ کی، حجر اس فوج کے میمنہ کے افسر تھے[۵]، ان مجاہدون نے یزدگرد کا نہایت کامیاب مقابلہ کیا اور اسے جلولاء سے بھی بھاگنا پڑا،

۱؎ استیعاب ج اول ص ۱۱۷، ۲؎ زاد المعاد ج ۲ ص ۳۱، ۳؎ اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۵، ۴؎ ایضاً،

۵؎ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷۳،

عہدِ مرتضوی | جنگِ جمل و صفین مین حضرت علیؓ کے پرجوش حامیون مین تھے، شروع سے آخر تک اون کے ساتھ رہے، جنگِ جمل سے پہلے جب حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو کوفیون کی مدد حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا تو حجر ہی کی تحریک پر ۹۶۵۰ اہل کوفہ حضرت علیؓ کی حمایت پر آمادہ ہوئے تھے، اس کے بعد جنگِ جمل مین حضرت علیؓ نے حجر کو کندہ حضرموت قضاعہ اور مہرہ کے قبائل کا افسر بنایا[۵]

جنگِ جمل کے بعد صفین کا معرکہ پیش آیا، اوس مین بھی حجر نے بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا، امیر معاویہ کے سخت دشمن تھے اور ان پر علانیہ سب و شتم کرتے تھے، میدانِ جنگ مین ایک شامی جوان حجر الشر کے مقابلہ مین آئے اور زخمی ہوکر گھوڑے کی پیٹھ سے گرے[۵۲]

جنگِ صفین کے بعد جب نہروان مین خارجیون پر فوج کشی ہوئی تو میمنہ کی قیادت پر حجر مقرر ہوئے[۵۳] غرض شروع سے آخر تک برابر حضرت علیؓ کے دست و بازو رہے، آپ کی شہادت کے بعد بھی حجر کی فدویت اور جان نثاری مین فرق نہ آیا، اور وہ اسی طرح جناب امیر کے خلف الصدق حضرت امام حسنؓ کے حامی اور خیر خواہ رہے، چونکہ حجر امیر معاویہ کو برسرِ حق نہین سمجھتے تھے، اس لئے حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد فرط خیر خواہی مین حجر کی زبان سے ایسے نازیبا کلمات نکل گئے، جس سے حضرت حسنؓ کو تکلیف پہنچی، اُنھون نے کہا یا ابن رسول اللہؐ کاش مین یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہتا، آپ نے ہم کو عدل سے ہٹا کر جور کے راستہ پر ڈال دیا، اور ہم راہ حق کو چھوڑ کے باطل کے راستہ پر آگئے جس سے بھاگتے تھے، حضرت حسنؓ نے انھین سمجھا بجھا کر خاموش کیا[۵۴]

گرفتاری | جیسا کہ اوپر کے واقعات سے معلوم ہوا ہوگا، حجر امیر معاویہ کے سخت مخالف تھے لیکن

---

[۵۱] اخبار الطوال ص ۱۴۴ و ۱۵۵، [۵۲] ایضاً، [۵۳] ایضاً ص ۲۲۳ [۵۴] ابن اثیر،

حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد خاموش ہوگئے تھے، مگر امیر معاویہ نے جب زیاد کو عراق کا والی بنایا تو اوس کی تند خوئی اور بد اخلاقی کی وجہ سے اس مین اور حجر مین مخالفت شروع ہوگئی، ایک دن زیاد جامع کوفہ مین تقریر کررہا تھا، اور نماز کا وقت آخر ہورہا تھا، حجر اور ان کے ساتھیون نے زیاد کو متنبہ کرنے کے لئے اس پر کنکریان پھینکین زیاد نے بڑی حاشیہ آرائی کیساتھ بڑھا چڑھا کر اون کی شکایت لکھ بھیجی کہ یہ لوگ عنقریب ایسا رخنہ ڈالین گے کہ اوس پر پیوند نہ لگ سکیگا، اور بہت سے لوگون نے اون کے خلاف شہادت دی، اس لئے امیر معاویہ نے اون کو بلا بھیجا، چنانچہ حجر اور دوسرے گیارہ آدمی پا بجولان شام روانہ کئے گئے، امیر معاویہ نے اون مین سے چھ آدمیونکو رہا کردیا، اور چھ کو جنمین ایک حجرؓ تھے قتل کا حکم دیا[1]

نماز کی مہلت جب جلاد مقتل کی طرف لے چلے تو حجر نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، مہلت دی گئی، نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ اگر لمبی لمبی رکعتین پڑھنے مین اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ تم لوگ گمان کروگے کہ مین نے خوف سے نماز کو طول دیا ہے، تو لمبی رکعتین پڑھتا، اگر میری گذشتہ نمازین اس قابل نہین ہین کہ مجھے فائدہ پہنچا سکین تو یہ دونون کیا فائدہ پہنچا سکتی ہین، پھر یہ وصیت کی کہ میری بیڑیان نہ اتارنا، اور خون نہ دھونا کہ مین اسی حالت مین معاویہ سے پل صراط پر ملونگا،[2]

قتل وصیت وغیرہ کے بعد جلاد نے وار کیا اور ایک کشتۂ ستم خاک وخون مین تڑپنے لگا، یہ واقعہ ۵۱ھ مین پیش آیا،

حجر کا قتل معمولی واقعہ نہ تھا، اپنے خاندانی اعزاز اور حضرت علیؓ کی حمایت کی وجہ سے کوفہ مین بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اس لئے اہل کوفہ مین بڑی برہمی پیدا

[1] استیعاب ج اول ص ۱۳۷، و اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۶ [2] ایضاً،

ہوگئی، معززین کوفہ حضرت حسنؓ کے پاس فریاد لیکر پہنچے، آپ بیحد متاثر ہوئے لیکن معاویہ کی بیعت کر چکے تھے اس سے مجبور ہوگئے،

اہل بیت نبوی مین بھی حجر کی بڑی وقعت تھی، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے جس وقت اون کی گرفتاری کی خبر سنی تھی، اسی وقت انھون نے عبد الرحمن بن حارث کو معاویہ کے پاس دوڑایا تھا کہ وہ حجر اور اون کے رفقار کے معاملہ مین خدا کا خوف کرین لیکن یہ اسوقت پہنچے جب حجر قتل ہو چکے تھے، پھر بھی انھون نے امیر معاویہ کو بڑی ملامت کی، امیر معاویہ نے جواب دیا مین کیا کرتا زیاد نے اون کی بڑی شکایات لکھی تھین، اور لکھا تھا کہ عنقریب یہ لوگ ایسا رخنہ پیدا کرینگے جس مین پیوند نہ لگ سکیگا[۱]،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو خبر ہوئی تو زار زار رونے لگے، خود امیر معاویہ کے آدمیون نے اس قتل کو پسندیدگی کی نظر سے نہین دیکھا، چنانچہ ربیع بن زیاد حارثی گورنر خراسان نے سنا تو اس درجہ متاثر ہوئے کہ دعا کی کہ "خدایا اگر تیرے یہان ربیع کے لئے بھلائی ہو تو اس کو جلد بلا لے" معلوم نہین یہ دعا کس دل سے نکلی تھی کہ سیدھی باب اجابت پر پہنچی اور ربیع کو خدا نے بہت جلد بلا لیا[۲]،

حضرت عائشہؓ کو بڑا صدمہ تھا، چنانچہ اسی سال جب معاویہ حج کو گئے اور زیارت کے لئے مدینہ حاضر ہوئے اور حضرت عائشہؓ کی خدمت مین گئے تو انھون نے کہا معاویہ تم کو اس کا خوف نہین معلوم ہوا کہ مین کسی شخص کو اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے خون کا بدلہ لینے کے لئے چھپا دیتی، عرض کی مین بیت الامان مین آیا ہون، فرمایا تم کو حجر اور اون کے ساتھیون کے قتل کے بارہ مین خدا کا خوف نہین معلوم ہوا، عرض کیا، ان کو اون لوگون نے قتل کیا جنھون نے

---

[۱] استیعاب ج اول ص ۱۴۷ و اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۶، [۲] اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۶،

اون کے خلاف شہادت دی[1]

اولاد، حجر کے دو لڑکے تھے عبد الرحمن اور عبد اللہ لیکن یہ دونون عبد اللہ بن زبیر اور امویون کی ہنگامہ آرائیون مین مصعب کے ہاتھون قتل ہو گئے[2]

فضل وکمال، حجر اپنے خاندانی اعزاز و مرتبہ کے علاوہ صحابۂ کرام کی جماعت مین بھی ممتاز اور بلند پایہ شخصیت رکھتے تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین :-

کان من فضلاء الصحابۃ و	یعنی حجر فضلائے صحابہ مین تھے اور اپنی صغرسنی
صغر سنہ عن کبارھم،	کے باوجود بڑون مین شمار ہوتے تھے[3]

مشہور تابعی محمد بن سیرین سے جب قتل سے پہلے کی نفل پڑھنے کے بارہ مین پوچھا جاتا تو کہتے کہ یہ دو رکعتین خبیب اور حجر نے پڑھی ہین، اور یہ دونون فاضل تھے[4]

۲۶- حضرت حسیل بن جابرؓ

نام ونسب، حسیل نام، باپ کا نام جابر تھا، نسب نامہ یہ ہے حسیل بن جابر بن یمان بن حارثہ بن قطیعہ بن عبس بن بغیض عبسی،

حسیل اپنے دادا یمان کے نام سے مشہور ہین، یمان ان کے دادا کا عرفی نام تھا، اصل نام جروہ تھا، یمان کی شہرت کا سبب یہ ہے کہ انھون نے اپنے قبیلہ مین ایک خون کیا تھا اور بھاگ کر مدینہ آگئے تھے اور بنی عبد الاشہل کے حلیف ہو گئے تھے، چونکہ یمنی تھے اس لئے اون کے حلیف انھین یمانی کہنے لگے[5]

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۳۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۶۸، [3] استیعاب ج اول ص ۱۳۷،

[4] ایضاً، [5] ایضاً ص ۱۴۰،

اسلام و غزوات، آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد ہی شرف اسلام سے مشرف ہوئے، بدر کے موقعہ پر حسیل اور اون کے صاحبزادے حذیفہ اس مین شرکت کے لئے آرہے تھے، سوء اتفاق سے کفار قریش کے ہاتھون پڑ گئے، ان لوگون نے کہا تم دونون محمد کے پاس جارہے ہو، انھون نے کہا نہین ہم مدینہ جارہے ہین، قریشیون نے کہا اچھا خدا کو درمیان مین دیکر عہد کرو کہ جنگ مین شریک نہ ہوگے اور مدینہ جاکر لوٹ آؤگے، چونکہ اوس وقت قریش کے پنجہ مین تھے، اس لئے عہد کرلیا، اور مدینہ آکر آنحضرت صلعم کو اس کی اطلاع دی، آپنے فرمایا لوٹ جاؤ اور عہد پورا کرو[1]،

شہادت، بدر کے بعد احد کا معرکہ ہوا حسیل اسمین شریک ہوئے لیکن بہت ضعیف ہوچکے تھے لڑنے کی طاقت نہ تھی، اس لئے یہ اور ایک دوسرے ضعیف العمر بزرگ حضرت ثابت بن وقش عورتون اور بچون کے ساتھ تھے، لیکن اس ضعف پیری مین بھی جوش جہاد نے گوشہ مین نہ بیٹھنے دیا، اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب ہم کو کس چیز کا انتظار ہے، خدا کی قسم ہماری عمر ہی کتنی باقی ہی آج نہ مرے تو کل مرنا ہی، چلو تلوار سنبھال کر رسول اللہ صلعم کے پاس چلین شاید خدا خلعت شہادت سے سرفراز فرمائے، چنانچہ دونون بزرگ تلوارین لیکر میدان کارزار مین پہنچے، ثابت بن وقش کو مشرکین نے شہید کردیا، حسیل کو مسلمانون نے نہ پہچانا اور غلطی سے تلوارین لیکر ٹوٹ پڑے ان کے لڑکے نے پہچان کر، میرے والد میرے والد کی صدا لگائی لیکن حسیل کا کام تمام ہوچکا تھا، اسطرح شہادت کی تمنا پوری ہوگئی، انکے بیٹے حذیفہ نے دعا کی کہ خدا غلطی سے قتل کرنے والون کو معاف کرے وہ بڑا رحمت والا ہی، آنحضرت صلعم نے دیت دینی چاہی لیکن حذیفہؓ کی حمیت نے اسے لینا گوارا نہ کیا، اور مسلمانون پر صدقہ کردیا[2]،

---

[1] مسلم کتاب الجہاد والسیر باب الوفا بالعہد، [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ اول ص ۱۳، ۱۴ حاکم نے مناقب مین یہ واقعہ خفیف تغیر کیساتھ لکھا ہی،

۳۰۔ حضرت حکمؓ بن حارث

نام ونسب | حکم نام، باپ کا نام حارث، نسباً سلمی تھے،

اسلام | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد کئی غزوؤں مین آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک جہاد ہوئے، غزوۂ حنین مین مقدمۃ الجیش مین تھے، راستہ مین ایک مقام پر اون کی اونٹنی بیٹھ گئی، اسکو مار کر اٹھانا چاہتے تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے تو روکا، اور جھڑک کر اونٹنی کو اٹھا دیا[1]،

وفات | بصرہ آباد ہونے کے بعد مدینہ سے یہان منتقل ہو گئے، وفات کا زمانہ متعین نہین ہے، مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میری قبر پر پانی چھڑک کر قبلہ رو میرے لئے دعا کرنا[2]،

سرمایہ داری کی مخالفت | اسلام نے سرمایہ داری کی سخت مخالفت کی ہے اس لئے حکم نے کبھی روپیہ نہین جمع کیا، ان کے بھتیجے کا بیان ہے، کہ میرے چچا کو دو ہزار وظیفہ ملتا تھا جب وہ ملتا تو اپنے لڑکے کو حکم دیتے کہ جا کر اسے خرچ کر دو مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جس نے ایک دینار چھوڑا اس پر ایک داغ ہوگا، اور جس نے دو چھوڑے اوس پر دو داغ ہون گے[3]،

۳۱۔ حضرت حکمؓ بن عمرو غفاری،

نام ونسب، | حکم نام، باپ کا نام عمر تھا نسب نامہ یہ ہے، حکم بن عمرو بن مجدع بن حذیم بن حارث ابن ثعلبہ بن ملیک بن ضمرہ بن بکر بن مناۃ بن کنانہ،

---

[1] ابن سعد ج ۷ ص ۴۲ ق ۱ ص ۵۴، [2] اصابہ ج ۲ ص ۲۶، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱،

اسلام: ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین کیا جاسکتا کیسوقت آنحضرت صلعم کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، اور اسلام لانے کے بعد آپ کے دامن سے وابستہ ہوگئے، پھر بصرہ آباد ہونے کے بعد یہاں بود وباش اختیار کرلی[1]

جنگ صفین سے کنارہ کشی: شیخین کے بعد مسلمانون مین بڑی خانہ جنگیان ہوئین لیکن حکم نے کسی مین حصہ نہ لیا، جنگ صفین مین حضرت علیؓ نے کہلا بھیجا کہ اس جنگ مین تم پر ہماری امداد کا زیادہ حق ہے، حکم نے جواب دیا، کہ مین نے اپنے دوست اور آپ کے ابن عم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب ایسا اور اس قسم کا کوئی معاملہ پیش آئے تو لکڑی کی تلوار بنا لینا[2]

امیر معاویہ کے زمانہ مین زیاد نے ان کو خراسان کا گورنر بنانا چاہا انھون نے اسکو قبول کرلیا، اور نہایت ایمانداری اور سچائی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دینے لگے لیکن جب کبھی اسلامی اصول اور حکومت کے اصول مین مقابلہ ہوجاتا تو حکم حکومت کے اصول کو نہایت بے پروائی کے ساتھ ٹھکرا دیتے خراسان کی گورنری کے زمانہ مین کسی جنگ مین بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا، زیاد نے لکھ بھیجا کہ امیر المومنین کا فرمان آیا ہے کہ سونا چاندی اون کے لئے محفوظ کرلیا جائے اس لئے سونا چاندی لوگون مین تقسیم نہ کرنا، چونکہ یہ حکم اسلامی اُصول کے خلاف تھا، اس لئے انھون نے نہایت صاف جواب لکھا،" السلام علیک، امابعد تمھارا خط جسمین تم نے امیر المومنین کے حکم کا حوالہ دیا ہے، ملا، لیکن امیر المومنین کے مکتوب کے قبل مجھکو اللہ کی کتاب مل چکی ہے (یعنی مال غنیمت مین عام مجاہدین کا بھی حصہ ہے،) خدا کی قسم اگر کسی بندہ کو آسمان و زمین گھیر لین اور وہ خدا سے ڈرتا ہو تو وہ اوس کی رہائی کا ضرور کوئی نہ کوئی سامان کردیگا، (یعنی اس عدول حکمی پر جو عین حکم خدا کے مطابق ہے تم مجھے کوئی نقصان نہین پہنچا سکتے) یہ جواب لکھکر مجاہدین کو حکم دیا کہ

[1] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۱۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۴۲

اپنا اپنا حصہ لے لو۔[1]

گو انھون نے خراسان کی گورنری قبول کر لی تھی، لیکن اس زمانہ کے محدثات سے کبھی متاثر نہ ہوئے، بلکہ ہمیشہ نالان رہے، خدا سے دعا کرتے رہتے کہ، خدایا اگر تیرے یہان میرے لئے بھلائی ہے تو مجھکو بلالے[2] ایک مرتبہ کہہ رہے تھے کہ اے طاعون مجھکو اُٹھالے، کسی نے کہا آپ ایسی دعا کیون کرتے ہین، جب کہ آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد موجود ہے، کہ ہم لوگون کو کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرنی چاہیئے، فرمایا جو کچھ تم نے سنا ہے، وہ مین نے بھی سنا ہے لیکن مین چاہتا ہون کہ چھ چیزون کے دیکھنے سے پہلے دنیا سے اُٹھ جاؤن، حکم (فیصلہ) کی تجارت، پولیس کی کثرت، نو عمر لڑکون کی حکومت، خون ریزی، قطع رحم، اور ایسی نسل جو قرآن کو مزامیر بنائیگی،[3]

وفات خدا نے اون کی دعا قبول کی اور ایسے وقت آنے سے پہلے ہی امیر معاویہ کے عہد خلافت مین سنہ ۵۰ھ مین خراسان مین وفات پا گئے[4] آخر عمر مین بال پک گئے تھے، مہندی کا خضاب لگاتے تھے،[5]

فضل وکمال فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی لائق ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے، تاہم اون کی روایت سے حدیث کی کتابین بالکل خالی نہین ہین، ابو الشعثا اور حسن نے اون سے روایت کی ہے،[6]

---

[1] ابن سعد ج، ق اول ص ۱۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۴۳، [3] ابن سعد ج، ق اول ص ۱۸،
[5] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۶۷، [6] تہذیب الکمال، ص ۸۹،

۳۲۔ حضرت حکم بن کیسانؓ

نام ونسب، حکم نام، باپ کا نام کیسان تھا، ابو جہل کے والد مغیرہ کے غلام تھے،

گرفتاری، بدر سے واپسی کے بعد آنحضرت صلعم نے قریش کے کاروان تجارت کے نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لئے عبد اللہ بن جحش کی سرکردگی مین ایک دستہ بھیجا تھا، کھجور کے ایک باغ کے پاس دونون مین مڈبھیڑ ہوئی، حکم قریش کے قافلہ کیساتھ تھے، مسلمانون نے انھین گرفتار کر لیا[1]، اور گرفتار کرکے آنحضرت صلعم کی خدمت مین لے آئے قریش نے اون کے چھڑانے کے لئے فدیہ بھیجا لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قریش کے ہاتھون مین اسیر تھے، اس لئے رسول اللہ صلعم نے فدیہ قبول کرنے سے انکار کردیا، اور حکم فرمایا جب تک سعد بن ابی وقاصؓ واپس نہ آئین گے اس وقت تک تم نہین چھوڑ سکتے،

اسلام، اس گفتگو کے دوسرے دن سعد بن ابی وقاصؓ آگئے، اب حکم کی رہائی مین کوئی رکاوٹ باقی نہ تھی، لیکن جب آزادی کا موقع آیا تو اسلام کی غلامی کا طوق گردن مین ڈال کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین رہنے لگے،

شہادت، قبول اسلام کے بعد جہاد فی سبیل اللہ مین مشغول ہوگئے، اور بیر معونہ کے معرکہ مین جام شہادت پیا[3]،

---

[1] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۳۴۴، [2] ایضاً ص ۳۴۶، [3] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۰۱

۳۳- حضرت حمزہ بن عمروؓ

نام ونسب | حمزہ نام ابوصالح کنیت نسب نامہ یہ ہے، حمزہ بن عمرو بن عویمر بن حارث الاعرج ابن سعد بن زراح بن عدی بن سہل بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم بن افصی ابن حارثہ اسلمی،

اسلام | فتح مکہ یا اوس کے بعد مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد سب سے اول غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے[1]

آنحضرت صلعم کی رضاجوئی صحابۂ کرام کے لئے سب سے بڑی دولت تھی، وہ نہ صرف اپنے لئے اس دولت کے حصول پر بلکہ دوسرون کے حصول سعادت پر بھی وفور مسرت سے معمور ہوجاتے تھے، ایک صحابی حضرت کعبؓ بن مالک انصاری غزوۂ تبوک مین نہ شریک ہوسکتے تھے، بہت سے منافق بھی جو ہمیشہ ایسے موقع پر پہلوتہی کرجاتے تھے، تبوک مین شریک نہ ہوئے، اور آنحضرت صلعم کے تبوک سے واپس تشریف لانے کے بعد آپ سے جھوٹی معذرت کرلی، آپ نے اون کی معذرت قبول کرلی، کعب ایک راسخ العقیدہ اور سچے مسلمان تھے، اس لئے وہ اپنی کوتاہی پر حقیقۃً بہت نادم اور شرمسار تھے، انھون نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر صحیح صحیح واقعہ بیان کردیا، آپ نے اون کی معذرت بھی قبول فرمالی لیکن وحی الٰہی کی شہادت تک عام مسلمانون کو انکے ساتھ ملنے جلنے سے منع کردیا، حتی کہ اون کی بیوی کو بھی ممانعت ہوگئی، اور کعب چند دنون تک نہایت حزن وملال کی زندگی

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۴،

بسر کرتے رہے، جب اون کی صفائی مین وحی نازل ہوئی تو صحابہ کی جماعت مین مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ کعب کو یہ مژدہ سنانے کے لئے چارون طرف سے دوڑ پڑے، حمزہؓ اس قدر مسرور تھے، کہ سب سے پہلے اپنی زبان سے براءت کا مژدہ سنانا چاہتے تھے، اس لئے پہاڑی پر چڑھ گئے اور وہین سے چلا کر کعب کو یہ مژدہ سنایا، چنانچہ سب سے پہلے اونھین کی زبان نے کعب کے کانون تک براءت کی خوشخبری پہنچائی تھی پھر پہاڑی سے اتر کر اطمینان سے کعب کے پاس گئے، کعب اس مژدہ پر اس قدر مسرور ہوئے کہ اپنا لباس اتار کر حمزہ کو پہنا دیا،[1]

فتوحات شام | عہد فاروقی مین شام کی فوج کشی مین شریک ہوئے، چنانچہ اجنادین کی فتح کا مژدہ یہی لائے تھے،[2]

وفات | ۶۱ھ مین ۷۱ سال کی عمر مین وفات پائی،[3]

فضل وکمال | گو علمی حیثیت سے حمزہ کا کوئی خاص پایہ نہین ہے، تاہم اون سے ۹ حدیثین مروی ہین، اون سے روایت کرنے والون مین اون کے لڑکے محمد اور سلیمان بن یسار قابل ذکر ہین،[4]

روزون سے شغف | حضرت حمزہؓ کو روزون سے غیر معمولی شغف تھا، سفر مین بھی افطار کرنا اون کے لئے شاق تھا، چنانچہ آنحضرت صلعم سے سفر کے روزہ کے بارے مین پوچھا، آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے چاہے رکھو چاہے افطار کرو،[5]

---

[1] فتح الباری کتاب المغازی غزوۂ تبوک حدیث کعب بن مالک، [2] تہذیب الکمال ص ۹۳، [3] استیعاب ج اول ص ۱۰۵، [4] تہذیب الکمال ص ۹۳، [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۰،

۴۳۔ حضرت حنظلہؓ بن ربیع

نام ونسب | حنظلہ نام، ابو ربعی کنیت، نسب نامہ یہ ہے، حنظلہ بن ربیع بن صیفی بن ریاح بن حارث ابن مخاشن بن معاویہ بن شریف بن جروہ بن اسید بن عمرو بن تمیم تمیمی،

اسلام، | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہیں بتایا جاسکتا لیکن قیاس یہ ہے کہ آغازِ دعوتِ اسلام مین اس شرف سے مشرف ہوئے ہونگے اسلئے کہ اسی زمانہ مین ادن کے گھرانے مین اسلام کا اثر ہوا تھا، اون کے چچا اکثم بن صیفی عرب کے مشہور حکیم تھے، آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے وہ آپ کے ظہور کی خبر دیتے تھے، بعثت نبوی کے وقت اون کی عمر ۱۹۰ سال کی تھی، جب اہمین بعثت کی اطلاع ہوئی تو انھون نے آنحضرت صلعم کو ایک خط لکھا، آپ نے ادس کا جواب مرحمت فرمایا، اکثم اس جواب سے بہت مسرور ہوئے اور اپنے قبیلہ کو جمع کرکے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہونے اور آپ پر ایمان لانے کی ترغیب دی، لیکن مالک بن نویرہ نے درمیان مین پڑکر سب کو منتشر کردیا، جب لوگ منتشر ہوگئے، تو اکثم نے اپنے لڑکے اور جن جن لوگون نے ان کا کہنا مانا سب کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا، لیکن سوے اتفاق سے آپ تک کوئی نہ پہنچ سکا[۱] قیاس یہ ہے کہ اسی زمانہ مین حنظلہ بھی ایمان لائے ہون گے اسلام کے بعد مراسلاتِ نبویؐ کی کتابت کا عہدہ سپرد ہوا[۲]

غزوات | کسی خاص غزوہ مین اون کی شرکت کی تصریح نہین ملتی لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے

۱؎ استیعاب ج اول ص ۱۰۶، ۲؎ اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۶،

کہ جہاد فی سبیل اللہ کے شرف سے محروم نہ رہے تھے، چنانچہ بیان کرتے تھے کہ ہم لوگ بعض غزوات میں شریک ہوئے تھے اس میں ایک مقتولہ عورت کی طرف سے گذر ہوا لوگ جمع ہوکر اسے دیکھنے لگے اتنے میں رسول اللہ صلعم تشریف لائے، لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا، آپ نے لاش دیکھکر فرمایا کہ یہ تو لڑتی نہ تھی، پھر ایک شخص کو خالد بن ولید کے پاس بھیجا کہ جاکر کہدو کہ رسول اللہ صلعم بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع کرتے ہیں[1]،

غزوۂ طایف سے قبل آنحضرت صلعم نے انھیں بنی ثقیف کے پاس سفیر بناکر بھیجا کہ وہ لوگ صلح پر آمادہ ہیں یا نہیں[2]،

قادسیہ کی جنگ میں شرکت، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قادسیہ کی مشہور جنگ میں شریک ہوئے[3]،

کوفہ کا توطن اور وفات کوفہ آباد ہونے کے بعد یہاں بود و باش اختیار کرلی، پھر جنگ جمل کے بعد قرقیسیا میں منتقل ہوگئے اور یہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی[4]،

فضل و کمال آنحضرت صلعم کے منشی تھے، آپ کے مراسلات وغیرہ لکھا کرتے تھے اسلئے کاتب ان کے نام کا جزو ہوگیا تھا، ان کی ۸ روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان کے رواۃ میں یزید بن شخیر اور ابوعثمان نہدی قابل ذکر ہیں[5]،

صفائی قلب اور قوت ایمانی، حنظلہ کی قوت ایمانی اور صفائی قلب کا اس واقعہ سے اندازہ کیجئے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے خطبہ دیا اور اس طرح جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا کہ جنت و دوزخ کے مناظر آنکھوں کے سامنے آگئے، حنظلہ بھی اس خطبہ میں تھے، یہاں سے اٹھکر گئے تو فطرت انسانی کے مطابق تھوڑی دیر میں سب مناظر بھول گئے اور بال بچوں میں پڑکر ہنسنے بولنے لگے، لیکن پھر فوراً

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۸، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۶، [3] اصابہ ج ۲ ص ۴۳، [4] ایضاً،
[5] تہذیب الکمال ص ۹۶،

تنبہ ہوا عبرت پذیر دل نے ٹوکا کہ اتنی جلد سبق فراموش ہوگیا، اسی وقت روتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا خیر ہے، کہا ابوبکر حنظلہ منافق ہوگیا، ابھی ابھی رسول اللہ صلعم کے خطبہ مین جنت و دوزخ کا منظر دیکھ کر گھر آیا، اور آتے ہی سب کو بھلا کر بیوی بچون اور مال و دولت کی دلچسپیون مین مشغول ہوگیا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، میرا بھی یہی حال ہے، چلو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین چلین، چنانچہ دونون خدمت نبوی مین پہنچے آپ نے دیکھ کر پوچھا حنظلہ کیا ہے عرض کی یا رسول اللہؐ حنظلہ منافق ہوگیا، آپ نے جس وقت جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ دونون نگاہون کے سامنے ہین خطبہ سنکر گھر گیا تو سب بھلا کر، بیوی اور مال و جائداد مین مصروف ہوگیا، یہ سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا حنظلہ اگر تم لوگ اسی حالت پر ہمیشہ قائم رہتے جس حالت مین میرے پاس سے اٹھ کر گئے تھے، تو ملائکہ آسمانی تمھارے جلسہ گاہون تمھارے راستون اور تمھارے بسترون پر تم سے مصافحہ کرتے، لیکن حنظلہ ان چیزون کا اثر گھڑی دو گھڑی رہتا ہے[1]،

۳۵ - حضرت حویطبؓ بن عبدالعزیٰ

نام و نسب حویطب نام، ابو محمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے حویطب بن عبدالعزیٰ بن ابوقیس بن عبدود ابن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی،

قبل از اسلام ظہور اسلام کے وقت ۶۰ سال کی عمر تھی، دعوت اسلام کے آغاز ہی سے حویطب اسلام کی طرف مائل تھے کئی مرتبہ قبول اسلام کا قصد کیا، مگر ہر مرتبہ مشہور دشمن اسلام ابوالحکم بن امیہ نے غیرت دلا کر روکا کہ نیا مذہب قبول کرکے اپنے قومی وقار اور آبائی مذہب سے دستبردار

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۸۰، و اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۷، دونون کے بیان مین خفیف سا اختلاف ہے،

ہو جاؤ گے؟[1]

بدر مین مشرکین کے ساتھ تھے، صلح حدیبیہ کی کارروائی مین شروع سے آخر تک شریک رہے، معاہدۂ حدیبیہ مین بھی شاہد تھے، یہ سب کچھ تھا لیکن حویطب کو اس کا پورا یقین تھا کہ قریش کبھی آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین کامیاب نہ ہون گے، صلح حدیبیہ مین اس کا اظہار بھی کیا کہ قریش کو محمد سے برا ہی دیکھنا نصیب ہوگا، عمرۃ القضا کے موقع پر جب قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کے مطابق ۳ دن کے لئے مکہ خالی کردیا، اس وقت حویطب اور سہیل بن عمرو مکہ ہی مین رہ گئے تھے، تاکہ ۳ دن کے بعد مسلمانون سے مکہ خالی کرالین، چنانچہ تین دن کے بعد رسول اللہ صلعم سے کہا کہ از روے معاہدہ تمھارے قیام کی مدت ختم ہوچکی اس لئے اب تمکو مکہ خالی کر دینا چاہئے، اون کے کہنے پر آنحضرت صلعم نے اعلان فرمادیا کہ غروب آفتاب تک کوئی مسلمان مکہ مین باقی نہ رہے،[2]

فتح مکہ کے بعد جب مشرکین کی قوتین ٹوٹ گئین تو حویطب بہت گھبرائے اور اپنے اہل وعیال کو محفوظ مقامات مین پہنچادیا، انھین پہنچا کر واپس ہورہے تھے کہ عوف کے باغ کے پاس اون کے پرانے رفیق اور یار غار مسیح الاسلام حضرت ابوذر غفاری آتے ہوئے دکھائی دیئے، حویطب انھین دیکھکر خوف سے بھاگے، حضرت ابوذر نے آواز دی، حویطب نے کہا تمھارے نبی آگئے! حضرت ابوذر نے فرمایا تو؟ حویطب نے کہا خوف وہراس، حضرت ابوذر نے کہا، خوف دل سے نکال دو، تم خدا کی امان مین مامون ہو، ان تشفی آمیز کلمات سے حویطب کو اطمینان ہوا، اور ابوذر کے پاس جاکر اطمینان کے ساتھ سلام کیا، ابوذر نے کہا، اپنے گھر چلو، حویطب نے کہا گھر تک پہنچ بھی سکتا ہون، مجھکو ڈر ہے کہ گھر پہنچنے سے پہلے ہی کوئی مسلمان میرا کام نہ

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۵، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۲ و ۴۹۳،

تمام کردیگا یا گھر مین گھس کر مار ڈالیگا اس وقت میرے اہل وعیال مختلف مقامون پر ہین ابو ذرؓ نے کہا انھین اکٹھا کرلو مین تم کو گھر تک پہنچا دونگا چنانچہ حویطب حضرت ابو ذرؓ کے ساتھ ہو گئے حضرت ابو ذرؓ اعلان کرتے جاتے تھے کہ حویطب مامون ہین انھین کوئی شخص ستانے کا ارادہ نہ کرے، اسیطرح اعلان کرتے ہوئے حویطب کو بحفاظت تمام اُنکے گھر پہنچا کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے اور پورا واقعہ بیان کیا، آپنے فرمایا کہ تم کو یہ نہین معلوم کہ ان چند اشتہاری مجرمون کو چھوڑ کر جن کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، باقی سب مامون ہین، اس ارشاد کے بعد حویطب کو پورا اطمینان ہوگیا، اور اپنے اہل وعیال کو اکٹھا کرکے گھر پہنچا دیا،

حویطب کے مطمئن ہونے کے بعد حضرت ابو ذرؓ نے اُنسے کہا ابو محمد یہ لیت ولعل کب تک؟ تم تمام معاملات مین پیش پیش رہے، بھلائی کے بہت سے مواقع کھو چکے، اب بھی وقت نہین گیا ہے، بہت کچھ باقی ہے، چلو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر اسلام قبول کرلو، آپ بڑے نیک، بڑے صلہ رحمی کرنے والے اور بڑے حلیم ہین، ان کا شرف واعزاز مین تمھارا شرف واعزاز ہے، ابوذرؓ کے اس وعظ وپند سے متاثر ہوکر حویطب اون کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین بطحا آئے، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی موجود تھے، حویطب نے ابوذرؓ سے اسلامی سلام کا طریقہ پوچھا، انھون نے بتایا کہ، السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حویطب نے اسی طرح سلام کیا، آنحضرت صلعم نے جواب مرحمت فرمایا، سلام وجواب کے بعد حویطب نے کہا، اشہدان لا الہ وانک رسول اللہ، آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اوس نے تم کو اسلام کی ہدایت دی، آپ ان کے اسلام سے بہت مسرور ہوئے حویطب مکہ کے رؤسا مین تھے آنحضرت صلعم نے اُن سے قرض مانگا انھون نے ۴۰ ہزار درہم قرض دیئے[1]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۳،

غزوات، | قبول اسلام کے بعد حنین اور طائف کے غزوات مین آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک ہوئے، آپ نے حنین کے مال غنیمت مین سے سو اونٹ اون کو مرحمت فرمائے[1]

عہد خلفار | حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین انصاب حرم کی تجدید کے لئے جو جماعت مقرر کی تھی، اس کے ایک رُکن حویطب بھی تھے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن حرم رسول مین قیامت بپا تھی، مدینہ باغیون کے قبضہ مین تھا، مظلوم خلیفہ کی لاش بے گور و کفن پڑی تھی، کسی کو باغیون کے خوف سے دفن کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، دوسرے دن چند مسلمانون نے جان پر کھیل کر لاش دفن کی، ان دلیرون مین ایک حویطب بھی تھے[2]

وفات | امیر معاویہ کے عہد خلافت مین مدینہ مین وفات پائی، وفات کے وقت ۱۲۰ سال کی عمر تھی[3]

معاشی حالت | حویطب مکہ کے رئیس تھے، مدینہ مین بھی اس کے مظاہر نظر آتے تھے، اور یہان اون کے عالیشان محلات تھے، ایک مکان امیر معاویہ کے ہاتھ ۴۰ ہزار مین فروخت کیا تھا[4]

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے حویطب کا کوئی مرتبہ نہ تھا، گو کتب حدیث مین انکی روایتین ملتی ہین لیکن ان مین سے کسی کا سماع آنحضرت صلعم سے ثابت نہین ہے، البتہ دوسرے کبار صحابہ سے روایتین کی ہین، اور اون سے اون کے لڑکے ابوسفیان اور عبداللہ بن بریدہ نے روایت کی ہے[5]

جرأت وبے باکی | حویطب نہایت جری وبے باک تھے، واقعات کے اظہار مین بڑے سے بڑے شخص کی پرواہ نہ کرتے تھے، امیر معاویہ کے زمانہ مین مروان مدینہ کا گورنر تھا، اوس کی

---

[1] ابن سعد ج ۵ ص ۳۳۶، [2] استیعاب ج اول ص ۱۴۸، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۵، [4] ایضاً

[5] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۶۶

تند خوئی مشہور ہے، ایک مرتبہ حویطب اوس کے پاس گئے، اس نے طنزاً پوچھا بڑے میان تم نے اسلام کرنے مین کیون اتنی تاخیر کی، اس شرف مین نوجوان تم سے بازی لے گئے، انھون نے جواب دیا مین نے بارہا ارادہ کیا لیکن تمھارے باپ (ابوالحکم بن امیہ) نے ہر مرتبہ مجھ کو غیرت دلاکر روکا، یہ سچا جواب سنکر مروان چپ ہوگیا، اور بہت نادم ہوا، لیکن حویطب نے اسی جواب پر بس نہین کیا، بلکہ کہا تم کو بتاؤن تمھارے باپ نے عثمان پر اسلام کے جرم مین کیا کیا سختیان کین، اس اظہار حقیقت پر مروان اور زیادہ شرمسار اور رنجیدہ ہوا[1]

۳۶ حضرت خارجہؓ بن حذافہ سہمی

نام ونسب، خارجہ نام، باپ کا نام حذافہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، خارجہ بن حذافہ بن غانم بن عامر ابن عبد اللہ بن عویج بن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی، خارجہ زمانۂ جاہلیت کے مشہور شہ سوارون مین تھے، اور تنہا ہزار پر بھاری تھے[2]

اسلام، فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے[3]

فتح مصر، عہد فاروقی مین جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور اوس کی تسخیر مین زیادہ عرصہ لگا، تو عمرو بن العاصؓ نے دار الخلافہ سے مزید امداد طلب کی، حضرت عمرؓ نے خارجہؓ، زبیر بن عوامؓ اور مقداد بن اسود کو فوجین دیکر روانہ کیا[4]، ان مین سے ہر ایک ہزار پر بھاری تھا، ان لوگون کے پہنچنے کے بعد نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہوگیا، فتح کے بعد عمرو بن العاصؓ حذیفہ کو مصر کا حاکم بناکر خود اسکندریہ کی طرف بڑھے[5]، اسکندریہ لینے کے بعد لوٹے تو حذیفہ کو مصر کے عہدہ قضا

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۲، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۹، [3] اصابہ ج ۲ ص ۸۴، [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۹، [5] فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۲۰،

مامور کیا،[1]

شہادت | جنگ صفین وغیرہ کے بعد جب خارجیون نے حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کا خاتمہ کرنا چاہا تو تین خارجیون نے تینون کے قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا، عمرو بن العاصؓ کا قاتل مصر پہنچا اور پچھلے پہر مسجد مین چھپ کر بیٹھ گیا تاکہ جب عمرو بن العاص نماز پڑھنے کے لئے نکلین تو ان کا کام تمام کردے، مگر اس دن عمرو بن العاصؓ کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لئے انکے بجائے حذافہ نماز پڑھانے کے لئے آئے قاتل کو اندھیرے مین شناخت نہ ہوسکی، اور اس نے حذافہؓ کو عمرو بن العاص سمجھکر قتل کردیا،[2] یہ واقعہ رمضان ۴۰ھ کا ہے،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لئے مصر کے عہدۂ قضا کی سند کافی ہے، عبد اللہ بن ابی مرہ اور عبد اللہ بن جبیر نے ان سے روایت کی ہے،[3]

۳۷- حضرت خالدؓ بن عرفطہ

نام ونسب | خالد نام، باپ کا عرفطہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، خالد بن عرفطہ بن ابرہہ بن سنان ابن صیفی بن ہائلہ بن عبد اللہ بن عیلان بن اسلم بن حزاز بن کاہل بن عذرہ، خالد بنی زہرہ بن کلاب کے حلیف تھے،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا لیکن اس قدر معلوم ہے کہ قبول اسلام کے بعد صحبت نبوی سے فیض یاب ہوئے، صحب النبی وروی عنہ،[4]

ایران کی فتوحات مین شرکت | ایران کی فوج کشی مین شریک تھے، قادسیہ کی مشہور جنگ مین سعد بن ابی وقاص نے اون کو امیر بنایا تھا،[5] قادسیہ کی کامیابی کے بعد خالد کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، انھون نے

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۳۰، [2] ایضاً، [3] تہذیب الکمال ص ۹۹، [4] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۴۷، [5] ایضاً،

آگے بڑھکر سعد کے آنے سے پہلے ساباط فتح کیا،[1]

عہد معاویہ | سنہ ۴۱ھ مین جب حضرت حسنؓ امیر معاویہ کے مقابلہ مین خلافت سے دستبردار ہوگئے اسوقت بہت سے لوگون نے امیر معاویہ کی خلافت تسلیم نہین کی، انہین ایک ابن ابی حوسا تھے چنانچہ امیر معاویہ جب کوفہ آئے تو ابن ابی حوسا اون کے مقابلہ کو نکلے، امیر معاویہ نے خالد کو اون کے مقابلہ پر مامور کیا، انھون نے ابن ابی حوسا کو قتل کرکے اون کی بغاوت فرو کی،[2]

وفات | کوفہ مین رہتے تھے، باختلاف روایت سنہ ۶۰ھ یا سنہ ۶۱ھ مین وفات پائی،[3]

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی رتبہ نہ تھا، تاہم ابو عثمان نہدی، مسلم اور عبداللہ ابن لیسار وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین،[4]

۲۸- حضرت خریم بن فاتک

نام ونسب | خریم نام، ابو یحییٰ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، خریم بن فاتک بن اخرم بن عمرو بن فاتک ابن قلیب بن عمرو بن اسد بن خزیمہ اسدی،

اسلام | خریم آنحضرت صلعم کے مدینہ تشریف لیجانے کے بعد ہی مشرف باسلام ہوگئے، ان کے اسلام کا دلچسپ واقعہ خود اون کی زبان سے سنو، وہ بیان کرتے ہین کہ مین ایک مرتبہ اپنے اونٹون کو لیکر نکلا ان پر عراقہ کی دہشت طاری تھی، مین نے اُنکے چھندان ڈالدیا، اور ایک اونٹ کے بازو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، یہ آنحضرت صلعم کے آغاز ظہور (مدینہ مین) کا واقعہ ہے، اسکے بعد مین نے کہا اس وادی کے آسیب سے پناہ مانگتا ہون، زمانہ جاہلیت مین ایسے مواقع پر ایسا ہی کہا کرتے تھے، اتنے مین ایک آواز نے مجھے آنحضرت صلعم کے ظہور اور آپ کی تعلیمات کی اطلاع

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷۲، [2] ایضاً [3] استیعاب ج اول ص ۱۶۰، [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۶، [4] تہذیب التہذیب ج ۳

دی میں نے یہ آواز سن کر پوچھا خدا تم پر رحمت نازل فرمائے تم کون ہو، جواب ملا مالک بن مالک، مجھ کو رسول اللہ نے نجد بھیجا تھا، میں نے کہا اگر میرے اونٹوں کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری لے لیتا تو میں اس شخص (رسول اللہ) کے پاس جاکر اس پر ایمان لاتا، مالک نے کہا میں ذمہ دار ہوں، ان کو بحفاظت تمہارے گھر پہنچا دونگا، چنانچہ میں نے ان میں سے ایک اونٹ کھولا اور مدینہ آیا، میں ایسے وقت مدینہ پہنچا جب لوگ نماز جمعہ میں مشغول تھے، میں نے خیال کیا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں تب میں مسجد میں جاؤں، یہ خیال کرکے اپنا اونٹ باندھنے جارہا تھا کہ ابوذر آئے اور کہا کہ تم کو رسول اللہ صلعم بلاتے ہیں، میں مسجد میں داخل ہوا، مجھکو دیکھتے ہی رسول اللہ صلعم نے فرمایا، تم کو معلوم ہے اس شیخ نے جس نے تمہارے اونٹوں کو تمہارے گھر پہنچانے کی ذمہ داری لی تھی، کیا کیا، اوس نے بحفاظت اونٹوں کو پہنچا دیا، میں نے کہا خدا اوس پر رحمت نازل فرمائے، آپ نے فرمایا ہاں اون پر خدا رحمت نازل فرمائے، اوس کے بعد خریم کلمۂ شہادت پڑھکر مسلمان ہوگئے[1]،

غزوات | غزوات میں بدر و احد کی شرکت کا پتہ چلتا ہے[2]،

فتوحات شام میں شرکت | حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کی فتوحات میں شریک ہوئے[3]،

وفات | کوفہ آباد ہونے کے بعد یہاں رہنے لگے، پھر شام منتقل ہوگئے، اور یہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی[4]،

خریم نہایت لطیف مزاج اور نفاست پسند تھے، لباس اور وضع قطع میں خوبصورتی اور نفاست کا بہت لحاظ رکھتے تھے، اسلام سے پہلے نیچا ازار پہنتے تھے، اور لمبے لمبے گیسو

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۲۱، [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۹، [3] ایضاً،

[4] ایضاً

دوش پر لہرایا کرتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، خریم کیا اچھے آدمی تھے
اگر اتنی لمبی کاکلین نہ رکھتے اور اتنا نیچا ازار نہ پہنتے، یہ ارشاد خریم کے کانون تک پہنچا
تو خمدار اور لمبے گیسو کٹ کر صاف ہو گئے اور نیچا ازار نصف ساق تک آگیا[۱]،

۳۹ حضرت خفاف رضی اللہ عنہ بن ایماؓ،

نام ونسب، خفاف نام، باپ کا نام ایما تھا، نسب نامہ یہ ہے، خفاف بن ایما بن رحضہ بن
حرثہ بن خفاف بن حارثہ بن غفار غفاری، ان کے والد ایما، بنی غفار کے سرداروں مین تھے،

اسلام، خفاف کے گھر مین بہت ابتدا مین اسلام کی روشنی پھیلی، چنانچہ ہجرت سے بہت
پہلے حضرت ابوذر غفاریؓ کی دعوت پر خفاف اور اون کے والد ایما مشرف باسلام ہوئے،
اور وہ غفار کے مسلمانون کی امامت کرتے تھے[۲]، مشہور دشمن اسلام ابوسفیان کو خفاف کے
اسلام کی خبر ہوئی تو بولا رات بنی کنانہ کا سردار بے دین ہو گیا[۳]،

خفاف اور اون کے والد ایما مقام غیقہ مین رہتے تھے، لیکن قربت کی وجہ سے بکثرت
مدینہ آیا جایا کرتے تھے، اس لئے خفاف کا شمار مدنی صحابہ مین ہے[۴]،

سنہ ۶ھ مین جب آنحضرت صلعم عمرۃ القضا کے لئے نکلے اور مقام ابوا مین قیام فرمایا،
تو ایما نے خفاف کے ہاتھ سو بکریان اور دو بار شتر دودھ نذر بھیجا، آپ نے شکریہ کے ساتھ
قبول فرمایا اور برکت کی دعا دی[۵]،

بیعت رضوان، اس کے بعد اس سلسلہ کے تمام واقعات مین ساتھ رہے اور بیعت رضوان کے

---

[۱] ابوداؤد، کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار، [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۲، [۳] اسد الغابہ
ج ۲ ص ۱۱۸، [۴] ایضاً، [۵] فتح الباری،

شرف سے مشرف ہوئے[1]

غزوات | کسی متعین غزوہ مین اون کی شرکت کا پتہ نہین چلتا لیکن اس شرف سے محروم نہ رہے تھے حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر خفاف کی لڑکی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ اس عورت کے بھائی اور باپ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا۔ اور مدت کے بعد اوس کو فتح کیا[2]

وفات | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین وفات پائی[3]

اولاد | موت کے بعد ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی حضرت عمرؓ خفاف کے خدمات اسلامی کی وجہ سے اون کی اولاد کو بہت مانتے تھے حضرت عمرؓ کے زمانہ مین خفاف کے داماد کا بھی انتقال ہوگیا، اور اون کی لڑکی سخت مصیبت مین مبتلا ہوگئی، ایک دن حضرت عمرؓ بازار جارہے تھے راستہ مین ایک جوان عورت نے اُن سے کہا امیر المومنین! میرا شوہر مرگیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے ہین، کھیتی اور مویشی کوئی ذریعہ معاش نہین ہے مجھکو ڈر ہے کہ قحط ان بچون کو ختم کردیگا، مین خفاف بن ایماء کی لڑکی ہون، میرے باپ حدیبیہ مین رسول اللہ صلعم کیساتھ تھے، حضرت عمرؓ اوس کی داستان غم سن کر ٹھہر گئے اور "مرحبا بنسب قریب" کہکر اوسکی دلدہی کی اس کے بعد گھر لیجاکر ایک مضبوط اونٹ لیا اور اوس پر دو گون بھر کے کپڑا اور سامان خورد و نوش بار کرکے اونٹ کی مہار اس عورت کے ہاتھ مین دی اور فرمایا اسکو لیجاؤ جب تک خدا فارغ البالی نہ عطا کریگا، اس وقت تک یہ ذخیرہ چلے گا، ایک شخص نے اعتراض کیا کہ امیر المومنین! آپ نے ایک عورت کو اتنا دیدیا؟ فرمایا ثکلت امک تجھکو معلوم نہین کہ اسکے بھائی اور باپ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا اور ایک مدت کے بعد اوس کو فتح کیا[4]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۱، [2] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ، [3] اصابہ ج ۲ ص ۱۳۸،
[4] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لئے یہ سند کافی ہے کہ اپنے قبیلہ کے خطیب اور امام تھے[1]، ان سے پانچ حدیثیں بھی مروی ہیں، ان میں سے ایک مسلم میں ہے[2]،

۴۰۔ حضرت ذویبؓ بن حلحلہ

نام ونسب | ذویب نام، باپ کا نام حلحلہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، ذویب بن حلحلہ بن عمرو بن کلیب بن اصرم بن عبداللہ بن قمیر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر خزاعی کعبی، ذویب قدید میں رہتے تھے، لیکن مدینہ میں بھی ایک گھر تھا،

اسلام وغزوات | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے[3]، آنحضرت صلعم کے قربانی کے جانوروں کو مکہ لیجانے کی خدمت انھیں کے سپرد تھی، اور یہ ہدایت تھی کہ اگر کوئی جانور راستہ میں تھک کر بیٹھ جائے اور آگے جانے کے قابل نہ رہے تو اسے ذبح کرکے لوگوں کے لئے چھوڑ دیں، اس خدمت کی وجہ سے وہ "صاحب بدن رسول اللہ" یعنی "رسول اللہ صلعم کی قربانی کے جانور والے" کہے جاتے تھے[4]،

وفات | امیر معاویہ کے آخری یا یزید کے ابتدائی عہد حکومت میں وفات پائی[5]،

۴۱۔ حضرت ربیعہؓ بن کعب اسلمیؓ

نام ونسب | ربیعہ نام، ابو فراس کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ربیعہ بن کعب بن مالک بن یعمر اسلمی،

اسلام | ربیعہ آنحضرت صلعم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے، مفلس ونادار

[1] استیعاب ج اول ص ۱۶۸، [2] تہذیب الکمال ص ۱۰۸، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴۸، [4] ایضاً وابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۵، [5] استیعاب ج اول ص ۱۳۷،

تھے، اس لئے اصحابِ صفہ کے مقدس زمرہ مین شامل ہوگئے، گو یہ مدینہ کے باشندہ نہ تھے، لیکن یہان مستقل گھر بنا لیا تھا، اور ان کا شمار اہل مدینہ مین ہونے لگا تھا[۱]،

خدمت نبوی، بیوی بچون کی فکر سے بالکل آزاد تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے پوچھا شادی نہ کروگے، عرض کی شادی کا مطلق ارادہ نہین[۲]، اس آزادی کی وجہ سے انھین خدمت نبوی صلعم کی سعادت کا بہت موقع ملتا تھا، چنانچہ ہر وقت آستان نبوی پر پڑے رہتے تھے حضور کیلئے وضو کا پانی رکھنا مخصوص خدمت تھی، غزوات مین بھی ہمرکاب رہتے تھے[۳]،

عطیہ رسول، ان کی تنگدستی کی وجہ سے رسول اللہ صلعم نے وجہ معاش کے لئے تھوڑی سی زمین عطا فرمائی تھی، اس کے پاس کچھ کھجور کے درخت تھے، ان کے بارہ مین ایک مرتبہ ان مین اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مین کچھ اختلاف ہوگیا، ربیعہ کے تمام اہل قبیلہ جمع ہوگئے، مگر انھون نے انکو روکا اور سمجھایا کہ کسی کی زبان سے کوئی ایسی بات نکلنے نہ پائے جس سے صدیقؓ کو صدمہ پہنچے، اور انکی ناراضی خدا اور رسول کی ناراضی کا موجب ہو، آخر مین رسول اللہ صلعم نے ربیعہ کے موافق فیصلہ فرمایا[۴]،

نقل مکان، آقا کی زندگی بھر مدینہ کی رہے، آپ کی وفات کے بعد برداشتہ خاطر ہوکر اپنے قبیلہ مین چلے گئے[۵]،

وفات، ایام حرہ کے بعد ۶۳ھ مین وفات پائی[۶]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰۷، [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۱، [۳] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۴، [۴] ایضاً، [۵] مستدرک حاکم حوالہ مذکور، [۶] ایضاً،

۴۲۔ حضرت رفاعہؓ بن زید

نام ونسب، رفاعہ نام، باپ کا نام زید تھا، نسباً قبیلۂ جذام سے تعلق رکھتے تھے،

اسلام، خیبر سے کچھ دنون پہلے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے قبیلہ کے چند آدمیون کے ساتھ مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین ایک غلام مدعم پیش کیا، مدعم خیبر کے موقع پر شہید ہوئے[1]،

وطن کی واپسی اور تبلیغ اسلام قبول اسلام کے بعد کچھ دنون تک قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے[2]، حصول تعلیم کے بعد آنحضرت صلعم نے ایک نامۂ مبارک دیکر اونھین انکے قبیلہ مین تبلیغ کے لئے بھیجا، نامۂ مبارک کا مضمون یہ تھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے رفاعہ بن زید کو دیا جاتا ہے، مین اون کو ان کے قبیلہ مین اور جو اس مین داخل ہون اون کی طرف بھیجتا ہون تاکہ وہ انھین خدا اور رسول کی طرف بلائین، جو پیشقدمی کریگا وہ حزب اللہ کا ایک فرد ہوگا، اور جو لوگ پیچھے ہٹینگے ان کے لئے دو مہینہ کی مہلت ہے" رفاعہ یہ خط لیکر وطن پہنچے اور چند دنون مین انکی کوششون سے ان کا پورا قبیلہ مشرف باسلام ہوگیا[3]،

ابھی ان کا قبیلہ مسلمان ہوا تھا کہ دوسری طرف سے زید بن حارثہ نے جو دوسری مہم پر بھیجے گئے تھے پہنچکر اس پر غلطی سے حملہ کر دیا، کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ گرفتار، رفاعہ اپنے قبیلہ کے وفد کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین فریاد لے کر آئے اور وہ خط پیش کیا، آپ نے فرمایا جو ہونا تھا وہ ہوچکا اب مقتولین کے بارہ مین کیا کیا جائے؟ اس وفد کے ایک رکن

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸۱، [2] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۸۴، [3] اسد الغابہ حوالۂ مذکور،

ابو زید نے کہا قیدیون کو رہائی کا حکم صادر فرمایا جائے، باقی جو لوگ قتل ہوئے ان کا خون معاف کرتے ہین، اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا، ابوزید کی رائے صائب ہے، اور حضرت علیؓ کو زید بن حارثہؓ کے پاس بھیجا کہ وہ سب قیدیون کو رہا کر دین، چنانچہ تمام قیدی رہا کر دیئے گئے، اور جس قدر مال لوٹا گیا تھا سب واپس کر دیا گیا[1]،

۴۳ حضرت زاہرؓ بن حرام

نام ونسب زاہر نام، باپ کا نام حرام تھا، قبیلۂ بنی اشجع سے نسبی تعلق تھا،

اسلام وغزوات، ہجرت کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد غالبًا بدر مین شرکت کا شرف حاصل کیا[2]،

آنحضرت صلعم سے صحبت، رسم وراہ زاہر اور رسول اکرمؐ مین خاص رسم وراہ تھی، یہ مدینہ کے قریب بادیہ مین رہتے تھے جب مدینہ آتے تو آنحضرت صلعم کے لئے کوئی نہ کوئی دیہاتی تحفہ ساتھ لاتے، آپ فرماتے تھے کہ ہر شہری کا کوئی نہ کوئی دیہاتی ہوتا ہے، آل محمد صلعم کے دیہاتی زاہر ہین[3]، جب زاہر مدینہ سے گھر واپس جانے لگتے تو آنحضرت صلعم بھی کچھ نہ کچھ ساتھ کرتے تھے[4]،

آپ کو حضرت زاہرؓ کے ساتھ خاص انس ومحبت تھی، کان نبی صلی اللہ علیہ وسلم یحبہ، کبھی کبھی ان سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ زاہر بازار مین کچھ بیچ رہے تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے تو زاہر کی پشت سے آکر دونون ہاتھون سے ان کی آنکھین بند کر کے فرمایا اس غلام کو کون خریدتا ہے، زاہر نے پہچان کر عرض کیا یا رسول اللہ اس تجارت مین

---

[1] ابن سعد ج ۲، ق ۱ ص ۱۴۵ [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۰۳، [3] استیعاب ج اول ص ۲۰۴، [4] اسد الغابہ ج ۲ صفحہ ۱۹۳،

آپ مجھکو کھوٹا مال پائین گے، فرمایا نہین خدا کے نزدیک تم سود مند ہو۔[1]

حلیہ۔ زاہر کو حسن ظاہری سے کوئی حصہ نہ ملا تھا، بہت کم رو اور حقیر صورت تھے، لیکن اس روے زیبا کے لئے ظاہری خط و خال اور آب و رنگ کی کیا ضرورت تھی، جو رسول اللہ صلعم کو محبوب تھا،[1]

۴۴ حضرت زبرقانؓ بن بدر

نام و نسب۔ حسین نام، ابو عیاش کنیت، زبرقان لقب، نسب نامہ یہ ہے، زبرقان بن بدر ابن امرؤ القیس بن خلف بن بہدلہ بن عوف بن کعب بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی سعدی، زبرقان تمیم کے شاہی خاندان کے رکن اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے، اسلام کے بعد بھی انکا یہ اعزاز اور مرتبہ برقرار رہا،

اسلام۔ سنہ ۹ھ مین وفد تمیم کے ساتھ مدینہ آئے، وفد کے تمام ارکان شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے مدینہ بھی جاہلی ٹھاٹھ کے ساتھ آئے، تعلی اور فخاری کے لئے آتش بیان خطیب اور سحر بیان شعرا ساتھ تھے، آستان نبوی پر پہنچکر رسول اللہ صلعم سے اجازت مانگی جملا جئناک نفاخرک فاذن لشاعرنا محمد ہم تم سے مفاخرہ کے لئے آئے ہین، ہمارے شاعرون کو اجازت دو، آپ سے اجازت لیکر مجلس مفاخرہ منعقد کی، اور بنی تمیم کے شعرا اور خطبا نے اون کی عالی نسبی، بادشاہی اور اثر و اقتدار کے ترانے گائے، زبرقان بن بدر نے بھی ایک پرزور قصیدہ جو تمامتر نخوت، تعلی، فخاری اور خودستائی پر مشتمل تھا سنایا، طوطی اسلام حضرت حسانؓ بن ثابت نے اسکا جواب دیا، ان کی فصاحت و بلاغت اور شاعرانہ عظمت کو دیکھکر ارکان وفد دنگ رہگئے اور اقرعؓ بن حابس کی تحریک سے سب نے اسلام قبول کرلیا، اقرعؓ بن حابس کے

---

[1] استیعاب جلد اول ص ۲۰۴، [2] اصابہ ج ۲ ص ۲۰۰

حالات مین اس مجلس مفاخرہ کے تفصیلی حالات لکھے جا چکے ہین[1]،

امارت بنی سعد اور فتنہ ردہ

قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے زبرقان کو بنی سعد کا امیر مقرر فرمایا، آپ کی وفات کے وقت وہ اس عہدہ پر تھے[2]، حضرت ابوبکرؓ کی مسند نشینی کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اٹھا، اور بنی تمیم کی بہت سی شاخین مرتد ہوگئین اور زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا، اس وقت زبرقان نے اپنی کوششون سے اپنے قبیلہ بنی سعد کو اس وبا سے بچائے رکھا اور حسب دستور زکوٰۃ وصول کرکے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین بھیجی[3] حضرت ابوبکرؓ نے اس خدمت کے صلہ مین انھین ان کے عہدہ پر برقرار رکھا[4]

عہد فاروقی

حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بھی زبرقان اپنی مفوضہ خدمت انجام دیتے رہے، ایک مرتبہ زکوٰۃ کی رقم لئے ہوئے مدینہ آرہے تھے، راستہ مین مشہور شاعر حطیئہ سے ملاقات ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا کہ عراق فتح ہوچکا تھا، اور عرب بھی دنیاوی تکلفات سے آشنا ہوچلے تھے، اور یہان کے خوش باش عیش پرست عرب کی خشک اور بنجر علاقہ سے تبدیل آب وہوا اور عیش پرستی کے لئے عراق پہنچتے تھے، حطیئہ بھی اسی مقصد سے عراق جارہا تھا، زبرقان عہد رسالت کی سادگی کی جگہ اس قسم کے تعیش کو ناپسند کرتے تھے، چنانچہ انھون نے حطیئہ کو اس راہ سے روک کر اپنے گھر واپس کردیا، اور کہا کہ وہ آکی واپسی تک ان کا مہمان رہے، حطیئہ اس وقت تو لوٹ گیا، لیکن زبرقان نے اس کے شاعرانہ جذبات کو ٹھیس لگائی تھی اس لئے زبرقان کی ایک ہجو کہہ ڈالی، انھون نے حضرت عمرؓ سے اس کی شکایت کی آپ نے استاد فن حضرت حسانؓ بن ثابت سے رائے طلب کی کہ حطیئہ کے اشعار ہجو مین آتے ہین یا نہین انھون نے فیصلہ کیا کہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام نے نہایت تفصیل سے اس مفاخرہ کو لکھا ہے، ہم نے صرف بقدر ضرورت نقل کیا ہے ج ۲ ص ۳۵۵ تا ۳۶۰، [2] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۲۴، [3] اسد الغابہ ج اول ص ۱۹۴، [4] ایضاً،

ہجو ہے، اثبات جرم کے بعد حضرت عمرؓ نے حطیہ کو قید کر دیا لیکن پھر کچھ دنون کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوامؓ کی سفارش پر آیندہ کے لئے توبہ کرا کے رہا کر دیا[1]،

اظہار حق مین جرأت | زبرقان اظہار حق مین بڑے جری اور بے باک تھے، حق پر ٹوکنے مین کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے، ازیاد کا جور وستم مشہور ہے اس کے پاس جا کر کہا کہ خلق خدا تمھارے جور و ظلم پر خندہ زن ہے[2]،

وفات | ان کے وفات کا صحیح زمانہ متعین نہین کیا جا سکتا امیر معاویہ کے عہد تک ان کی زندگی کا پتہ چلتا ہے،

حلیہ | باپ کا نام بدر تھا، زبرقان اسی بدر کے لڑکے تھے اور اپنے غیر معمولی حسن وجمال کی وجہ سے "ماہ نجد" کہے جاتے تھے، مکہ جاتے تھے تو فتنہ کے خیال سے چہرہ پر ڈھاٹا باندھ لیتے تھے تاکہ صورت پر کسی کی نظر نہ پڑنے پائے[3]،

۷۵ حضرت زیدؓ بن خالد جہنی

نام ونسب | زید نام، ابو عبد الرحمٰن کنیت، باپ کا نام زید تھا، قبیلہ جہینہ سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | حدیبیہ کے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور مدینہ ہی مین مستقل بود و باش اختیار کر لی[4]،

غزوات | سب سے اول غزوۂ حدیبیہ مین شریک ہوئے فتح مکہ مین اپنے قبیلہ کیساتھ تھے، فتح مکہ مین اور مسلمان قبائل کی طرح ان کا قبیلہ بھی پرچم لہراتا ہوا داخل ہوا تھا[5]،

وفات | زید کا سنہ وفات اور جائے وفات دونون مین سخت اختلاف ہے، لیکن بروایت صحیح ۷۸ھ مین دیار محبوب مین وفات پائی، وفات کے وقت پچاسی برس کی عمر تھی[6]،

---

[1] استیعاب ج اول ص ۲۱۱، [2] اصابہ ج ۲ ص ۴، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۹۴، [4] ایضاً ص ۲۲۸،

[5] اصابہ ج ۳ ص ۲۷، [6] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۲،

۴۶۔ حضرت زیدؓ بن مہلہل

نام ونسب | زید نام خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے، زید بن مہلہل بن زید بن منہب بن عبد رضا بن مخلس ابن ثوب بن کنانہ بن مالک بن نائل بن نبہان بن عمرو بن غوث الطائی نبہانی،

اسلام | ۹ھ میں طے کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، اور خدمت نبوی میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ میں نو دن کی دشوار گذار مسافت سے آیا ہوں اس سفر میں میری سواری تھک گئی، میری رات آنکھوں میں کٹی، میرے دن تشنہ لبی میں بسر ہوئے اور یہ ساری مشقت صرف دو باتیں پوچھنے کے لئے اٹھائی ہے، رسول اللہ صلعم نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے، عرض کی زید الخیل، فرمایا نہیں تم زید الخیر ہو، پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو، عرض کی جو شخص خدا کو چاہتا ہو اور جو نہیں چاہتا ہے، دونوں میں کیا علامت ہوتی ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم کیسے زندگی بسر کرتے تھے، عرض کی خیر اہل خیر اور عامل خیر کو دوست رکھتا تھا، اگر میں اس پر عمل کرتا تھا تو اس کا ثواب ملتا تھا، اور جب عمل چھوٹ جاتا تھا تو کبیدہ ہوتا تھا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو خدا کو چاہتا ہو اور جو نہیں چاہتا اس کی یہی علامت ہے، اگر خدا اس کے خلاف تمہارے لئے کچھ چاہتا تم کو اس کے لئے تیار کرتا، اور پھر اوس کو اس کی پرواہ نہ ہوتی، کہ تم کس وادی میں ہلاک ہوگئے [1]

۹۶۱۲۹

وفات | مشرف باسلام ہونے کے بعد وطن لوٹے راستہ میں بخار آیا اور گھر پہنچکر واصل بحق ہوگئے اس طرح دنیا سے بالکل پاک وصاف اُٹھے، اور اسلام کے بعد دنیا میں آلودہ ہونے کا موقع ہی نہ ملا، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وفات پائی [2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴۲، [2] استیعاب ج اول ص ۱۹۹،

وفات کے بعد دو لڑکے مکنف اور حریث یادگار چھوڑے، یہ دونون خالد بن ولید کے ساتھ فتنۂ ردہ کو فرو کرنے مین شریک تھے[1]

فضل وکمال | زید کا مذہبی علوم مین کوئی پایہ نہ تھا لیکن اس عہد کے مروجہ علوم مین وہ کمال رکھتے تھے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین کہ زید خوش گو شاعر اور زبان آور خطیب تھے[2]

۷۴۔ حضرت سراقہ بن مالک

نام ونسب | سراقہ نام، ابوسفیان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سراقہ بن مالک بن جعشم بن مالک بن عمرو بن تیم بن مدلج ابن مرہ بن عبد مناۃ بن علی بن کنانہ مدلجی کنانی،

قبل از اسلام | ہجرت مین مدینہ سے نکلنے کے بعد رسول اللہ صلعم کا تعاقب انھین نے کیا تھا، شب ہجرت مین جب آنحضرت صلعم مشرکین کو غافل پاکر مدینہ سے نکل گئے اور مشرکین کو اپنے مقصد مین ناکامی ہوئی، تو انھون نے اعلان کیا کہ جو شخص محمدؐ اور ابوبکرؓ کو قتل کر دیگا یا انھین زندہ پکڑ لائیگا، اسکو گران قدر انعام دیا جائیگا، سراقہ اپنے قبیلہ بنی مدلج کی مجلس مین بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر اون سے کہا کہ مین نے ابھی ساحل کی طرف کچھ سیاہی دیکھی ہو میرا خیال ہے کہ وہ محمدؐ اور اون کے ساتھی تھے، سراقہ کو یقین ہوگیا، لیکن انعام کی طمع مین انھون نے تردید کی کہ نہین وہ لوگ نہین ہین، تم نے فلان فلان شخص کو دیکھا ہوگا، جو ابھی ہمارے سامنے گئے ہین، تھوڑی دیر کے بعد سراقہ اٹھکر گھر گئے، اور لونڈی سے کہا کہ وہ گھوڑا تیار کر کے انھین آگے ایک مقام پر دیدے اور نیزہ سنبھال کر چپکے سے گھر کی پشت سے نکلے لونڈی سے گھوڑا لیا، اور لوگون کی نظر بچا کر نکل گئے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے آنحضرت صلعم کے پاس پہنچ گئے، جیسے ہی قریب پہونچے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۹۹، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴۱،

گھوڑے نے ٹھوکر لی اور یہ نیچے گر گئے، اسے انھون نے بدشگونی پر محمول کیا، استخارہ کے تیر ساتھ تھے، فوراً انھون نے ترکش سے نکال کر استخارہ دیکھا کہ وہ رسول اللہؐ کو گزند پہنچا سکتے ہین یا نہین، استخارہ خلاف نکلا، لیکن انعام کی طمع مین انھون نے استخارہ کی پرواہ نہ کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر پھر آگے بڑھے، اب اتنے قریب پہنچ گئے تھے کہ رسول اللہ صلعم کی تلاوت کی آواز انھین سنائی دینے لگی، رسول اللہ صلعم ہمہ تن تلاوت مین مصروف تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ بار بار مڑ مڑ کے دیکھتے جاتے تھے، اتنے مین سراقہ کے گھوڑے کے اگلے پاؤن گھٹنون تک زمین مین دھنس گئے، اور وہ گر پڑے، پھر گھوڑے کو ڈانٹ کر اٹھایا جب اوس نے اپنے پاؤن زمین سے نکالے تو بڑا غبار بلند ہوا، اس دوسری بدشگونی پر اُنھون نے پھر تیرون سے استخارہ کیا، اس مرتبہ بھی مخالف جواب ملا، اب انھین اپنی ناکامی کا پورا یقین ہو گیا اور اون کے دل مین بیٹھ گیا کہ رسول اللہ صلعم کو ضرور کامیابی ہوگی، چنانچہ انھون نے آواز دیکر روکا، آپ رک گئے، اور سراقہ نے پاس جاکر کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کی گرفتاری پر انعام مقرر کیا ہے، اور ان کے ارادون سے آپ کو خبردار کیا، اور جو کچھ زاد راہ ساتھ تھا اسے آپ کے سامنے پیش کیا، آپ نے اسے قبول نہین فرمایا، البتہ یہ خواہش کی کہ کسی کو آپ کی اطلاع نہ دین، اس کے بعد سراقہ نے درخواست کی کہ انھین ایک امان نامہ مرحمت فرمایا جائے، آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، انھون نے چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھکر دیا، اور سراقہ لوٹ گئے[1]،

اسلام اس واقعہ کے آٹھ سال بعد جب مکہ فتح ہو چکا اور مشرکین کی قوتین ٹوٹ چکین اور حنین وطائف کی لڑائیان ختم ہولین، اس وقت سراقہ رسول اللہ صلعم سے جب کہ آپ حنین اور طائف کے معرکون سے واپس آرہے تھے، راستہ مین مقام جعرانہ مین ملے، اور رسول اللہ کا

---

[1] بخاری ج اول باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ ملخصاً،

عطا کیا ہوا امان نامہ پیش کرکے اپنا تعارف کرایا کہ یہ تحریر آپ نے مجھے دی تھی، اور مین سراقہ بن جعشم ہون آپ نے ارشاد فرمایا آج ایفاے عہد اور نیکی کا دن ہے، سراقہ اسی وقت مشرف باسلام ہوگئے[1] ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ مین اس شرف سے مشرف ہوئے لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے،

ذات نبوی سے استفادہ

سراقہ بہت آخر مین اسلام لائے اس لئے انھین صحبت نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا لیکن قبول اسلام کے بعد زیادہ تر مدینہ مین رہے اس لئے تلافی مافات کا کچھ نہ کچھ موقع مل گیا تھا اور اس موقع سے انھون نے پورا فائدہ اٹھایا، آنحضرت صلعم خود انہین تعلیم و تربیت دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا سراقہ مین تمھین جنتیون اور دوزخیون کی پہچان بتادون؟ عرض کی ہان، ارشاد فرمایا تند خو اترا کر چلنے والا اور متکبر دوزخی ہے، اور زیردست ضعیف اور ناتوان جنتی ہے[2]،

سراقہ خود بھی پوچھ پوچھ کر استفادہ کیا کرتے تھے، آخری سوال اُنھون نے آنحضرت صلعم کے مرض الموت مین کیا، پوچھا یا رسول اللہ اگر کوئی بھٹکا ہوا اونٹ میرے اونٹ کے حوض پر آئے جسے مین نے خاص اپنے اونٹ کیلئے بھرا ہو اور مین اس مین بھٹکے ہوئے اونٹ کو پانی پلادون تو کیا مجھکو اس کا کوئی اجر ملیگا فرمایا کیون نہین ہر جاندار کو پانی پلانے مین ثواب ہے[3]،

حجۃ الوداع، حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے، چنانچہ جب آنحضرت صلعم مقام عسفان مین پہنچے، تو سراقہ نے سوال کیا یا رسول اللہ ہم کو اس نومولود قوم کی طرح تعلیم دیجئے جو گویا ابھی ظہور مین آئی ہے، ہمارا یہ عمرہ اسی سال کے لئے ہے، یا ہمیشہ کے لئے، فرمایا نہین ہمیشہ

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۵، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۷۵، [3] ایضاً،

کے لئے[1]

ایک پیشین گوئی کی تصدیق | آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ اون سے فرمایا تھا کہ سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا اور کسریٰ کے ملبوسات حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے سراقہ کو بلا کر کسریٰ کا تاج ان کے سر پر رکھا، اور اس کے کنگن پہنا کر اس کا پٹکا ان کی کمر مین باندھا،[2]

وفات، | حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین ۲۴ھ مین وفات پائی،[3]

فضل وکمال | گو سراقہ کو ذات نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا، تاہم ان سے انیس ۱۹ حدیثین مروی ہین، جابرؓ، ابن عمرؓ، ابن مسیب، مجاہد اور محمد بن سراقہ نے ان سے روایت کی ہے[4]،

شاعر بھی تھے، چنانچہ آنحضرت صلعم کے تعاقب مین جو واقعات پیش آئے ان کی داستان ابوجہل کو نظم مین سنائی تھی،

۴۸ - حضرت سبرہؓ بن معبد

نام ونسب | سبرہ نام، ابوربیع یا ابو ثریہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے سبرہ بن معبد بن عوسجہ بن حرملہ ابن عوسجہ جہنی،

اسلام وغزوات | اونکے زمانہ اسلام کی صحیح تعیین نہین کیجا سکتی، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵ھ مین مشرف باسلام ہو چکے تھے، چنانچہ غزوۂ خندق مین شریک تھے،[5] فتح مکہ مین بھی

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۷۵، [2] اصابہ ج ۳ ص ۲۹ [3] ایضاً، [4] تہذیب الکمال ص ۱۳۱،

[5] اصابہ ج ۳ ص ۴۸،

ہمرکاب تھے، چنانچہ بیان کرتے ہین کہ فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ مین داخل ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے متعہ کی اجازت دیدی، لیکن پھر مکہ سے نکلنے کے بعد اس کی ممانعت فرمادی[1] حجۃ الوداع مین ساتھ تھے، چنانچہ اس کا ایک واقعہ بھی بیان کرتے ہین[2]،

وفات، ان کا مکان مدینہ مین جھینہ کے محلہ مین تھا، آخر عمر مین ذی المردہ مین منتقل ہوگئے تھے اور یہین امیر معاویہ کے عہد خلافت مین وفات پائی[3] وفات کے بعد ایک لڑکا ربیع یادگار چھوڑا،

فضل وکمال، مدینہ مین گھر تھا اس لئے آنحضرت صلعم کے اقوال سننے کا کافی موقع ملتا تھا، حدیث کی کتابین اون کی مرویات سے خالی نہین ہین، مسلم مین بھی اون کی ایک روایت موجود ہے[4]،

۴۹۔ حضرت سعدؓ بن خولی،

نام ونسب، سعد نام، باپ کا نام خولی تھا، نسب نامہ یہ ہے، سعد بن خولی بن سبرہ بن رہم بن مالک ابن عمیرہ بن عامر بن بکر بن عامر الاکبر بن عذرہ بن رفیدہ بن ثور بن کلب،

سبرہ کسی طرح گرفتار ہوکر مشہور بدری صحابی حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی غلامی مین آگئے تھے حضرت حاطبؓ اون کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے،

اسلام، ان کے زمانۂ اسلام کی تصریح نہین ملتی، اغلب یہ ہے کہ اپنے آقا حضرت حاطبؓ کیساتھ آغاز دعوت اسلام مین مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

غزوات وشہادت، قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے غزوۂ بدر مین شریک ہوکر بدری ہونے کا شرف حاصل کیا، اس کے بعد احد مین شریک ہوئے اور اسی مین شہادت پائی،

اولاد، شہادت کے بعد ایک لڑکا عبداللہ یادگار چھوڑا، حضرت عمرؓ نے باپ کے خدمات کے صلہ مین انصار کیساتھ انکا وظیفہ مقرر فرمایا

[1] مسلم ج اول ص ۴۲۶، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۴۰۵، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۹۹، [4] تہذیب الکمال ص ۱۳۳،

۵۰- حضرت سعدؓ الاسود،

نام ونسب| سعد نام تھا، بہت سیاہ اور کم رو تھے اس لئے "اسود" سیاہ کہلاتے تھے لیکن نسباً بنی سہم کے ممتاز رکن تھے،

اسلام| ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میری سیاہ روئی اور بدصورتی مجھکو جنت کے داخلہ سے روکیگی؟ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہو نہین روکے گی، بشرطیکہ خدا سے ڈرو، اور اوس چیز پر جسے رسول اللہ لائے ہین ایمان لاؤ، یہ خوشخبری سنکر انھون نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ کلمۂ شہادت پڑھکر پوچھا میرے کیا حقوق ہین، فرمایا تمھارے وہی حقوق ہین جو اور مسلمانون کے ہین اور تم پر وہی فرائض ہین جو دوسرے مسلمانون پر ہین، اور تم اون کے بھائی ہو،

شادی| ظاہری شکل وصورت سے محروم تھے، اس لئے کوئی شخص اون کے ساتھ عقد مناکحت پر تیار نہ ہوتا تھا قبول اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے عرض کیا جو لوگ یہان موجود ہین اور جو نہین ہین مین نے سب کو شادی کا پیام دیا لیکن میری سیاہی اور بدروئی کی وجہ سے کوئی اس رشتہ پر آمادہ نہین ہوتا، گو سعد ظاہری آب ورنگ سے محروم تھے لیکن دل نور ایمان سے منور ہو چکا تھا اس کے بعد ظاہری حسن وجمال کی ضرورت نہ تھی، اس لئے اون کی درخواست پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عمر یا عمرو بن وہب (عمرو بن وہب قبیلہ ثقیف کے ایک درشت مزاج نومسلم تھے) کے پاس جا کر اون کا دروازہ کھٹکھٹاؤ، اور سلام کے بعد اون سے کہو کہ نبی اللہ نے تمھاری لڑکی

میرے ساتھ بیاہ دی، عمرو بن وہب کے ایک تو خیز حسین و جمیل اور ذکی و ذہین لڑکی تھی، سعد نے
ان کے گھر جاکر دروازہ کھٹکھٹایا، گھر والون نے دروازہ کھولا تو سعد نے انھین رسول اللہ صلعم
کا فرمان سنایا، ان لوگون نے سعد کی صورت دیکھکر انھین سختی سے واپس کر دیا، اتنے مین لڑکی
آواز سنکر خود نکل آئی، اور سعد کو آواز دی کہ بندۂ خدا لوٹ آؤ، اگر رسول اللہ صلعم نے
تمھارے ساتھ میری شادی کر دی ہے، تو مین اسے منظور کرتی ہون اور اس چیز پر رضا مند
ہون جس سے خدا اور اس کا رسول راضی ہے، پھر اپنے باپ سے کہا کہ قبل اس کے کہ وحی
الٰہی آپ کو رسوا کرے، آپ اپنی نجات کی کوشش کیجئے، یہ فوراً دوڑے ہوئے رسول اللہ صلعم
کی خدمت مین آئے، آپ نے پوچھا تم ہی نے میرے فرستادہ کو لوٹایا تھا؟ عرض کی ہان،
لیکن یہ غلطی لاعلمی مین ہوئی ہم کو اس شخص کی بات کا اعتبار نہ تھا، اب آپ سے مغفرت چاہتے
ہین، ہم نے لڑکی بیاہ دی،

اس کے بعد رسول اللہ نے سعد سے فرمایا اب اپنی بیوی کے پاس جاؤ، وہ یہان سے اٹھکر
بیوی کے واسطے تحائف خریدنے کے لئے بازار گئے، یہان انھون نے ایک منادی کی آواز
سنی یا خیل اللہ ارکبی وبالجنۃ ابشری خدا کے شہ سوار و جہاد کے لئے سوار ہو جاؤ اور جنت
کی بشارت لو، اس آواز کا سننا تھا کہ سارے ولولے اور جذبات سرد پڑ گئے اور جہاد
فی سبیل اللہ کا خون رگون مین دوڑنے لگا، نو عروس کے لئے تحائف کا خیال چھوڑ دیا،
اور جہاد کے لئے تلوار، نیزہ اور گھوڑا خریدا، اور عمامہ باندھ کر مجاہدین کی جماعت مین پہنچے،
کسی نے ان کو نہ پہچانا، رسول اللہ صلعم نے بھی دیکھا مگر نہ پہچان سکے، میدان جنگ مین
نہایت جوش خروش سے لڑے، گھوڑا اڑا تو پیدل آستین چڑھا کر لڑنے لگے، اس وقت
آنحضرت صلعم نے ہاتھون کی سیاہی سے پہچان کر آواز دی، سعد! مگر یہ وارفتگی کے عالم

مین تھے کوئی خبر نہ ہوئی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور نوعروس کی آغوش کے بجائے تیغ عروس کے گلے مل کر ابدی وسرمدی زندگی حاصل کی، آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو انکی لاش کے پاس تشریف لاکر ان کا سر گود مین رکھ لیا، اور ان کے اسلحہ اور گھوڑا ان کی بیوہ نوعروس کے پاس بھجوا دیا، اور اون کی سسرال والون کے پاس کہلا بھیجا کہ خدا نے تمھاری لڑکیون سے بہتر لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کر دی[1]،

۵۱۔ حضرت سعدؓ بن عائذ،

نام ونسب، سعد نام قرظ لقب، باپ کا نام عائذ تھا، مشہور صحابی حضرت عمار بن یاسرؓ کے غلام تھے،

اسلام، ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، قیاس یہ ہے کہ اپنے آقا کے ساتھ دعوت اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے ہون گے،

مسجد قبا کی موذنی، حضرت سعدؓ ان صحابہ مین ہین جن کے سر پر رسول اللہ صلعم نے دست شفقت پھیر کر برکت کی دعا دی، اور مسجد قبا کا موذن اور مسجد نبویؐ مین حضرت بلالؓ کا نائب مقرر کیا، چنانچہ مسجد قبا مین مستقل اور مسجد نبویؐ مین حضرت بلالؓ کی غیر حاضری مین اذان دیتے تھے[2]،

مسجد نبوی کی موذنی، آقائے مدینہ کی وفات کے بعد جب حضرت بلالؓ نے شکستہ دل ہو کر اذان چھوڑ دی تو حضرت ابو بکرؓ نے سعد کو مسجد نبوی کا مستقل موذن بنا دیا اور وہ اس خدمت جلیلہ کو زندگی بھر انجام دیتے رہے[3]،

وفات، حجاج کے زمانہ تک زندہ تھے ۷۴ھ مین وفات پائی[4] وفات کے بعد دو لڑکے عمار و عمر

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۸، [2] ایضاً ج ۲ ص ۲۸۳، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۷،

[4] تہذیب الکمال ص ۱۳۴،

یادگار چھوڑے[1]، امام مالک کے زمانہ بلکہ ان کے بعد تک مسجدِ نبوی کی موذنی کا عہدہ سعد کی اولاد میں رہا[2]،

ذریعہ معاش: سعد ابتدا میں تنگدست تھے آنحضرت صلعم سے تنگدستی کی شکایت کی، آپ نے تجارت کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ انھوں نے ایک خاص پتے کی جسے عرب میں قرظ کہتے تھے اور کھال پکانے میں کام آتا تھا تجارت شروع کی، اس تجارت میں بڑی برکت ہوئی، سعد اس کے مستقل تاجر ہو گئے اور اسی سبب سے قرظ کہلانے لگے[3]،

فضل و کمال: فضل و کمال کی سند کے لئے مسجدِ نبوی کی موذنی کافی ہے، رسول اللہ صلعم سے حدیثیں بھی روایت کی ہیں[4]،

۵۲ حضرت سعید بن العاص

نام و نسب: سنہ ھ میں پیدا ہوئے، سعید نام رکھا گیا، نسب نامہ یہ ہے سعید بن عاص بن سعید ابن عاص بن امیہ بن عبد شمس، بن عبد مناف قرشی اموی، ماں کا نام ام کلثوم تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے، ام کلثوم بنت عمرو بن عبد اللہ بن ابوقیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی، بنی امیہ کے گھرانے میں سعید کے آبا و اجداد بڑے دبدبہ و شکوہ کے رئیس تھے، انکے والد عاص بدر میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے، ان کے دادا سعید ابو احیحہ "ذوالتاج" تاج والے کہلاتے تھے، یہ جس رنگ کا عمامہ باندھتے تھے، اس رنگ کا مکہ میں دوسرا نہ باندھ سکتا تھا[5]،

---

[1] اصابہ ج ۳ ص ۸۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۷، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۸۳، [4] تہذیب الکمال ص ۸۰، [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۰۹،

فتح مکہ کے بعد قریش کا کوئی گھرانا اسلام سے خالی نہ رہ گیا تھا، اس وقت سعید کی عمر ۸، ۹ سال کی ہوگی، اس لئے ہوش سنبھالتے ہی انھون نے اپنے گرد وپیش اسلام کو پرتو فگن دیکھا، عہد نبوی اور عہد صدیقی مین بالکل بچہ تھے، عہد فاروقی کے آخر مین عنفوان شباب تھا، اس لئے ان تینون زمانون کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہین ہے،

جرجان اور طبرستان کی فتح

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین پورے جوان ہوچکے تھے چنانچہ اسی عہد سے ان کے کارنامون کا آغاز ہوتا ہے، ان کا گھرانا ریاست وحکومت مین ممتاز تھا، اسلئے حضرت عثمانؓ نے انھین اس کام کے لئے منتخب کیا، اور سنہ ۲۹ھ مین ولید ابن عقبہ کی جگہ کوفہ کا گورنر مقرر کیا، شجاعت وبہادری ورثہ مین ملی تھی، اس لئے کوفہ پر تقرر کے ساتھ ہی سنہ ۲۹ھ مین جرجان اور طبرستان پر فوج کشی کی دوسری طرف سے عبد اللہ ابن عامر والی بصرہ بڑھا سعید کے ساتھ حضرت حسنؓ حسینؓ، عبد اللہ بن عباس، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ وغیرہ تمام نوجوانان قریش تھے[1] ان لوگون نے عبد اللہ بن عامر کے پہنچنے کے قبل طبرستان پر حملہ کرکے طمیسہ، نامند، رویان اور دباوند فتح کرلیا اور جرجان کے فرمانروا نے دو لاکھ پر صلح کرلی، کوہستانی علاقہ والون نے بھی صلح کرلی[2] طبرستان اور جرجان کے بعد آذربیجان کی بغاوت فرو کی،

معزولی اور عہد معاویہؓ

سنہ ۳۴ھ مین اہل کوفہ کی شکایت پر حضرت عثمانؓ نے معزول کردیا، سنہ ۳۵ھ مین حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اسکے نتائج مین جمل اور صفین کی خون ریز لڑائیان ہوئین لیکن سعید ان مین خانہ نشین رہے، اور حضرت علیؓ اور معاویہ کسی کا ساتھ نہ دیا، استقرار حکومت کے بعد امیر معاویہ نے اون کو مدینہ کا عامل بنایا، لیکن پھر کچھ دنون

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۸۴، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۲،

کے بعد معزول کر کے ان کی جگہ مروان کو مقرر کیا[1]،

وفات | ۵۹ھ میں وفات پائی، وفات کے بعد سات لڑکے یادگار چھوڑے، عمر، محمد، عبداللہ، یحیی، عثمان، عنبسہ اور آبان، سعید کئی بھائی تھے، لیکن عاص کی نسل انھیں کی اولاد سے چلی[2]،

فضل و کمال | حضرت عثمانؓ نے مصاحف کی کتابت کے لئے جو جماعت منتخب کی تھی ان میں ایک سعید بھی تھے[3] اور قرآن مجید کی کتابت میں صرف ونحو اور زبان کی صحت کی نگرانی انھیں سے متعلق تھی[4] ان سے حدیثیں بھی مروی ہیں، لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں بچہ تھے اس لئے براہ راست مرفوع حدیثیں نہیں ہیں بلکہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ اور عائشہؓ سے روایتیں کی ہیں[5]،

سعید نہایت عاقل و فرزانہ تھے اور ان کے بہت سے حکیمانہ مقولے ضرب المثل ہو گئے تھے کہا کرتے تھے کہ "شریف سے مذاق نہ کرو کہ وہ تم سے جلنے لگے گا، اور کمینہ سے مذاق نہ کرو کہ وہ جری ہو جائیگا" رائے ظاہر کرنے میں بہت محتاط تھے، کسی چیز کے متعلق پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہ ہونے دیتے تھے، کہا کرتے تھے کہ دل بدلتا رہتا ہے، اس لئے انسان کو اظہار رائے میں احتیاط کرنی چاہئے، اور ایسا نہ کرنا چاہئے کہ آج ایک چیز کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو اور کل اس کی مذمت شروع کر دے[6]،

فیاضی | شجاعت و شہامت کے ساتھ فیاضی اور دریا دلی بھی خمیر میں داخل تھی، ہفتہ میں ایک دن اپنے تمام بھائی بھتیجوں کو ساتھ کھلاتے تھے، اسکے علاوہ سب کو کپڑے دیتے، نقدی سلوک کرتے تھے، اور ان کے گھروں پر ساز و سامان بھجواتے تھے[7]، یہ فیاضی محض اعزہ کے ساتھ مخصوص

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۶، [2] ایضاً، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [4] تہذیب الکمال ص ۱۳۹، [5] ایضاً، [6] اصابہ ج ۲ ص ۹۸، [7] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱،

نہ تھی بلکہ کارِ خیر مین بھی بہت فیاضی سے صرف کرتے تھے، ہر شب جمعہ کو کوفہ کی مسجد مین غلام کے ہاتھ دینار سے بھری ہوئی تھیلیاں نمازیون مین تقسیم کرا تے تھے، اس معمول کی وجہ سے شب جمعہ کو مسجد مین نمازیون کا بڑا ہجوم ہوتا تھا[1]

کبھی کوئی سائل دروازہ سے ناکام واپس نہ ہوتا تھا، اگر روپیہ پاس نہ ہوتا تو ایک تحریری یادداشت بطور ہنڈی کے دیدیتے کہ جب روپیہ آجائے تو سائل وصول کرلے[2] اس فیاضی کی وجہ سے لوگ ان کے ساتھ لگے رہتے تھے، اور کوئی نہ کوئی ہر وقت ساتھ رہتا تھا، ایک کی معزولی کے زمانہ مین ایک دن مسجد سے آرہے تھے ایک آدمی ساتھ ہولیا، سعید نے پوچھا کوئی کام ہے، اس نے کہا نہین آپ کو تنہا دیکھ کر ساتھ ہوگیا، کہا کاغذ دوات لاؤ، اور میرے فلان غلام کو لیتے آؤ، اس آدمی نے فوراً حکم کی تعمیل کی، سعید نے بیس ہزار کا سرخط لکھدیا اور کہا جب ہمارا وظیفہ ملے گا تو یہ رقم تم کو مل جائے گی، لیکن ادائگی کے پہلے ان کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد وہ سرخط اس شخص نے ان کے لڑکے عمرو کو دیا، انھون نے اس کی رقم ادا کی[3]

شریف اہلِ حاجت کو بلاسوال دیتے تھے اور شرفا پروری کی وجہ سے بہت مقروض ہوگئے تھے، وفات کے وقت اسی ہزار قرض تھا، وفات سے پہلے لڑکون کو بلا کر پوچھا تم مین سے کون میری وصیت قبول کرتا ہے، بڑے لڑکے نے اپنے کو پیش کیا، سعید نے کہا اگر میری وصیت قبول کرتے ہو تو میرا قرض بھی چکانا ہوگا، لڑکے نے پوچھا کتنا ہے، کہا اسی ہزار دینار، لڑکے نے کہا اتنا قرض کس طرح ہوگیا، کہا بیٹا ان شریفون اور غیرت مند لوگون کی حاجت پوری کرنے مین جو میرے پاس حاجت لیکر آتے تھے اور فرطِ خجالت سے انکے

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۶، [3] ایضاً

چہرہ کا خون خشک ہوا جاتا تھا مین سوال کے قبل ہی ایسے لوگون کی حاجت پوری کردیتا تھا[1]

حق پسندی | بنی امیہ مین خاندانی عصبیت بہت زیادہ تھی اور ان مین بہتیرے ایسے تھے کہ مدتین گذر جانے کے بعد بھی اون کے دلون سے اموی مقتولین بدر و احد کے قاتلون کی نفرت نہ مٹی تھی، لیکن سعید کی ذات اس کینہ پروری سے مستثنیٰ تھی، اور اون کے دل مین خلاف حق کبھی کوئی عصبیت کا جذبہ پیدا نہ ہوا، اون کے والد عاص جنگ بدر مین حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے حضرت عمرؓ نے عاص کے ہمنام اپنے مامون کو قتل کیا تھا، اس لئے اشتراک نام کی وجہ سے دھوکا ہوتا تھا کہ حضرت عمرؓ نے سعید کے والد کو قتل کیا، ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے فرمایا، کہ مین نے تمھارے والد کو نہین بلکہ اپنے مامون عاص کو قتل کیا تھا، یہ سنکر سعید نے جواب دیا کہ اگر آپ میرے مامون کو بھی قتل کئے ہوتے تو کیا برا کیا تھا، آپ حق پر تھے اور وہ باطل پر، حضرت عمرؓ کو اس حق پسندی پر بڑی حیرت ہوئی[2]

خود پسندی | لیکن ان تمام خوبیون کے ساتھ خاندانی اثر کی وجہ سے نخوت اور خود پسندی کی بو تھی،

۵۳ حضرت سعید بن یربوعؓ

نام ونسب جاہلی نام صرم تھا، آنحضرت صلعم نے بدل کر سعید رکھا، ابوہود کنیت، نسب نامہ یہ ہے سعید بن یربوع بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم قرشی عامری،

اسلام وغزوات | باختلاف روایت فتح مکہ سے کچھ پہلے یا فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے، پہلی وات

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [2] ایضاً

کی رو سے غزوۂ فتح مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے[1] فتح مکہ کے بعد جنگ حنین مین شریک ہوئے آنحضرت صلعم نے حنین کے مال غنیمت سے پچاس اونٹ مرحمت فرمائے[2]

عہد فاروقی | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین آنکھون کی بصارت جاتی رہی حضرت عمرؓ اظہار ہمدردی کے لئے آئے اور کہا کہ مسجد نبوی مین جمعہ اور نماز جماعت نہ چھوڑنا سعید نے کہا میرے پاس کوئی رہنما نہین ہے، اس عذر پر انہین حضرت عمرؓ نے ایک رہنما دیا[3] چنانچہ نابینا ہونے کے بعد بھی اس آدمی کی مدد سے مسجد آتے تھے اور جماعت اور جمعہ ناغہ نہ ہوتا تھا،

وفات | امیر معاویہ کے زمانہ ۵۴ھ مین وفات پائی، وفات کے وقت ۱۲۴ سال کی عمر تھی[4]

فضل وکمال، | فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی قابل ذکر شخصیت نہ رکھتے ہین، تاہم اون کی روایات سے حدیث کی کتابین خالی نہین ہین[5]،

احترام رسول، | سعید آنحضرت صلعم کا اتنا احترام کرتے تھے کہ رسول اللہ کے مقابلہ مین کسی بڑائی کو اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہ کرتے تھے، عمر مین سعید رسول اللہ صلعم سے بہت بڑے تھے، لیکن عمر کا تفاوت کا اظہار بھی وہ بڑائی کے لفظ سے پسند نہ کرتے تھے ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے ان سے پوچھا ہم مین تم مین کون بڑا ہے، گو سعید عمر مین بڑے تھے لیکن پاس ادب سے اس کا اظہار اس طرح کیا کہ آپ مجھ سے بلند اور بہتر ہین، البتہ مین آپ سے پہلے پیدا ہوا ہون،[6]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۷، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۰، [3] اسد الغابہ حوالۂ مذکور، [4] ایضاً،
[5] تہذیب الکمال ص ۱۲۴، [6] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۷،

۵۴۔ حضرت سفینہؓ،

نام ونسب، سفینہ کے نام مین بڑا اختلاف ہے بعض مہران، بعض رومان اور بعض عبس بتاتے ہین، ابو عبدالرحمن کنیت اور سفینہ رسول اللہ صلعم کا عطا کردہ لقب ہے، نسب کیلئے یہ شرف کافی ہے کہ سرکارِ دو عالم[۲] کے غلام تھے،

اسلام، سفینہ کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا لیکن قیاس یہ ہے کہ بہت ابتدا مین اس شرف سے مشرف ہوئے ہونگے اس لئے کہ باختلافِ روایت حضرت ام سلمہؓ یا آنحضرت صلعم کے غلام تھے اور خود حضور نے بلا شرط یا حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری کی شرط پر آزاد کر دیا تھا[۱]،

چنانچہ آزادی کے بعد آنحضرت صلعم کی خدمت گذاری مین رہتے تھے، اس لئے سفر مین بھی مشایعت کا شرف حاصل ہوتا تھا، ایک مرتبہ کسی سفر مین ہمرکاب تھے راستہ مین جو جو ہمراہی تھکتے جاتے تھے وہ اپنے اسلحہ، ڈھال، تلوار اور نیزہ وغیرہ اون پر لادتے جاتے تھے، اس لئے اون پر بڑا بار لد گیا، آنحضرت صلعم نے دیکھ کر فرمایا تم "سفینہ" کشتی ہو، اس وقت سے سفینہ اون کا لقب ہو گیا، یہ بھی اس لقب کو اس قدر محبوب رکھتے تھے کہ اس کے مقابلہ مین اپنا نام چھوڑ دیا تھا، اسی لئے انکا صحیح نام متعین نہین، اگر کوئی نام پوچھتا تو کہتے نہ بتاؤنگا حضور نے سفینہ نام رکھا ہے اور یہی میرے لئے بس ہے[۲]،

الخلافۃ فی امتی ثلثون سنۃ ثم ملک بعد ذالک ۔ خلافت میری امت مین تیس برس تک رہیگی اسکے بعد بادشاہ ہونگے،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲۴، [۲] ایضاً و استیعاب ج ۲ ص ۱۰۱،

انھین سے مروی ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ تک زندہ تھے، مذکورہ بالا روایت کو پیش نظر رکھکر حساب لگاتے جاتے تھے، خلافت راشدہ کے اختتام پر یہ مدت پوری ہوجاتی ہے، لیکن بنی امیہ بھی اپنے کو خلیفہ ہی کہتے تھے، سعید بن جمہان نے سفینہ سے کہا کہ بنی امیہ بھی اپنے کو خلیفہ کہتے ہین، انھون نے کہا زرقا کی اولاد جھوٹ کہتی ہے، یہ لوگ بادشاہ اور برے بادشاہ ہین[1]،

وفات | حجاج کے زمانہ مین وفات پائی[2]،

فضل و کمال | سفینہ حضور کے غلام تھے، خدمت کی تقریب سے بیشتر حضوری کا شرف اور اور آپ کے ارشادات سننے کا موقع ملتا تھا، چنانچہ انھون نے رسول اللہ صلعم، آپ کے علاوہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت علیؓ سے روایتین کی ہین، ان کی روایات کی مجموعی تعداد ۱۴ ہے، ان مین سے ایک مسلم مین بھی ہے[3]،

۵۵ حضرت سلیمانؓ بن صرد

نام و نسب، | سلیمان نام، ابو مطرف کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سلیمان بن صرد بن جون بن ابی الجون بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن ضبیس بن حرام بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی،

اسلام | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، جاہلی نام یسار تھا، آنحضرت صلعم نے بدلکر سلیمان رکھا، قبول اسلام کے بعد صحبت نبوی سے بھی مستفید ہوئے، اسلم و صحب النبی صلعم[4]

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲۴، [2] استیعاب ج ۲ ص ۱۰۱، [3] تہذیب الکمال ص ۱۴۲، [4] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۰،

جنگِ صفین، حضرت علیؓ کے پرجوش حامیون مین تھے، جنگِ صفین مین انھون نے بڑے کارنامے دکھائے شامی فوج کا مشہور بہادر حوشب ذی ظلیم کو انھین نے مارا تھا[1]، اس جنگ مین سلیمان بہت زخمی ہوئے لیکن کوئی زخم پشت پر نہ تھا سب وار رخ پر تھے، صلحنامہ کی کتابت کے بعد حضرت علیؓ سے کہا امیر المومنین اگر اس وقت کوئی مددگار رہوتا تو ہم ہرگز یہ معاہدہ منظور نہ کرتے[1]

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد امجاد کے بھی اسی طرح ہواخواہ رہے، حضرت حسنؓ نے صرف چند مہینہ خلافت کر کے چھوڑ دی، آپ کی وفات کے بعد جب کوفہ مین حضرت حسینؓ کے حامیون کی جماعت بنی تو اس کے ایک سرگرم ممبر سلیمان تھے ان کا گھر حامیانِ حسین کا مرکز تھا، یہین سے حضرت حسینؓ کے پاس بلانے کے خطوط جاتے تھے[2]

لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب حضرت حسینؓ تشریف لائے تو سلیمان اون کی کوئی مدد نہ کر سکے، اور کربلا کا واقعہ ہائلہ پیش آگیا، اس واقعہ پر ان لوگون کو سخت قلق ہوا جو آپ کی مدد نہ کر سکے تھے، سلیمان بن صرد اور اون کے دوسرے ساتھی مسیب بن نجبہ بہت نادم اور شرمسار ہوئے، اور انھون نے طے کیا کہ حضرت حسینؓ کے خون کا انتقام لے کر گذشتہ فروگذاشت کی تلافی کرنی چاہئے، چنانچہ سلیمان چار ہزار آدمیون کو لیکر خونِ حسین کے انتقام کے لئے نکلے، یہ جماعت "توابین" کہلاتی تھی، اس جماعت نے پہلا پڑاؤ ربیع الاول ۶۵ھ مین مقام نخیلہ مین کیا یہان سے قرقیسیا کے قریب عین الوردہ پہنچے عین الوردہ مین شامی لشکر کا مقابلہ ہوا، سلیمان نہایت بہادری سے لڑے اور حصین بن نمیر

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۹۸، [2] ایضاً، [3] ایضاً،

تمامی کے ہاتھون مارے گئے، فرش زمین پر گرتے وقت یہ الفاظ زبان پر تھے: فزت برب الکعبۃ فزت برب الکعبۃ رب کعبہ کی قسم مین کامیاب ہوا، رب کعبہ کی قسم مین کامیاب ہوا اس طرح ابن رسول اللہ کے خون کے انتقام مین جان دیکر گذشتہ غلطی کی تلافی کی، اور حسینؓ کی محبت کے جرم مین اُن کا سر کاٹ کر مروان بن حکم کے پاس بھیجا گیا[۱] مقتول ہونے کے وقت ۹۳ سال کی عمر تھی[۲]

عام حالات | سلیمان بن صرد کوفہ مین رہتے تھے، خزیمہ کے محلہ مین مکان تھا، اعزاز و شرف مین ممتاز حیثیت رکھتے تھے، کان لہ سن عالیۃ وشرف وقدر وکلمۃ فی قومہ یعنی وہ سن رسیدہ صاحب مرتبہ و شرف اور اپنے قوم مین بااثر تھے، نیکی فضل و کمال اور عبادت و ریاضت مین بھی بلند مرتبہ تھے[۳]

۵۶ حضرت سواد بن قاربؓ،

نام و نسب | سواد نام، باپ کا نام قارب تھا، یمن کے مشہور قبیلہ دوس سے نسبی تعلق تھا، زمانہ جاہلیت مین کہانت کا پیشہ کرتے تھے،

اسلام، | ہجرتِ مدینہ کے زمانہ مین خواب مین ظہور نبوی کی بشارت ملی، رویاے صادقہ دل مین اتر گیا، فوراً وطن سے مکہ روانہ ہوگئے، راستہ مین خبر ملی کہ جس کو مقصود کی تلاش مین نکلے ہین، وہ مدینہ جا چکا، یعنی آنحضرت صلعم ہجرت فرما چکے، یہ خبر سنکر راستہ ہی سے مدینہ لوٹ پڑے، وہان پہنچکر آنحضرت صلعم کو پوچھا، معلوم ہوا مسجد مین تشریف فرما ہین، اونٹ بٹھا کر مسجد پہنچے، آنحضرت صلعم کے گرد صحابہ کا مجمع تھا، عرض کی یا رسول اللہ کچھ میری

---

[۱] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۰ ، [۲] استیعاب ج اول ص ۲۷۵، [۳] ایضاً،

داستان بھی سنی جائے حضرت ابوبکرؓ نے کہا قریب آکر بیان کرو، چنانچہ پاس جاکر انھون نے پوری سرگذشت سنائی، اور اسی وقت خلعت اسلام سے سرفراز ہوگئے، ان کے اسلام سے آنحضرت صلعم اور صحابۂ کرام کو اتنی مسرت ہوئی کہ اون کے چہرون پر خوشی کا رنگ دوڑ گیا،[۱] اس غیر معمولی مسرت کا سبب یہ تھا کہ عربون مین کاہنون کی بڑی وقعت تھی اور انھین ایک طرح کی مذہبی سیادت حاصل تھی، اس لئے عوام پر ان کے اسلام کا اثر بہت اچھا پڑتا تھا،

حضرت عمرؓ ان کا خواب بڑے ذوق شوق سے سنا کرتے تھے، ایک مرتبہ یہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے، آپ نے پوچھا اب بھی تم کو کہانت مین کچھ دخل ہے، چونکہ اسلام کہانت کا مخالف تھا اور سواد کے زنگ کہانت کو اسلام کے صیقل نے بالکل صاف کر دیا تھا، اس لئے اس سوال سے قدرۃً سواد کو تکلیف ہوئی، برہم ہوکر جواب دیا، سبحان اللہ! خدا کی قسم اس وقت جس طرح آپ نے میرا استقبال کیا ویسا میرے کسی ساتھی نے نہ کیا تھا، حضرت عمرؓ نے اس برہمی پر فرمایا سبحان اللہ جس کفر و شرک مین ہم مبتلا تھے وہ تمھاری کہانت سے کہین بڑھکر تھا (یعنی ہماری اسلام کے قبل کی حالت تم سے بدتر تھی، اس لئے تم کو اس سوال پر بگڑنا نہ چاہئے) مین نے تمھارا واقعہ سنا ہے وہ مجھکو بہت عجیب و غریب معلوم ہوا، اس لئے مین اس کو خود تمھاری زبان سے سننا چاہتا ہون حضرت عمرؓ کی خواہش پر انھون نے پورا واقعہ سنایا،[۲]

وفات وفات کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین،

حلیہ صورۃً نہایت حسین و جمیل تھے،

فضل و کمال مذہبی حیثیت سے اون کا کوئی پایہ نہ تھا لیکن زمانۂ جاہلیت مین بہت ممتاز حیثیت

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۰۹ و ۶۱۰ مین یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے ہم نے صرف خلاصہ نقل کیا ہے،

[۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۰۵،

رکھتے تھے، کہانت مین جو زمانۂ جاہلیت کا بڑا معزز علم تھا، ید طولیٰ رکھتے تھے، شاعر بھی تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ کو خواب کی داستان نظم ہی مین سنائی تھی[1]

۵۷ حضرت سہیلؓ بن عمرو،

نام ونسب: سہیل نام، ابو یزید کینت، نسب نامہ یہ ہے، سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی عامری،

اسلام سے پہلے: سہیل روسائے قریش مین سے تھے، اس لئے دوسرے رؤسا کی طرح اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے سخت دشمن تھے، لیکن قدرت کی کرشمہ سازی دیکھو کہ اسی دشمنِ اسلام کے گھر مین عبداللہ بن سہیل اور ابوجندل بن سہیل جیسے اسلام کے فدائی پیدا ہوئے، یہ دونون دعوتِ اسلام کے آغاز ہی مین مشرف باسلام ہوئے، اور اسلام کے جرم مین باپ کے ہاتھون طرح طرح کی سختیان جھیلتے رہے، عبداللہ موقع پاکر حبشہ ہجرت کر گئے تھے، لیکن وہان سے واپسی کے بعد پھر ظالم باپ کے پنجۂ ظلم مین اسیر ہو گئے، اور جنگِ بدر کے موقع پر رہائی پائی، دوسرے بھائی ابو جندل حدیبیہ کے زمانہ تک مشقِ ستم رہے،

سہیل اسلام کے ان دشمنون مین تھے جو دوسرون کا اسلام گوارا نہ کر سکتے تھے، تو گھر مین یہ بدعت کس طرح دیکھ سکتے تھے، چنانچہ اشاعتِ اسلام نے انھین اسلام کا اور زیادہ دشمن بنا دیا، اور وہ اس کی بیخ کنی مین ہر امکانی کوشش کرنے لگے، عام مجمعون مین اسلام کے خلاف تقریرین کرتے اور رسول اکرمؐ کے خلاف زہر اگلتے، شیدایانِ اسلام یہ معاندانہ رویہ برداشت نہ کر سکے، حضرت عمرؓ کا غصہ قابو سے باہر ہو گیا، اور انھون نے آنحضرت صلعم سے اجازت مانگی کہ ارشاد

---

[1] حاکم نے مستدرک مین یہ اشعار نقل کئے ہین،

ہو تو سہیل کے ڈاگلے دانت توڑ ڈالون تاکہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے، لیکن پیامبر رحمت عالم نے جواب دیا جانے دو ممکن ہے کبھی وہ خوش بھی کر دین۔[۱]

اسلام کی ہر مخالفت مین سہیل پیش پیش رہتے تھے، چنانچہ غزوۂ بدر مین بھی آگے آگے تھے لیکن جب شکست ہوئی تو مالک بن دخشم نے گرفتار کر لیا، لیکن پھر فدیہ دیکر آزاد ہو گئے۔[۲]

صلح حدیبیہ مین قریش کی طرف سے معاہدہ لکھانے کی خدمت انھین کے سپرد ہوئی تھی، چنانچہ معاہدہ کی کتابت کے وقت جب آنحضرت صلعم نے اسلامی طرز تحریر کے مطابق بسم اللہ لکھنا چاہا تو سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم اسے نہین جانتے ہمارے دستور کے مطابق باسمک اللھم لکھو مسلمانون نے کہا ہم یہ نہین لکھ سکتے، لیکن رسول اللہ صلعم نے ان کا کہنا مان لیا اور معاہدہ کا مضمون شروع ہوا، جب یہ الفاظ ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ لکھے گئے تو سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم محمدؐ کو رسول مانتے تو یہ جھگڑا ہی کاہے کو ہوتا اور اون کو خانہ کعبہ سے روکنے اور ان سے لڑنے کی نوبت کیون آتی محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھو، آنحضرت صلعم نے فرمایا گو تم مجھے جھٹلا رہے ہو لیکن مین خدا کا رسول ہون، پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ مٹا کر میرا نام لکھدو، حضرت علیؓ نے عرض کیا مین اپنے ہاتھ سے نہین مٹا سکتا، اس عذر پر آپ نے خود اپنے دست مبارک سے مٹا کر "محمد بن عبداللہ" لکھدیا، اس مرحلہ کے بعد پھر کتابت شروع ہوئی کہ "قریش مسلمانون سے خانۂ کعبہ کے طواف مین تعرض نہ کرین گے اور مسلمان اطمینان کے ساتھ طواف کرین گے" سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ یہ معاہدہ اس سال کے لئے نہین ہے، ورنہ عرب کہین گے کہ ہمکو ہماری مرضی کے خلاف مجبور کیا گیا، البتہ آیندہ سال طواف کی اجازت ہو، آنحضرت صلعم نے یہ بھی مان لیا، سہیل نے ایک یہ شرط پیش کی کہ قریش کا

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۲، [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۲،

کوئی شخص خواہ وہ مسلمان ہی کیون نہ ہو، اگر مسلمانون کے پاس بھاگ جائیگا تو مسلمانون کو اسے واپس کرنا ہوگا، مسلمانون نے کہا ہم یہ شرط ہرگز نہین مان سکتے، کہ "ایک مسلمان مشرک کے حوالہ کر دیا جائے" ابھی یہ دفعہ زیر بحث تھی کہ سہیل کے لڑکے ابو جندل جو سہیل کے ہاتھون گرفتار تھے کسی طرح بھاگ کر آگئے، ان کے پیرون مین بیڑیان پڑی ہوئی تھین، انھین دیکھکر سہیل نے کہا محمد شرط پوری کرنے کا یہ پہلا موقعہ ہے، آپ نے فرمایا، مگر ابھی یہ دفعہ تسلیم نہین ہوئی ہے، سہیل نے کہا اگر تم ابو جندل کو حوالہ نہ کروگے تو ہم کسی شرط پر صلح نہ کرین گے آنحضرت صلعم نے بہت اصرار کیا، مگر سہیل کسی طرح نہ مانے، صحابہ نے ابو جندل کو حوالہ کرنے کی بہت مخالفت کی، لیکن درحقیقت یہ صلح آیندہ کامیابیون کا دیباچہ تھی اس لئے رسول اللہ صلعم نے سہیل کی شرط مان لی اور ابو جندل اسی طرح پا بجولان واپس کر دیئے گئے اور عہدنامہ مکمل ہوگیا[1]،

سنہ ۸ھ مین جب آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائی کی تو کسی خونریزی کی نوبت نہین آئی لیکن چند متعصب قریشیون نے خالد بن ولید کی مزاحمت کی ان مزاحمت کرنے والون مین سہیل بھی تھے[2] اس مزاحمت مین کچھ آدمی مارے گئے اور مکہ فتح ہوگیا،

فتح مکہ کے بعد صنادید قریش کی قوتین پارہ پارہ ہوگئین اور ان کے لئے دامن رحمت کے علاوہ کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی، اس وقت وہی سہیل جنھون نے دو سال پیشتر حدیبیہ مین من مانی اور فاتحانہ شرائط پر صلح کی تھی بے بس ولاچار گھر کے اندر کنواڑے بند کر کے

---

[1] یہ تمام تفصیلات بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب سے ماخوذ ہین "رسول اللہ" مٹانے کا واقعہ بخاری باب عمرۃ القضا سے لیا گیا ہے۔ [2] ابن سعد حصہ مغازی غزوۂ فتح و سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۸،

چھپ رہے، اور اپنے لڑکے ابوجندل کے پاس جن پر اسلام کے جرم مین طرح طرح کی سختیان کی تھین پیام کہلا بھیجا کہ "مارے جانے سے پہلے میری جان بخشی کراؤ" ابوجندل لاکھ مشق ستم رہ چکے تھے لیکن پھر بھی بیٹے تھے اور اسلام نے اس مقدس رشتے کی اہمیت اور زیادہ واضح کر دی تھی، اس لئے بلا تامل اس حکم کی تعمیل کے لئے سر خم کر دیا اور خدمتِ نبوی مین حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! والد کو امان مرحمت فرمایئے، ان کی سفارش پر رحمتِ عالمؐ نے سہیل کی تمام گذشتہ خطاؤن سے درگذر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ خدا کی امان مین مامون ہین، بلا خوف و خطر گھر سے نکلین، اور گرد و پیش کے لوگون کو ہدایت فرمائی کہ جو شخص سہیل سے ملے خبردار وہ ان کی طرف نہ لپکے، میری عمر کی قسم! سہیل صاحبِ عقل و شرف ہین، ان کے جیسا شخص اسلام سے ناواقف نہین رہ سکتا، بیٹے نے جا کر باپ کو رسول اللہ صلعم کا ارشاد سنایا، یہ شانِ کرم دیکھ کر سہیل کی زبان سے بے اختیار یہ حقیقت آمیز کلمات نکل گئے کہ "واللہ وہ بچپن مین بھی نیک تھے اور بڑی عمر مین بھی نیک ہین"[1]

اسلام | بالآخر آنحضرت صلعم کے اس عفو و کرم نے یہ معجزہ دکھایا کہ سہیل حنین کی واپسی کے وقت آپ کے ساتھ ہو گئے اور مقام جعرانہ پہنچکر خلعتِ اسلام سے سرفراز ہوئے، آنحضرت صلعم نے ازراہِ مرحمت حنین کے مالِ غنیمت مین سے سو اونٹ عطا فرمائے گو فتحِ مکہ کے بعد کے مسلمانون کا شمار مؤلفۃ القلوب مین ہے لیکن سہیل اس زمرہ مین اس حیثیت سے ممتاز ہین کہ اسلام کے بعد ان سے کوئی بات اسلام کے خلاف ظہور پذیر نہ ہوئی، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین، کان محمود الاسلام من حین اسلم[2]

فتنۂ ردہ کی مساعی | چنانچہ آنحضرت صلعم کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے مؤلفۃ القلوب

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۱، [2] ایضاً، [3] اصابہ ج ۲ ص ۱۴۷،

ڈگمگا گئے لیکن سہیل کے ایمان مین ذرہ برابر بھی تذبذب نہ پیدا ہوا، اور انھون نے قبائل مکہ کو اسلام پر قائم رکھنے کی بڑی کوشش کی چنانچہ جب انھون نے قبائل مکہ مین اسلام سے برگشتگی کے آثار دیکھے تو تمام قبیلہ والون کو جمع کرکے تقریر کی کہ

"برادران اسلام! اگر تم لوگ محمدؐ کی پرستش کرتے تھے تو وہ دوسرے عالم کو سدھار گئے اور اگر محمدؐ کے خدا کی پرستش کرتے تھے، تو وہ حیٔ قیوم اور موت کی گرفت سے بالا ہے، برادران قریش! تم سب سے اخیر مین اسلام لائے ہو، اسلئے سب سے پہلے اسکو چھوڑنے والے نہ ہو، محمدؐ کی موت سے اسلام کو کوئی صدمہ نہین پہنچ سکتا، بلکہ وہ اور زیادہ قوی ہوگا، مجھکو یقین کامل ہے کہ اسلام آفتاب و ماہتاب کی طرح ساری دنیا مین پھیلے گا، اور سارے عالم کو منور کریگا، یاد رکھو جس شخص نے دائرۂ اسلام سے باہر قدم رکھنے کا ارادہ کیا اوس کی گردن اڑا دون گا"[1]

سہیل کی اس موثر، دلپذیر اور پرجوش تقریر نے مذبذبین کے دلون مین پھر اسلام راسخ کر دیا، اور مرکز اسلام (مکہ) فتنۂ ارتداد کی وبا سے بچ گیا، اس طرح آنحضرت صلعم کی اس پیشینگوئی کی تصدیق ہوگئی کہ ممکن ہے سہیل سے کبھی پسندیدہ فعل کا ظہور ہو،

فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے مین ان کے گھر بھر نے بلیغ کوشش کی، چنانچہ یمامہ کی مشہور جنگ مین سہیل کے بڑے صاحبزادے عبد اللہ شہید ہوئے، حضرت ابوبکرؓ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو سہیل کے پاس تعزیت کے لئے اون کے گھر گئے، انھون نے کہا مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ شہید اپنے ستر اہل خاندان کی شفاعت کریگا، مجھکو امید ہے کہ میری سب سے پہلے شفاعت کیجائیگی،[2]

شام کی فوج کشی، شام کی فوج کشی کے سلسلہ مین جب حضرت عمرؓ نے تمام ممتاز افراد کو جمع کیا

---

[1] یہ تقریر سیرت کی کتابون مین کسی قدر طویل ہے، ہم نے محض خلاصہ نقل کیا ہے، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۱،

توشیوخ قریش بھی آئے، حضرت عمرؓ سب کو درجہ بدرجہ بلاتے تھے، اور گفتگو کرتے تھے، چنانچہ سب سے اول متقدمین فی الاسلام مہاجرین اولین کو بلایا اور صہیبؓ بلالؓ عمار بن یاسرؓ کو اور دوسرے بدری صحابہ کو شرف باریابی بخشا، ابوسفیان کی رعونت پر یہ تقدم بہت گران گذرا، انھون نے کہا، آج تک کبھی ایسا نہین ہوا، ان غلامون کو اندر بلایا جاتا ہے اور ہم لوگ دسواز پر بیٹھے ہوئے ہین ہماری طرف کوئی توجہ نہین کیجاتی، ابوسفیان کی اس بے جا نخوت پر سہیل کی حق پسند زبان نے طرزاً کہا، کس قدر عقلمند آدمی ہو لوگو! تمھارے چہرون پر برہمی کے آثار کیون ہین؟ اگر تم کو غصہ کرنا ہے تو خود اپنے اوپر کرو، ہماری قوم کو اسلام کی یکسان دعوت دیگئی لیکن ان لوگون نے اس کے قبول کرنے مین سبقت کی اور تم نے تاخیر کی خدا کی قسم جس فضل مین وہ تم سے بازی لے گئے وہ باریابی کے تقدم سے جس کے لئے تم بگڑ رہے ہو کہین زیادہ تمھارے لئے سخت اور تکلیف دہ ہونا چاہئے ہمکو معلوم ہے کہ یہ لوگ تم پر سبقت لیگئے اور اب اس سبقت کی تمھارے لئے کوئی سبیل باقی نہین ہے، اس لئے اب تم کو جہاد کا یہ موقعہ نہ کھونا چاہیئے، اس مین شریک ہو شاید خدا تم کو جہاد کی شرکت اور شہادت کا شرف عطا فرمائے، یہ سچی اور حقیقت آمیز باتین کہکر دامن جھاڑا اور جہاد مین شریک ہوگئے[1] اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین فوج کے ایک دستہ کے افسر تھے[2]

وفات، سعد بن فضالہ جو شام کے جہاد مین سہیل کے ساتھ تھے بیان کرتے ہین کہ ایکمرتبہ سہیل نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ خدا کی راہ مین ایک گھڑی صرف کرنا گھر کے تمام عمر کے اعمال سے بہتر ہے، اس لئے اب مین شام کا جہاد چھوڑ کر گھر نہ جاؤنگا اور یہین جان دونگا، اس عہد پر اس سختی سے قائم رہے، کہ طاعون عمواس مین بھی نہ ہٹے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۸۱، [2] طبری ص ۲۰۹۳۔

اور ۱۸ھ مین اسی وبا مین شام کے غربت کدہ مین جان دی[1]

تلافی مافات۔ جیسا کہ ناظرین کو سہیل کے ابتدائی حالات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ ان کی قبول اسلام سے پہلے کی زندگی کا پورا صفحہ سواد معصیت سے سیاہ تھا، اسلام کی مخالفت، آنحضرت صلعم پر ناپاک حملے، مسلمانون کی ایذا رسانی وغیرہ کوئی ایسا عناد نہ تھا جو انھون نے اسلام کے خلاف نہ ظاہر کیا ہو، اس لئے قبول اسلام کے بعد اوس کی تلافی کی فکر ہوئی، اور ہمہ تن تلافی مافات مین منہمک ہوگئے، چنانچہ جس قدر مال و دولت وہ مشرکین کی حمایت اور اسلام کی مخالفت مین صرف کر چکے تھے، اسی قدر اسلام کی راہ مین صرف کیا، اور جس قدر لڑائیان کفر کی حمایت مین لڑی تھین اتنے ہی جہاد خدا کی راہ مین کئے[2] پھر اپنے پورے گھر کو لیکر شام کے جہاد مین شریک ہوئے اور ایک لڑکی اور ایک پوتی کے علاوہ تمام اولادون کو اسلام کی قربانگاہ پر چڑھا دیا،[3]

یہ حسن تلافی کا ایک منظر (جہاد فی سبیل اللہ) ہے اسیطرح سہیل کی پیشانی مدتون اصنام مکہ کے سامنے سجدہ ریز رہ چکی تھی۔ اس کی تلافی کے لئے خدائے قدوس کے آستانہ پر اسیقدر جبین سائی کرنی تھی، چنانچہ قبول اسلام کے بعد وہ ہمہ تن عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہوگئے، علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہین کہ سہیل بن عمرو اسلام کے بعد بکثرت نمازین پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے، اور صدقات دیتے تھے،[4] صاحب اسد الغابہ کا بیان ہے کہ "روسائے قریش مین جو بالکل آخر یعنی فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے سہیل بن عمرو سے زیادہ نمازین پڑھنے والا، روزہ رکھنے والا، صدقہ دینے والا اور آخرت کے دوسرے اعمال مین تندہی کرنے والا کوئی نہ تھا، شدت ریاضت سے سوکھ کر کانٹا ہوگئے تھے، رنگ روپ بدل گیا تھا، اکثر رویا کرتے تھے بالخصوص قرآن

---

[1] اصابہ ج ۳ ص ۱۴۷، [2] ایضاً ص ۱۴۸، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۳، [4] ایضاً،

کی تلاوت کے وقت بہت روتے تھے، مشہور فاضل صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ سے قرآن کی تلاوت حاصل کرنے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہتا رہتا تھا[۱]،

جاہلی عصبیت سے نفرت

جاہلیت کے تمام جذبات بالکل فنا ہو گئے تھے، اون کے دوران تعلیم مین حضرت معاذ بن جبلؓ مکہ سے چلے گئے، لیکن انھون نے تعلیم کا سلسلہ ترک نہ کیا، اور معاذ کے پاس جاکر پڑھتے تھے، ایک دن ضرار بن ازور نے کہا تم اس خزرجی کے پاس کیون قرآن پڑھنے جاتے ہو؟ اپنے خاندان کے کسی آدمی سے کیون نہین پڑھتے، یہ متعصبانہ اعتراض سنکر سہیل نے جواب دیا ضرار! اسی تعصب نے ہماری یہ گت بنائی ہے اور دوسرے ہم سے کتنا بڑھ گئے، خدا کی قسم مین ضرور معاذ کے پاس جایا کرون گا، اسلام نے جاہلیت کے تمام تعصبات اور امتیازات مٹا دیئے اور اسلام کے شرف کی وجہ سے خدا نے ان قبائل کو جو جاہلیت مین بالکل ہیچ تھے بلند مرتبہ کر دیا، کاش ہم نے ان کا ساتھ دیا ہوتا، تو آج ہم بھی آگے ہوتے، مین تو اپنے گھرانے کے مردون عورتون بلکہ اپنے غلام عمیر بن عوف کے تقدم فی الاسلام کے شرف پر خوش ہوتا ہون، اور خدا کا شکر ادا کرتا ہون، اور یقین رکھتا ہون کہ انھین لوگون کی دعاؤن نے مجھے فائدہ پہنچایا، ورنہ مین بھی اپنے دوسرے ہمعصرون کیطرح جو اسلام کے خلاف لڑائیون مین مارے گئے ہلاک ہو گیا ہوتا، مین بدر، احد اور خندق مین معاندانہ شریک ہوا، معاہدۂ حدیبیہ مین نے ہی لکھوایا تھا، ضرار جب مین حدیبیہ کے معاہدہ مین رسول اللہ صلعم کی بات کو بار بار رد کرنے اور باطل پر اڑنے کو یاد کرتا ہون تو مجھے رسول اللہ صلعم سے شرم معلوم ہوتی ہے[۲]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۲، [۲] ایضاً،

۵۸۔ حضرت شیبہؓ بن عتبہ

نام ونسب، شیبہ نام ابوہاشم کنیت نسب نامہ یہ ہے شیبہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی عبشمی شیبہ کے والد عتبہ اور بہنوئی ابوسفیان اسلام کے بڑے دشمن تھے، عتبہ جنگ بدر میں قریشی فوج کے سپہ سالار تھے،

اسلام، گو شیبہ کا گھرانا اسلام کی دشمنی سے تیرہ و تار ہو رہا تھا، لیکن فتح مکہ کے بعد جب رؤسائے قریش کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی تو شیبہ بھی مسلمان ہو گئے،[1]

جنگ یرموک، عہد نبوی اور عہد صدیقی میں کہیں ان کا پتہ نہیں چلتا، عہد فاروقی میں میدان جہاد میں قدم رکھا اور شام کی مشہور جنگ قادسیہ میں ایک آنکھ شہید ہوئی،[2]

وفات، شام کی فتح کے بعد یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی اور یہیں عہد عثمانی میں وفات پائی،[3] بعض روایتوں سے امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات کا پتہ چلتا ہے،

فضل وکمال، فضل وکمال کے اعتبار سے ممتاز شخصیت رکھتے تھے، چنانچہ ارباب سیر انھیں فاضل صحابہ میں شمار کرتے تھے،[4] ابووائل اور ابوہاشم اوسی نے اون سے روایت کی ہے،[5]

آنحضرت صلعم کی خدمت میں بہت بے باک تھے اور کبار صحابہ انھیں "رجل صالح" بھلے آدمی کے لقب سے یاد کرتے تھے، کہیل بن حرملہ روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ دمشق آئے اور ابوکلثوم سدوسی کے مہمان ہوئے، ہم لوگ ان سے ملنے کیلئے گئے، باتوں باتوں میں صلوٰۃ وسطیٰ

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۲۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۸، [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۱۹، [4] ایضاً، [5] تہذیب الکمال ص ۲۶۶،

کا ذکر آیا، اس کی تعیین مین اختلاف پیدا ہوا، ابوہریرہؓ نے کہا اس مسئلہ مین تم مین بھی اختلاف ہے جس مین ہم لوگون مین مقام قبا مین رسول اللہ صلعم کے گھر کے پاس اختلاف ہوا تھا ہم مین ایک رجل صالح ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ تھے، یہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین بہت بیباک تھے، وہ فوراً آپ کی خدمت مین گئے اور دریافت کرکے واپس آکر بتایا کہ صلوۃ وسطیٰ" عصر ہے[1]،

دنیاوی ابتلا پر تاسف | عہد نبوی کے بعد مسلمانون کی زندگیان بہت بدل گئی تھین، ابو ہاشم اسے دیکھ کر روتے تھے، ایک مرتبہ بیمار ہوئے، اون کے بھانجے امیر معاویہ عیادت کے لئے آئے، ابو ہاشم رونے لگے، معاویہ نے پوچھا آپ روتے کیون ہین، مرض کی تکلیف ہے یا دنیا چھوڑنے کا غم ہے، کہا یہ کچھ نہین ہے، رسول اللہ صلعم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ "ابو ہاشم ممکن ہے تم اس زمانہ تک زندہ رہو جب مسلمانون مین مال کی کثرت ہوگی، ایسے وقت مین تمھارے لئے ایک خادم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک سواری کافی ہے"، اس ارشاد کے مقابلہ مین اتنا کچھ جمع کر رکھا ہے[2]،

۵۹۔ حضرت شیبہؓ بن عثمان،

نام ونسب | شیبہ نام، ابو عثمان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ ابن عثمان بن عبد الدار بن قصی قرشی عبدری تھے، خانۂ کعبہ کی کلید برداری انھین کے گھر مین تھی، ان کے والد عثمان جنگ احد مین حضرت علیؓ کے ہاتھون مارے گئے،

اسلام | ان کے اسلام کے بارہ مین دو روایتین ہین، ایک یہ کہ فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۸ [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۹،

دوسری یہ کہ غزوۂ حنین مین لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے، اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ خانہ کعبہ کی تطہیر کے بعد آنحضرت صلعم نے اس کی کنجی عثمان بن طلحہ اور شیبہ کو واپس کی اور فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک تمھارے پاس رہیگی جو شخص اس کو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔[1]

غزوۂ حنین مین اسلام والی روایت کا یہ واقعہ ہے کہ شیبہ بھی اپنے اہل خاندان کی طرح آنحضرت صلعم کے سخت دشمن تھے حنین کے دن یہ آنحضرت صلعم کے ساتھ بدنیتی سے نکلے اور اور آپ کو غافل پاکر حملہ کرنا چاہا، آپ ہوشیار ہو گئے اور انھیں قریب بلایا اس واقعہ سے شیبہ بہت مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے، آنحضرت صلعم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا اب تم سے شیطان دور ہو گیا، اسلام کی صداقت کے لئے یہ واقعہ کافی تھا، کہ ایک شخص جان لینے کے لئے بڑھتا ہو اور رسول اللہ صلعم اس کی نیت تاڑ جاتے ہین، اور نرم الفاظ مین مخاطب فرماتے ہین، چنانچہ شیبہ اسی وقت مشرف باسلام ہو گئے۔[2]

غزوۂ حنین، | بہرحال حنین مین شیبہ اسلام کی حالت مین شریک ہوئے اور نہایت ثبات و استقلال سے لڑے، جب مسلمانون کی عارضی شکست مین اون کے پاؤن اکھڑ گئے تو اس وقت بھی شیبہ کے پائے ثبات مین لغزش نہ آئی۔[3]

حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ایک مرتبہ وہ اور شیبہ خانہ کعبہ مین بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس گھر مین جس قدر سونا اور چاندی ہے سب کو مسلمانون مین تقسیم کردون گا، انھون نے کہا تم کو اس کا کیا حق ہے جب کہ تمھارے دو ساتھیون (آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ) نے ایسا نہین کیا، ان کے استدلال پر حضرت عمرؓ نے فرمایا

[1] استیعاب ج اول ص ۲۰۹، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۷، [3] استیعاب ج ۲ ص ۲۰۹،

مین انھین دونون کی اقتدا کرتا ہون[1]،

امارت حج | شیبہ بہت دنون تک زندہ رہے لیکن کسی سلسلہ مین نظر نہین آتے، حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے زمانہ کا یہ واقعہ ملتا ہے کہ ۳۹ھ مین جب ان دونون مین کشمکش جاری تھی تو حضرت علیؓ نے قثم بن عباس کو اپنی جانب سے امیر الحج بنا کر بھیجا اور امیر معاویہؓ نے یزید بن شجرہ کو تو مکہ مین دونون مین امارت کے بارہ مین اختلاف ہوا، اسوقت شیبہ موجود تھے، حضرت ابو سعیدؓ خدری نے جھگڑا چکانے کے لیے ان کو امیر بنایا، ان کی امارت پر فریقین متفق ہو گئے، چنانچہ ۳۹ھ کا حج انھین کی امارت مین ہوا[2]،

وفات | امیر معاویہ کے آخر عہد خلافت ۵۹ھ مین وفات پائی، دو لڑکے مصعب اور عبداللہ یادگار چھوڑے[3]،

فضل وکمال، | فضل وکمال کے لحاظ سے شیبہ کا کوئی خاص پایہ نہین ہے تاہم حدیث کی کتابین ان کی مرویات سے خالی نہین ہین، ان سے مصعب بن شیبہ نافع بن مصعب، ابو وائل عکرمہ اور عبدالرحمن بن زجاج وغیرہ نے روایتین کی ہین، علامہ ابن عبدالبر انھین فضلائے مؤلفۃ القلوب مین لکھتے ہین[4]،

۱۰۔ حضرت صعصعہؓ بن ناجیہ،

نام ونسب، | صعصعہ نام، باپ کا نام ناجیہ تھا، نسب نامہ یہ ہے صعصعہ بن ناجیہ بن عقال ابن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی،

---

[1] بخاری باب الاقتدا و بسنن رسول اللہ، [2] اصابہ ج ۳ ص ۲۱۶، [3] تہذیب الکمال ص ۱۶۸،
[4] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۹،

اسلام سے پہلے، صعصعہ کی فطرت ابتدا سے سلیم تھی چنانچہ زمانۂ جاہلیت مین جبکہ سارے عرب مین دختر کشی عام تھی اور لوگ لڑکیون کو ننگ قرابت سے بچنے کے لئے زندہ دفن کردیا کرتے تھے، شیبہ کی آغوش محبت لڑکیون کی پرورش کیلئے کھلی تھی اور وہ دوسرون کی لڑکیون کو خرید خرید کر پالتے تھے،

اسلام، وفد تمیم کے ساتھ مدینہ آئے آنحضرت صلعم نے اسلام پیش کیا صعصعہ شروع سے سلیم الفطرت تھے، اس لئے بلا تامل قبول کرلیا، قبول اسلام کے بعد آپ سے کچھ آیات قرآنی حاصل کین پھر پوچھا یارسول اللہ مین نے جاہلیت مین جو اچھے کام کئے ہین وہ قبول ہون گے اور مجھکو اون کا اجر ملے گا؟ فرمایا کون اعمال کئے ہین، عرض کیا ایک مرتبہ میری دس ماہ کی دو حاملہ اونٹنیان گم ہوگئین مین ایک اونٹ پر سوار ہوکر اون کی تلاش مین نکلا راستہ مین دو مکان دکھائی دیئے، مین اون مین گیا، ایک مکان مین ایک پیر مرد نظر آیا، اس سے مجھ سے باتین ہونے لگین، اتنے مین گھر سے آواز آئی کہ اس کے گھر مین ولادت ہوئی، اس نے پوچھا کون بچہ ہوا معلوم ہوا لڑکی، اس نے کہا اوس کو دفن کردو، مین نے کہا دفن نہ کرو مین اوس کو خریدتا ہون، چنانچہ مین نے اوس کو دو اونٹنی اون کے دو بچے اور اپنی سواری کا اونٹ دیکر لڑکی لے لی، اس طریقہ سے ظہور اسلام تک مین تین سو ساٹھ دفن ہونے والی لڑکیون کو فی لڑکی دس دس مہینہ کی دو دو حاملہ اونٹنیان اور ایک ایک اونٹ دیکر خریدا۔ اس کا مجھے کوئی اجر ملے گا؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کو خدا نے اسلام کے شرف سے سرفراز کیا ہے، اس لئے ان تمام نیکیون کا اجر ملے گا[1]

صعصعہ کے اعمال حسنہ محض لڑکیون کو بچانے تک محدود نہ تھے، بلکہ وہ غربا پرور بھی تھے، اور غریبون اور محتاجون کے لئے ان کا دست کرم ہمیشہ دراز رہتا تھا، ضروریات سے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱،

جو کچھ بچتا تھا، اوس کو پڑوسیون اور مسافرون مین تقسیم کردیتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ضروریات سے جو کچھ بچتا ہے اوس کو مین پڑوسیون اور مسافرون کے لئے رکھ چھوڑتا ہون، فرمایا پہلے مان، باپ بھائی، بہن اور قریبی رشتہ دارون کو دیا کرو[1]

وفات، وفات کے زمانہ کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین،

اولاد، مشہور شاعر فرزدق ان کا پوتا تھا، چنانچہ اوس نے اس فخریہ شعر

وجدی الذی منع الوائدات　　فاحیا الوئید فلم تواد

مین صعصعہ ہی کے کارنامہ کی طرف اشارہ کیا ہے،

۱۶ حضرت صفوان بنؓ امیہ،

نام ونسب، صفوان نام، ابووہب کینت، نسب نامہ یہ ہے صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن جمح قرشی، زمانہ جاہلیت مین صفوان کا خاندان نہایت معزز اور مفتخر تھا، ایسار یعنی تیرون سے پانسہ ڈالنے کا عہدہ انھین کے گھر مین تھا، کوئی پبلک کام اوس وقت تک نہ ہوسکتا تھا جب تک پانسہ سے اس کا فیصلہ نہ ہوجائے،

قریش کے دوسرے معززین کی طرح صفوان کا باپ امیہ بھی اسلام کا سخت مخالف تھا حضرت بلالؓ اسی کی غلامی مین تھے جن کو وہ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے بڑی عبرت انگیز سزائین دیتا تھا، بدر مین اوس کا سارا کینہ مسلمانون کے استیصال کے ارادہ سے نکلا، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے امیہ کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، لیکن میدان جنگ مین حضرت بلالؓ کی نظر اس پر پڑگئی، یہ چلائے کہ دشمن اسلام امیہ کو لینا

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۰،

ان کی آواز پر مسلمان چاروں طرف سے امیہ پر ٹوٹ پڑے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بچانا چاہا اور بچانے کے لئے امیہ کے اوپر لیٹ گئے، لیکن بلالؓ کی فریاد کے سامنے ان کی کسی نے نہ سنی اور تیروں سے چھید چھید کر امیہ کا کام تمام کر دیا، اس کی مدافعت میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی زخمی ہوئے[1]

بدر میں مشرکین کی شکست اور باپ کے قتل نے صفوان کو بہت زیادہ مشتعل کر دیا، ایک دن یہ اور عمیر بن وہب بیٹھے ہوئے بدر کے واقعات کا تذکرہ کر رہے تھے صفوان نے کہا مقتولین بدر کے بعد زندگی کا مزہ جاتا رہا، عمیر نے جواب دیا سچ کہتے ہو کیا کہیں اگر قرض کا بار نہ ہوتا اور بال بچوں کے مستقبل کی فکر نہ ہوتی تو محمدؐ کو قتل کر کے یہ قصہ ہی ختم کر دیتا، صفوان باپ کے خون کے انتقام کے لئے بیتاب تھے، بولے یہ کون بڑی بات ہے میں ابھی تمہارا قرض چکائے دیتا ہوں، رہا اہل و عیال کا معاملہ تو اون کے متعلق بھی یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے بعد اپنے بال بچوں کی طرح اون کی کفالت اور خبر گیری کروں گا، چنانچہ عمیر کو آمادہ کر کے انھیں ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار دیکر آنحضرت صلعم کا قصہ چکانے کے لئے مدینہ بھیجا، مگر مدینہ پہنچنے کے بعد جب وہ رسول اللہ صلعم کے پاس گئے تو یہ راز فاش ہو گیا، اور عمیر مسلمان ہو گئے[2]

اس سازش کی ناکامی کے بعد صفوان نے جن جن کے اعزہ بدر میں مارے گئے تھے انھیں ساتھ لیکر ابوسفیان کو بدلہ لینے پر آمادہ کیا، اس کا نتیجہ احد کی صورت میں ظاہر ہوا، ابوسفیان مسلمانوں کی عارضی شکست کے بعد مکہ واپس ہو رہا تھا، مگر پھر یہ خیال کر کے کہ اس وقت مسلمان کمزور ہیں ان سے پورا بدلہ لینا چاہا، لیکن صفوان نے کہا کہ اس مرتبہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں ممکن

---

[1] بخاری کتاب الوکالہ، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ عمیر بن وہب،

آیندہ خلاف نتیجہ نکلے، اس لئے لوٹنا مناسب نہین ہے، ان کے سمجھانے پر ابو سفیان لوٹ آیا،[1]

سنہ۳ھ مین بعض نومسلم قبائل کی درخواست پر آنحضرت صلعم نے اون کی تعلیم کیلئے قاری صحابہ کی ایک جماعت بھیجی تھی، راستہ مین بنی لحیان نے ان پر حملہ کر دیا، اس حملہ مین چند صحابہ شہید ہوئے، اور چند زندہ گرفتار کئے گئے، گرفتار ہونے والون مین ایک صحابی زید بن دِثنہ تھے، انھین بیچنے کے لئے مکہ لایا گیا صفوان نے خرید کر اپنے باپ کے بدلہ مین قتل کیا،[2]

اس کے بعد صفوان کو اسلام سے پہلی سی پرخاش باقی نہ رہی، بلکہ اندرونی طور پر وہ متاثر ہونے لگے، چنانچہ سنہ۸ھ مین جب غزوۂ حنین پیش آیا تو دوسرے آلات حرب مہیا ہوگئے، لیکن زرہین نہ تھین، آپ نے صفوان سے مانگ بھیجین، اُنھون نے کہا عاریۃً یا غصباً، فرمایا عاریۃً چنانچہ صفوان نے چند زرہین عاریۃً دین، یہ پہلا موقع تھا کہ ان کے جیسے دشمن اسلام کی جانب سے اس کی امداد کا کوئی کام ہوا، ان زرہون مین سے غزوۂ حنین مین چند ضائع ہوگئین آنحضرت صلعم نے تاوان دینا چاہا لیکن صفوان نے قبول نہ کیا اور کہا یا رسول اللہ آج اسلام کیجانب میرا میلان ہورہا ہے،[3] لیکن قومی عصبیت نے اس میلان کو دبا دیا، اور فتح مکہ مین مسلمانون سے مزاحم ہوئے،[4]

فتح مکہ کے بعد جب رؤسائے قریش کا شیرازہ بکھر گیا اور اون کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہگئی تو ان مین سے اکثر آنحضرت صلعم کے لطف وکرم اور عفو ودرگذر کو دیکھکر مشرف باسلام ہوگئے، اور بعضون نے اپنی گذشتہ کرتوتون کے خوف اور بعضون نے تعصب کیوجہ سے راہ فرار اختیار کی صفوان نے بھی جدہ کا رستہ لیا اون کے عزیز اور قدیم رفیق عمیر بن

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱۱ [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱۱ [3] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۰۱ [4] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۴۸

ابن وہب نے جو بدر کے بعد ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ سردار قوم صفوان ابن امیہ آپ کے خوف سے بھاگ گئے ہیں، آپنے فرمایا وہ مامون ہیں عمیر نے کہا یا رسول اللہ جان بخشی کی کوئی نشانی مرحمت ہو آپ نے ردائے مبارک دی، کہ وہ اسے دکھا کر صفوان کو اسلام کی دعوت دیں اور انھیں آنحضرت صلعم کے پاس بلا لائیں، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو فبہا ورنہ انھیں غور کرنے کیلئے دو مہینہ کی مہلت دیجائے عمیر ردائے مبارک لیکر صفوان کی تلاش میں نکلے، اور انھیں ردائے مبارک دکھا کر مدینہ واپس لے آئے، واپس آنے کے بعد صفوان آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجمع عام میں بلند آواز سے آپ سے پوچھا محمد! عمیر بن وہب نے مجھ سے تمہاری چادر دکھا کر کہا ہے کہ تم نے مجھکو بلایا ہے، اور مجھے اختیار دیا ہے کہ اگر میں پسند کروں تو اسلام قبول کر لوں ورنہ دو مہینہ کی مہلت ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ابو وہب سواری سے اترو، انھوں نے کہا جب تک صاف نہ بتادوگے نہ اترونگا، آنحضرت صلعم نے فرمایا دو کے بجائے تمکو چار مہینے کی مہلت ہے[1]

اس عفو و درگذر اور نرمی و ملاطفت کے بعد بھی صفوان اپنے مذہب پر قائم رہے لیکن اسلام کے ساتھ کوئی پرخاش باقی نہیں رہی، چنانچہ اسکے بعد ہی جنگ حنین اور طائف ہوئی ان میں بھی انھوں نے اسلحہ سے مسلمانوں کی امداد کی اور خود بھی دونوں لڑائیوں میں شریک ہوئے[2] آنحضرت صلعم نے حنین کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ انھیں مرحمت فرمائے[3] یہ مرحمت بیکراں دیکھکر صفوان نے کہا کہ ایسی فیاضی نبی ہی کر سکتا ہے[4] انکی بیوی ان سے پہلے مشرف باسلام ہو چکی تھیں لیکن آنحضرت صلعم نے دونوں میں تفریق نہیں کی[5]

اسلام آنحضرت صلعم کے اس طرز عمل سے متاثر ہو کر غزوہ طائف کے چند دنوں بعد مشرف باسلام ہو گئے[6] آنحضرت صلعم نے نکاح کی تجدید نہیں فرمائی[7]

مدینہ کی ہجرت اور واپسی صفوان تاخیر اسلام کی وجہ سے ہجرت کے شرف سے محروم رہ گئے تھے کسی نے ان سے کہا جو ہجرت کے شرف سے محروم رہا وہ ہلاک ہو گیا، صفوان یہ سنکر ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے[8] اور حضرت عباسؓ کے یہاں اترے، آنحضرت صلعم کو ان کی ہجرت کی خبر ہوئی تو فرمایا فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے، اور صفوان سے پوچھا کس کے یہاں اترے ہو، عرض کی عباس کے یہاں، فرمایا ایسے قریش کے یہاں جو قریش کو بہت زیادہ محبوب رکھتا ہے، پھر انھیں مکہ واپس جانے کا حکم دیا، اس حکم پر صفوان مکہ واپس گئے اور بقیہ زندگی مکہ ہی میں بسر کی[9]

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۸ و موطا امام مالک ص ۱۱۷، [2] موطا امام مالک ص ۱۱۷، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۰، [4] استیعاب ج اول ص ۳۲۸، [5] موطا حوالہ مذکور، [6] ایضاً، [7] ایضاً ص ۳۵۳، [8] استیعاب ج اول ص ۳۲۰، [9] ایضاً

جنگ یرموک، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے اور اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین ایک دستہ کے افسر تھے[1]

وفات امیر معاویہ کے عہد خلافت مین وفات پائی[2] وفات کے بعد دو لڑکے امیہ اور عبداللہ یادگار چھوڑے،

فضل وکمال فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی خاص مرتبہ نہ تھا، تاہم احادیث سے انکا دامن علم یکسر خالی نہین، ہے، امیہ، عبداللہ، صفوان بن عبداللہ، حمید بن حجیر، سعید بن مسیب، عطا، طاؤس، عکرمہ اور طارق بن مرقع وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین[3]، البتہ اس عہد کے دوسرے ممتاز علوم مین کمال رکھتے تھے چنانچہ خطابت، فصاحت و بلاغت مین جو اس عہد کے کمالات تھے صفوان کا شمار بلغائے عرب مین تھا[4]

عام حالات، فیاضی اور سیرچشمی ان کی فطرت مین تھی، زمانہ جاہلیت ہی سے وہ قریش کے فیاض اور عالی حوصلہ لوگون مین تھے اور انکا دسترخوان لوگون کیلئے صلائے عام تھا[5]

۶۲۔ حضرت صفوانؓ بن معطل

نام ونسب، صفوان نام ابو عمر کنیت، نسب نامہ یہ ہے صفوان بن معطل بن رحضہ بن خزاعی بن محارب بن مرہ بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بھثہ بن سلیم بن منصور سلمی،

اسلام، ۵ھ مین مشرف باسلام ہوئے[6]

[1] طبری ص ۲۰۹۳، [2] استیعاب ج ۲ ص ۳۲۹، [3] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۲۴، [4] اصابہ ج ۳ ص ۲۳۷، [5] استیعاب ج ۲ ص ۳۲۹، [6] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۸،

غزوات | قبول اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ مریسیع مین شریک ہوئے، خندق مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، سریۂ عرنیین مین بھی پیش پیش تھے[1] غزوات مین عموماً "ساقہ" یعنی فوج کے اس آخری حصہ پر مامور ہوتے تھے جو فوج کے پیچھے پیچھے چلتا ہے تاکہ فوج کے بھولے بھٹکے ہوئے آدمیون اور گری پڑی ہوئی چیزون کو ساتھ لیتا چلے، غزوۂ بنی المصطلق مین بھی صفوان اس خدمت پر مامور تھے، اس غزوہ مین حضرت عایشہؓ چھوٹ گئی تھین، چنانچہ صفوان انھین ساتھ لیتے آئے، منافقین نے اس کو بہت مکروہ صورت مین مشتہر کیا، لیکن کلام پاک نے اس افترا پردازی کا پردہ چاک کر دیا، اس موقع پر آنحضرت صلعم نے صفوان کے متعلق یہ راے ظاہر فرمائی تھی، ماعلمت منہ الا خیرا مین ان مین بھلائی کے سوا کچھ نہین جانتا[2]

بعض صحابہ جن مین حسان بن ثابتؓ بھی تھے منافقون کے فریب مین آگئے، صفوان نہایت باحمیت تھے اور پھر ام المومنین کا معاملہ تھا، اس لئے قدرۃً انھین تکلیف پہنچی اور جوش حمیت مین انھون نے حسان پر تلوار چلادی، حسان نے آنحضرت صلعم سے اس کی شکایت کی، آپ نے اس کے معاوضہ مین حسان کو کھجور کا ایک باغ دلوایا[3]

عہد خلفاء | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت ۱۹ھ مین آرمینیہ کی فوج کشی مین شریک ہوئے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی معرکہ مین جام شہادت پیا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے امیر معاویہ کے زمانہ تک زندہ تھے، اور روم کی معرکہ آرائیون مین شریک ہوئے، انھین مین سے کسی معرکہ مین ران کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی[4]

وفات | الغرض باختلاف روایت ۱۹ھ یا ۵۸ھ مین وفات پائی،

فضل وکمال | صفوان کو مذہبی معلومات کی بڑی تلاش وجستجو رہتی تھی، جن چیزون سے ناواقف

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۸، [2] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ عزوجل ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم الخ، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶، [4] ایضاً و استیعاب ج اول ص ۳۲۹،

ہوتے تھے اسے براہ راست رسول اللہ صلعم سے پوچھ لیتے تھے، ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا یارسول اللہ! آپ سے ایسے مسائل پوچھنا چاہتا ہون جن سے آپ واقف ہین، مگر مین ناواقف ہون فرمایا، پوچھو، عرض کی شب و روز مین کوئی وقت ایسا بھی ہے جس مین نماز مکروہ ہو اس استفسار پر آپ نے تینون مکروہ اوقات مفصل بتائے[1]،

گو صفوان سے بہت کم روایتین ہین تاہم وہ فضل و کمال کے لحاظ سے صحابہ کی جماعت مین ممتاز شمار کیے جاتے تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کان خیراً فاضلاً[2] شاعر بھی تھے، مگر عام طور سے شاعری نہین کرتے تھے بلکہ جب کوئی خاص موقع آتا تھا تو اشعار موزون ہوجاتے تھے، حسان بن ثابت پر وار کرتے وقت بھی دو شعر کہے تھے[3]

شجاعت | شجاعت و بہادری مین بہت ممتاز تھے اور اس زمانہ کے مشہور بہادرون مین شمار تھا[4]،

۶۳۔ حضرت ضحاک رضؓ بن سفیان

نام ونسب | ضحاک نام ابو سعد کنیت "سیاف رسول" لقب نسب نامہ یہ ہے، ضحاک بن سفیان بن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری کلابی، مدینہ کے قریب بادیہ مین رہتے تھے،

اسلام وغزوات | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، آنحضرت صلعم نے انھین ان کے قبیلہ کے نو مسلمون کا امیر بنایا، فتح مکہ مین جب تمام مسلم قبائل جمع ہوئے تو ان کا قبیلہ بھی

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۰۱، [2] استیعاب ج اول ص ۳۲۹، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶

[4] استیعاب حوالۂ مذکور،

نو سو کی جمعیت کے ساتھ آیا، آنحضرت صلعم نے قبیلہ والون سے مخاطب ہوکر فرمایا تم مین کوئی ایسا شخص ہے جو تمھاری جماعت کو ہزار کے برابر کردے، یہ کہکر ضحاک کو شرف امارت عطا فرمایا[1]

سریہ بنی کلاب! ضحاک نہایت شجاع و بہادر تھے اس لئے اہم امور کے لئے انکا انتخاب ہوتا تھا، چنانچہ سنہ ۹ھ مین آنحضرت صلعم نے دعوت اسلام کے سلسلہ مین ان کے قبیلہ بنی کلاب کیطرف جو سریہ روانہ فرمایا تھا وہ ضحاک ہی کی ماتحتی مین گیا تھا[2]

غزوات کے علاوہ وہ ذات نبوی کی بھی سپاہیانہ خدمات انجام دیا کرتے تھے چنانچہ بعض بعض مواقع پر وہ آنحضرت صلعم کی حفاظت کے لئے شمشیر برہنہ آپ کی پشت پر کھڑے ہوتے تھے، اس صلہ مین بارگاہ رسالت سے "سیاف رسول" کا معزز لقب ملا تھا[3]،

فضل و کمال! فضل و کمال مین کوئی خاص پایہ نہ تھا، ان سے صرف چار حدیثین مروی ہین، ابن مسیب اور حسن بصری نے ان سے روایت کی ہے[4] حضرت عمرؓ ان کے معلومات پر فیصلہ کردیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ مقتول کی دیت مین اس کی بیوی کا کوئی حصہ نہین، لیکن ضحاک کی شہادت پر یہ رائے بدل دی[5]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۱۷، [3] استیعاب ج اول ص ۳۳۶،
[4] تہذیب الکمال ص ۱۷۶، [5] استیعاب و اسد الغابہ حوالۂ مذکور،

۶۴۔ حضرت ضرار بن ازورؓ

نام ونسب، ضرار نام، ابوازور کنیت، نسب نامہ یہ ہے ضرار بن مالک (ازور) بن اوس بن خذیمہ بن ربیعہ بن مالک بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی،

اسلام، ضرار اپنے قبیلہ کے ارباب ثروت مین تھے، عرب مین سب سے بڑی دولت اونٹ کے گلے تھے، ضرار کے پاس ہزار اونٹون کا گلہ تھا، اسلام کے جذب و ولولے مین تمام مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ آستان نبوی پر پہنچے اور عرض کی[1]

ترکت الخمور وضرب القداح — واللهو تعللۃ وانتهالا

فیارب لا تغبنن صفقتی — فقد بعت اهلی ومالی بدالا

آنحضرت صلعم نے فرمایا تمہاری تجارت گھاٹے مین نہین رہی[2]

قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے بنی صیدا اور بنی ہذیل کی طرف بھیجا،[3]

فتنۂ ارتداد، عہد صدیقی مین فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے مین بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، بنی تمیم کا مشہور مرتد سرغنہ مالک بن نویرہ انھین کے ہاتھون مارا گیا،[4] اس سلسلہ کی مشہور جنگ یمامہ مین بڑی شجاعت سے لڑے، واقدی کے بیان کے مطابق اس بے جگری سے لڑے کہ دونون پاؤن پنڈلیون سے کٹ گئے، مگر تلوار ہاتھ سے نہ چھوٹی، گھٹنون کے بل گھسٹ گھسٹ کر لڑتے رہے اور گھوڑون کی ٹاپون سے مسل کر شہید ہوئے،[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹، [2] استیعاب ج اول ص ۳۳۰، [3] ایضاً، [4] ایضاً، [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹،

شہادت، لیکن واقدی کا یہ بیان بہت مبالغہ آمیز ہے اس حد تک واقعہ صحیح ہے کہ ضرار یمامہ کی جنگ مین نہایت سخت زخمی ہوئے تھے لیکن شہادت کے بارہ مین روایات مختلف ہین بعض یمامہ مین بتاتے ہین، بعض اجنادین مین اور بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ تک زندہ تھے، اور شام کی فتوحات مین شرکت کی لیکن موسیٰ بن عقبہ کی روایت کی رو سے اجنادین کے معرکہ مین شہادت پائی، یہ روایت زیادہ مستند ہے[۱]

۶۵- حضرت ضماد بن ثعلبہؓ

نام ونسب، ضماد نام، باپ کا نام ثعلبہ تھا، قبیلہ ازدشنوء سے خاندانی تعلق تھا، طبابت اور جھاڑ پھونک پیشہ تھا، زمانۂ جاہلیت سے آنحضرت صلعم کے دوست تھے[۲]

اسلام، جب مکہ مین اوّل اوّل آنحضرت صلعم نے توحید الٰہی کی صدا بلند کی تو اس کے جواب مین ہر طرف سے جنون اور دیوانگی کا فتویٰ صادر ہوا، اتفاق سے انھین دنون ضماد کسی کام سے مکہ آئے انھون نے بھی سنا کہ (نعوذ باللہ) محمد مجنون ہوگئے، طبابت اور جھاڑ پھونک پیشہ تھا، اس لئے گذشتہ تعلقات اور مراسم نے تقاضا کیا کہ محمد کو ضرور دیکھنا چاہئے، ممکن ہے میرے ہاتھون سے شفا مقدر ہو، چنانچہ خدمت نبوی مین جا کر کہا محمد مین آسیب کا علاج کرتا ہون، خدا نے میرے ہاتھون سے بہتون کو شفا بخشی ہے، اس لئے مین تمھارا بھی علاج کرنا چاہتا ہون، اس ہمدردی اور طبیبانہ مشورہ کے جواب مین آپ نے یہ آیتین تلاوت فرمائین،

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ من یھدہ اللہ فلا — تمام تعریفین خدا ہی کے لئے ہین ہم اسکی

---

[۱] اصابہ ج ۳ ص ۲۶۹، [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲،

مضل له ومن یضلله فلا هادی له، واشهد	حمد کرتے ہین اور اس سے استعانت چاہتے ہین
ان لا اله الا الله وحده لا شریک له	جسکو خدا ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہین
واشهد ان محمداً عبده ورسوله،	اور جسکو وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے
	والا نہین مین گواہی دیتا ہون، خدا کے سوا کوئی
	معبود نہین، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک
	نہین اور محمد اس کے بندے اور رسول ہین،

یہ آیتین تلاوت کرکے آنحضرت صلعم کچھ اور فرمانا چاہتے تھے کہ ضماد نے دوبارہ پڑھنے کی فرمایش کی، آپ نے تین مرتبہ پڑھکر سنایا، ضماد نہایت غور و تامل کے ساتھ سنتے جاتے تھے، اور دل متاثر ہوتا جاتا تھا، جب سن چکے تو کہا مین نے کاہنون کا سجع سنا ہے، ساحرون کی سحر بیانی سنی ہے، شعراء کا کلام سنا ہے، لیکن یہ تو کچھ اور ہی ہے، جو بات اسمین ہے، وہ کسی مین نہین پائی، اس کا عمق سمندر کی گہرائیون کی تھاہ لاتا ہے، ہاتھ بڑھاؤ اور مجھے اسلام کی غلامی مین داخل کرو، اس طریقہ سے عرب کا وہ مشہور طبیب جو جنون کا علاج کرنے آیا تھا، خود اسلام کا دیوانہ بن گیا[1]،

ضماد گو بہت ابتدا مین مشرف باسلام ہوئے تھے لیکن اسلام کے بعد پھر کہین انکا تذکرہ نہین ملتا، صرف ایک موقع پر ان کا نام آتا ہے، آنحضرت صلعم نے ایک سریہ کسی سمت روانہ فرمایا تھا، وہ ضماد کے قبیلہ کی طرف سے گذرا تو یہان سے ایک مطہرہ ملا، امیر سریہ نے پوچھا کہ اس قبیلہ سے کچھ ہاتھ لگا، ایک شخص نے کہا ایک مطہرہ ملا ہے، امیر نے کہا اسے واپس کردو، یہ ضماد کا قبیلہ ہے[2]، اس کے بعد پھر کہین ان کا پتہ نہین چلتا،

---

[1] مسلم کتاب الجمعہ قولہ ناعوس، [2] ایضاً،

۶۶۔حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ

نام ونسب، ضمام نام، باپ کا نام ثعلبہ تھا، قبیلہ بنی سعد سے نسبی تعلق تھا،

اسلام سے پہلے، ضمام فطرۃً سلیم الطبع تھے، چنانچہ زمانۂ جاہلیت مین بھی جب سارا عرب طرح طرح کے فواحش مین مبتلا تھا ضمام کا دامن اخلاق ان سے محفوظ رہا[۱]،

اسلام، ۹ھ مین جب اسلام کا چرچا سارے عرب مین پھیل گیا، اور دور دور کے قبائل مدینہ آنے لگے تو ضمام کے قبیلہ نے انھین تحقیق حال کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا جس وقت یہ پہنچے اس وقت آپ مسجد مین تشریف فرما تھے، مسجد کے دروازہ پر اونٹ باندھکر اندر داخل ہوئے، آنحضرت صلعم کے گرد صحابہ کا مجمع تھا، ضمام نہایت جری اور بے باک تھے، سیدھے آپ کے پاس پہنچے، اور پوچھا تم مین عبد المطلب کا پوتا کون ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا مین ہون، ضمام نے کہا محمد! فرمایا ہان، اس کے بعد ضمام نے کہا اے ابن عبد المطلب! مین تم سے سختی کے ساتھ چند سوالات کرونگا، تم آزردہ نہ ہونا، فرمایا نہین آزردہ نہ ہونگا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، کہا مین تم سے اس خدا کا واسطہ دلاکر پوچھتا ہون جو تمھارا معبود، تمھارے اگلون کا معبود اور تمھارے بعد آنے والون کا معبود ہے، کیا خدا نے تم کو ہمارا رسول بناکر بھیجا ہے، فرمایا خدا کی قسم ہان، کہا مین تم سے اس خدا کا واسطہ دلاکر پوچھتا ہون جو تمھارا معبود، تمھارے اگلون کا معبود اور تمھارے پچھلون کا معبود ہے کیا خدا نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ بلا کسی کو شریک کئے ہوئے صرف اسی کی پرستش کرین اور اس کے علاوہ

---

[۱] اصابہ ج ۳ ص ۲۷۱۔

ان بتون کو چھوڑ دین جن کی ہمارے آبا و اجداد پرستش کرتے چلے آئے ہین، فرمایا خدا کی قسم ہان، پوچھا مین تم سے اس خدا کا واسطہ دلاکر پوچھتا ہون جو تمھارا تمھارے اگلون کا اور تمھارے پچھلون کا معبود ہے، کیا تم کو خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم پانچ وقت کی نمازین پڑھین، آنحضرت صلعم نے اثبات مین جواب دیا، ضمام نے اسی طرح روزہ، حج، اور زکوٰۃ اسلام کے تمام ارکان کے متعلق قسم دلا دلا کر سوالات کئے اور آپ اثبات مین جواب دیتے رہے، سوالات کرنے کے بعد ضمام نے کہا مین شہادت دیتا ہون کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین، اور محمد اسکے بندے اور رسول ہین، اور مین عنقریب ان تمام فرائض کو پورا کرون گا، اور جن جن چیزون سے آپ نے منع کیا ہے انھین چھوڑ دونگا، اور اس مین کسی قسم کی کمی اور زیادتی نہ کرونگا، اس اقرار کے بعد یہ لوٹ گئے، آنحضرت صلعم نے لوگون سے فرمایا کہ اگر اس گیسوون والے نے سچ کہا ہے تو جنت مین جائیگا۔[1]

اپنے قبیلہ مین تبلیغ، ضمام بدو فطرت سے طبع سلیم رکھتے تھے، زمانۂ جاہلیت مین بھی ان کا دامن آلودگیون سے پاک رہا، اسلام نے اور جلا دیدی، چنانچہ مدینہ سے واپسی کے بعد انھین اپنے گمراہ قبیلہ کے اسلام کی فکر ہوئی، اور وہ سیدھے بنی سعد پہنچے، اہل قبیلہ ان کی آمد کی خبر سنکر جوق جوق حالات سننے کے لئے جمع ہوئے، یہ لوگ اس خیال مین تھے کہ ضمام کوئی اچھا اثر لے نہ آئے ہون گے، مگر اپنی امیدون کے برخلاف ضمام کی زبان سے پہلا جملہ یہ سنا، "لات و عزیٰ کا برا ہو"، محترم دیوتاؤن کی شان مین اس گستاخی پر ہر طرف سے "ضمام خاموش"، "ضمام خاموش"، "تم کو خوف نہین معلوم ہوتا کہ اس گستاخی کی پاداش مین تم کو جنون، برص یا جذام نہو جائے" کی صدائین اٹھین، ضمام نے ان توہمات کا یہ جواب دیا، "تم لوگون کی حالت پر

[1] مسند دارمی کتاب الصلوٰۃ باب فرض الوضوء والصلوٰۃ،

پر افسوس ہے، لات وعزیٰ کسی قسم کا نقصان نہین پہنچا سکتے، خدا نے محمد کو رسول بنا کر بھیجا ہے، اور ان پر ایسی کتاب اتاری ہے جو اس (گمراہی) سے نجات دلائیگی جس مین ابتک تم گھرے ہوئے ہو، مین شہادت دیتا ہون کہ محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہین، مین محمد کے پاس سے تمھارے لئے ایسا پیام لایا ہون جس مین انھون نے بعض چیزون کے کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض چیزون سے منع کیا ہے" ان کی اس پرجوش تقریر کا یہ اثر ہوا کہ شام تک پورا قبیلہ اسلام کے نور سے منور ہو گیا[۱]،

فضل و کمال | مذہبی علوم مین ضمام کو کوئی خاص کمال نہ تھا لیکن فہم و فراست، انداز گفتگو اور نمایندگی مین بڑا ملکہ تھا، خود زبان وحی والہام نے انھین سمجھداری کی سند عطا فرمائی تھی چنانچہ ایک موقع پر آپ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ ضمام سمجھدار آدمی ہین، حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مین نے ضمام سے بہتر اور مختصر الفاظ مین سوال کرنے والا نہین دیکھا[۲] حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ مین نے کسی قوم مین ضماد سے بہتر کوئی فرد نہین پایا[۳]،

۶۷۔ حضرت عامر بن اکوعؓ

نام و نسب | عامر نام، باپ کا نام سنان ہے، دادا کی نسبت سے عامر بن اکوع مشہور ہوئے، نسب نامہ یہ ہے: عامر بن سنان بن اکوع بن عبد اللہ بن قشیر بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اسلمی،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، مگر اس قدر معلوم ہے کہ خیبر سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے، اور اس مین وہ آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے[۱] عامر خوش گلو

[۱] مسند دارمی کتاب الصلوۃ باب فرض الوضوء والصلوۃ و سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۴ و ۳۶۵ [۲] اصابہ ج ۳ ص ۲۷۶ [۳] ایضاً ج ۱ ص ۴۰۳،

تھے، کسی نے فرمایش کی حدی سناؤ، یہ سواری سے اتر کر سنانے لگے،

اللھم لولا انت ما اھتدینا　　لا تصدقنا ولا صلینا

"اے خدا اگر تو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ ہم صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے"

فاغفر فداً لک ما القینا　　وثبت الاقدام ان لاقینا

"جبتک ہم زندہ ہین تجھپر فدا ہون ہماری مغفرت فرما اور جب ہم دشمنون کے مقابلہ مین اٹھین تو ہمین ثابت قدم رکھ"

والقین سکینۃ علینا　　انا اذا صیح بنا اتینا

"اور ہم پر تسلی نازل کر جب ہم فریاد مین پکارے جاتے ہین تو ہم پہنچ جاتے ہین"

وبا لصیاح عولوا علینا

"لوگون نے پکار کر ہم سے استغاثہ چاہا ہے"

آنحضرت صلعم نے آواز سنی تو پوچھا یہ سایق کون ہے؟ لوگون نے کہا عامر بن اکوع، فرمایا خدا ان پر رحم کرے، یہ دعا سنکر کسی نے کہا اب ان پر جنت واجب ہوگئی، یا نبی اللہ ابھی ان کی بہادری سے فائدہ اٹھانے کا موقع کیون نہ دیا گیا[1]،

شہادت

خیبر پہنچکر جب لڑائی کا آغاز ہوا تو عامر نے ایک یہودی کی پنڈلی پر تلوار کا وار کیا، تلوار چھوٹی تھی یہودی کے نہ لگی اور زور مین گھوم کر اس کا سرا خود ان کے گھٹنے پر لگ گیا، اسکے صدمہ سے وہ شہید ہوگئے اس طرح کی موت پر لوگون نے یہ غلط رائے قائم کی کہ یہ خودکشی ہے، اس لئے عامر کے تمام اعمال برباد ہوگئے، غزوۂ خیبر سے واپسی کے بعد ایک دن آنحضرت صلعم عامر کے

[1] آنحضرت صلعم جسے رحمت کی دعا دیتے تھے وہ بہت جلد خلعت شہادت سے سرفراز ہوجاتا تھا، اس لئے کہنے والے (بروایت مسلم یہ حضرت عمرؓ تھے) کو اس کا یقین ہوگیا کہ عامر اسی لڑائی مین شہید ہوجائین گے اسلئے اس نے کہا کہ ہم کو ان کی بہادری سے استفادہ کا موقع کیون نہ دیا گیا،

بھتیجے سلمہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے سلمہ اس عام شہرت سے بہت متاثر تھے آنحضرت صلعم نے پوچھا خیر ہے، عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں لوگوں کا خیال ہے کہ عامر کے تمام اعمال باطل ہو گئے، فرمایا جو شخص ایسا کہتا ہے وہ جھوٹا ہے، ان کو دوہرا اجر ملے گا۔[1]

۱۰۴۔ حضرت عائذ بن عمروؓ

نام و نسب۔ عائذ نام، ابو ہبیرہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عائذ بن عمرو بن بلال بن عبید بن یزید بن رواحہ بن ربیعہ بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان ابن عمرو بن ادبن طابخہ بن الیاس بن مضر مزنی،

اسلام۔ ہجرت کے ابتدائی سنوں میں مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، بیعت رضوان کے شرف سے بھی مشرف ہوئے[2]، لیکن اس کے بعد کسی غزوہ میں ان کا پتہ نہیں چلتا،

بصرہ کا قیام۔ بصرہ آباد ہونے کے بعد یہاں گھر بنا لیا اور گوشہ عزلت میں زندگی بسر کرنے لگے، کہیں آتے جاتے نہ تھے، صرف اوامر و نواہی کی تبلیغ کے لئے گھر سے نکلتے تھے، جب عبید اللہ بن زیاد کی سخت گیریوں سے اہل بصرہ گھبرا گئے تو عائذ نے جا کر اس سے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ بدترین گلہ بان وہ ہے جو گلہ کے لیے بیدرد اور درشت ہو اس لئے تم کو ایسا ہونے سے بچنا چاہیے[3]۔

وفات۔ یزید کے عہد حکومت میں بصرہ میں وفات پائی، ان کی وفات کے زمانہ میں عبید اللہ

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۹۰ و بخاری کتاب المغازی باب غزوہ حدیبیہ،

[3] اصابہ ج ۴ ص ۱۲ مسلم کتاب الامارۃ باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر الخ

بصرہ کا گورنر تھا، دستور تھا کہ ممتاز اشخاص کی نماز جنازہ گورنر پڑھایا کرتے تھے، عائذ کو اس کا نماز جنازہ پڑھانا منظور نہ تھا، چنانچہ وہ ایک صحابی حضرت ابو برزہؓ کو نماز پڑھانے کی وصیت کرتے گئے تھے عبید اللہ حسب دستور نماز پڑھانے کے لئے نکلا تو راستہ میں اس کو عائذ کی وصیت معلوم ہوئی، اس لئے کچھ دور جنازہ کی مشایعت کرکے لوٹ گیا[1]،

فضل وکمال | عائذ آنحضرت صلعم کے ممتاز صحابہ میں تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کان من صالحی الصحابۃ[2] ان سے سات حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے ایک متفق علیہ ہے[3] انکے رواۃ میں معاویہ ابن قرہ، ابو عمران جونی، عامر الاحول، ابو جمرہ ضبعی، حشرج وغیرہ قابل ذکر ہیں، ان کے معاصرین ان کے مذہبی معلومات سے استفادہ حاصل کرتے تھے، ایک مرتبہ ابو جمرہ کو وتر کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے عائذ سے سوال کیا، عائذ نے ان کے سوال کا تشفی بخش جواب دیا[4]،

۷۹۔ حضرت عباسؓ بن مرداس

نام ونسب | عباس نام، ابو الفضل کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عباس بن مرداس بن ابی عامر ابن حارثہ بن عبد بن عبس بن رفاعہ بن حارث بن حی بن حارث بن بہثہ بن منصور السلمی، عباس اپنے قبیلہ کے سردار تھے،

اسلام سے پہلے | عباس کی فطرت ابتدا ہی سے سلیم واقع ہوئی تھی، چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بھی جبکہ سارے عرب میں جام وساغر کا دور چلتا تھا، ان کی زبان بادۂ ناب کے ذائقہ

[1] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۲۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۲۰، [3] تہذیب الکمال ص ۱۸۶، [4] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ،

سے آشنا نہ ہوئی، لوگوں نے پوچھا شراب کیوں نہیں پیتے کہ جرأت و قوت پیدا ہو، کہا میں قوم کا سردار ہو کر بے عقل بننا نہیں پسند کرتا، خدا کی قسم میرے پیٹ میں کبھی وہ چیز نہیں جا سکتی جو عقل و خرد سے بیگانہ بنا دے[۱]،

اسلام — عباس کے اسلام کا واقعہ غیبی تلقین کا ایک مظہر ہے، ان کے والد ضمار نام ایک بت کی پرستش کرتے تھے، ان سے کہا تم بھی اسے پوجا کرو، یہ تمہارے نفع اور نقصان کا مالک ہے۔ باپ کے حکم کے مطابق یہ بھی ضمار کو پوجنے لگے، ایک دن دوران پرستش میں ایک منادی کی آواز سنی، یہ آواز ضمار کی بربادی اور رسول اللہ کی نبوت کی منادی کر رہی تھی، عباس سلیم الفطرت تھے، اتنا واقعہ تنبیہ کے لئے کافی تھا، چنانچہ فوراً پتھر کو آگ میں جھونک دیا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے[۲]۔

غزوات — اسلام لانے کے کچھ دنوں بعد اپنے قبیلہ کے نو سو مسلح آدمیوں کو لے کر آنحضرت صلعم کی امداد کیلئے آئے، پھر فتح مکہ کی مسرت میں انھوں نے ایک پرزور قصیدہ کہا[۳]،

فتح مکہ کے بعد حنین میں شریک ہوئے، آنحضرت صلعم نے حنین کے غنیمت میں سے سو اونٹ مرحمت فرمائے[۴] حنین کے بعد طائف اور اوطاس کے غزوات میں بھی ساتھ تھے، ہر جنگ کے خاتمہ پر یہ پرزور قصائد کہتے تھے، ابن ہشام نے سیرۃ میں یہ قصائد نقل کئے ہیں، اوپر کی لڑائیوں کے علاوہ اور غزوات میں بھی شریک ہوئے، جنگ کے زمانہ میں آتے تھے اور اختتام جنگ کے بعد پھر لوٹ جاتے تھے[۵]،

وفات — ان کے زمانۂ وفات کی تعیین میں ارباب سیر خاموش ہیں، البصرہ کے صحرا میں قیام

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۲، [۲] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۵۳، [۳] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۵، [۴] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۲، [۵] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۷،

تھا اکثر شہر آیا جایا کرتے تھے،

فضل وکمال، فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی لائق تذکرہ شخصیت نہین رکھتے تھے تاہم ان کی روایات سے حدیث کی کتابین بالکل خالی نہین ہین، اون کے لڑکے کنانہ نے ان سے روایت کی ہے[۱]،

شاعری مین البتہ ممتاز حیثیت رکھتے تھے، غزوات کے سلسلہ مین بڑے پرزور قصائد لکھتے تھے، اون کی شاعری مین جوش شجاعت کے ساتھ نور ہدایت کی بھی جھلک ہوتی تھی، اشعار ذیل اس کا ثبوت ہین،

یا خاتم النبیاء انک مرسل　　　بالحق کل ھدی السبیل ھداک

اے خاتم الخبرین! تم حق کے ساتھ بھیجے گئے ہو اور خدا نے تمکو ہدایت کے تمام راستون کی راہ دکھا دی ہے"

ان الالہ بنی علیک محبۃ　　　فی خلقہ ومحمداً اسما کا

خدا نے تم کو اپنی مخلوق کی محبت کی بنیاد قرار دیا ہے، اور تمھارا نام محمد رکھا ہے"

۷۰ - حضرت عبد اللہ بن ارقمؓ،

نام ونسب، عبد اللہ نام، باپ کا نام ارقم تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن ارقم بن عبد یغوث ابن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ قرشی، ام النبی حضرت آمنہ ان کے والد ارقم کی پھوپھی تھین،

اسلام، فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے،

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے پاس کسی کا خط آیا، آپ نے فرمایا اس کا جواب

---

[۱] تہذیب الکمال ص ۱۹۰،

کون لکھے گا، ارقم نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا اور جواب لکھا، یہ جواب آنحضرت صلعم کو بہت پسند آیا، حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، انھون نے بھی پسندیدگی ظاہر کی[1] اسی دن سے عبد اللہ مراسلات کی کتابت کی خدمت پر مامور ہوگئے[2] چنانچہ سلاطین اور امراء کے نام بھی خطوط لکھتے تھے اور جواب بھی یہی دیتے تھے[3] اور اس دیانت کیساتھ اس فرض کو انجام دیتے تھے کہ پوشیدہ سے پوشیدہ مراسلات ان کی تحویل مین رہتے تھے، مگر یہ کبھی کھول کر نہ دیکھتے تھے[4]

عہدِ خلفاء | حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ مین بھی اس خدمت پر رہے[5] حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انھون نے اس عہدہ کے علاوہ اور متعدد خدمتین ارقم کے سپرد کین، چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے خاص مشیرون مین تھے[6] بیت المال کی نگرانی بھی انھین کے سپرد تھی[7] حضرت عمرؓ ان کا بہت لحاظ کرتے تھے، ایکمرتبہ بطور اظہار خوشنودی فرمایا اگر تم کو تقدم فی الاسلام کا شرف حاصل ہوتا تو مین کسی کو تمھارے اوپر ترجیح نہ دیتا[8] حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد مین بھی وہ اپنے قدیم عہدہ پر مامور رہے لیکن پھر کچھ دنون کے بعد مستعفی ہوگئے[9]

وفات | ۳۵ھ مین وفات پائی، آخر عمر مین آنکھون سے معذور ہوگئے تھے[10]

فضل وکمال | ان سے چند حدیثین مروی ہین، اسلم عدوی اور عروہ نے ان سے روایت کی ہے[11]

خشیتِ الٰہی | خشیتِ الٰہی مذہب کی روح ہے، عبد اللہ مین جس حد تک یہ روح ساری تھی اس کا اندازہ حضرت عمرؓ کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے، آپ فرماتے تھے کہ مین نے عبد اللہ سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا نہین دیکھا[12]

قومی کام حسبۃً للہ اور بلا معاوضہ انجام دیتے تھے، اور اس پر کسی قسم کا صلہ اور انعام لینا نہین پسند کرتے تھے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین جب خزانچی کے عہدہ سے استعفا دیا، تو

---

[1] استیعاب ج اول ص ۴۰۴ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۵ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۵۱ [6] ایضاً ص ۱۱۶ [7] ایضاً [8] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۴ [9] تہذیب الکمال ص ۱۹۱ [10] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۶

حضرت عثمانؓ نے تیس ہزار اور ایک روایت کی رو سے ۳ لاکھ درہم کی رقم بطور معاوضہ پیش کی، عبداللہ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا میں نے یہ کام حسبۃً للہ کیا ہے، وہی مجھ کو اس کا اجر دیگا، [1]

۱۷- حضرت عبداللہ بن ابی امیہؓ

نام ونسب عبداللہ نام، باپ کا نام حذیفہ تھا نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن ابی امیہ (حذیفہ) ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، ماں کا نام عاتکہ تھا، عاتکہ عبدالمطلب کی لڑکی تھیں، اس رشتہ سے عبداللہ رسول اللہ صلعم کے پھوپھیرے بھائی ہوئے اس کے علاوہ وہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے ماں جائے بھائی تھے، غرض عبداللہ کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ متعدد قرابتوں کا شرف حاصل تھا،

اسلام سے پہلے عبداللہ کا گھرانہ زمانۂ جاہلیت میں بہت معزز مانا جاتا تھا، ان کے والد ابوامیہ قریش کے مقتدر رئیس تھے، فیاضی اور سیر چشمی اُن کا خاندانی شعار تھا، سفر میں اپنے تمام ہمراہیوں کے اخراجات کا بار خود اٹھاتے تھے اسی لئے "زاد الراکب" مسافر کا توشہ ان کا لقب ہو گیا تھا، [2] آنحضرت صلعم نے جب اسلام کی دعوت دی تو سب سے زیادہ مخالفت روسائے قریش کی جانب سے ہوئی، ابوامیہ بھی روسائے قریش میں تھے، اس لئے وہ اور ان کے لڑکے عبداللہ نے بھی آنحضرت صلعم کی بڑی مخالفت کی، عبداللہ رسول اکرم اور مسلمانوں سے سخت عناد رکھتے تھے، "کان عبداللہ بن ابی امیہ شدیداً علی المسلمین مخالفاً مبغضاً وکان شدید العداوۃ لرسول اللہ صلعم، [3] آنحضرت صلعم نے جب اپنے چچا ابوطالب کی وفات کے وقت ان سے کلمۂ شہادت

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۶، [2] ایضاً ص ۱۸۱، [3] استیعاب ج اول ص ۳۴۸،

پڑھنے کی درخواست کی تو عبد اللہ ہی نے یہ کہکر روکا کہ کیا آخر وقت عبد المطلب کی ملت سے پھر جاؤگے؟[1]

آنحضرت صلعم سے بطور استہزا اور استحالہ کہا کرتے تھے کہ مین اس وقت تک تمھارے اوپر ایمان نہین لا سکتا، جب تک تمھارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے یا تمھارے لئے کوئی زر نگار محل نہ تیار ہوجائے، سعید روایت کرتے ہین کہ کلام اللہ کی یہ آیت

لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعًا،	ہم اسوقت تک ہرگز تمھارے اوپر ایمان نہین لاسکتے جب تک ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے

عبد اللہ ہی کے بارہ مین نازل ہوئی تھی،[3]

اسلام | لیکن بالآخر اسلام کی قوت تاثیر نے انھین بھی کھینچ لیا، یا وہ بغض وعناد تھا کہ رسول اللہ صلعم کی تعلیمات کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے، یا فتح مکہ سے کچھ دنون پہلے خود بخود بلا کسی تحریک کے آستان نبوی کی طرف چلے، مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ثنیۃ العقاب مین آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی، عبد اللہ کے جرائم اون کے نگاہون کے سامنے تھے، اس لئے بلا وسیلہ سامنے جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی، اپنی بہن حضرت ام سلمہؓ کو درمیان مین ڈال کر باریابی کی اجازت چاہی، ان کی فرد عصیان کا ایک ایک جرم آنحضرت صلعم کی نگاہون کے سامنے آگیا، اس لئے آپ نے ملنے سے انکار کر دیا، حضرت ام سلمہؓ نے سفارش کی کہ کچھ بھی ہی پھر بھی پھوپھی زاد بھائی اور سسرالی عزیز ہے، فرمایا، انھون نے مکہ مین میرے لئے کیا اٹھا رکھا، اس مایوس کن جواب کے بعد عبد اللہ نے عالم نا امیدی مین کہا اگر عفو و درگذر کا دروازہ قطعی بند ہوچکا ہے تو در بدر پھر کر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کے جان دیدینگے، آنحضرت صلعم

---

[1] بخاری باب الجنائز، [2] استیعاب ج اول ص ۳۴۸، [3] تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۵ ص ۱۰۴،

کو اس عزم کی خبر ہوئی تو رحم و کرم کی موجون نے غیظ و غضب کی گرمی کو ٹھنڈا کر دیا، اور عبداللہ
کو باریابی کی اجازت مل گئی اور وہ خلعتِ اسلام سے سرفراز ہو گئے،[1]

غزوات و شہادت، قبولِ اسلام کے بعد تلافی مافات کی فکر دامنگیر ہوئی، چنانچہ گذشتہ خطاؤن
اور گناہون کو دھونے کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کے میدان مین قدم رکھا، اور فتحِ مکہ حنین
اور طائف مین مجاہدانہ شریک ہوئے، غزوۂ طائف مین دادِ شجاعت دیتے ہوئے ایک تیر لگا
یہ تیر تیرِ قضا ثابت ہوا، اور عبداللہ شہادت سے سرفراز ہو گئے،[2]

۲۷ حضرت عبداللہ بن بحینہؓ

نام و نسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن مالک قشب بن نضلہ بن عبداللہ
ابن رافع بن محضب بن مبشر بن صعب بن دھمان بن نصر بن زہران بن کعب بن حارث
ابن عبداللہ بن نصر بن ازد ازدی،

عبداللہ کے والد مالک کسی بات پر ناراض ہو کر اپنا قبیلہ چھوڑ کر مکہ چلے آئے تھے اور
مطلب بن عبد مناف کے حلیف بن کر یہین بود و باش اختیار کر لی تھی اور مطلب کی پوتی بحینہ
سے شادی کر لی تھی، اسی کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوئے اور ماں کی نسبت سے عبداللہ بن بحینہ
مشہور ہوئے،[3]

اسلام ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے زمرہ مین لکھا ہے، قبولِ اسلام کے بعد کسی
وقت مکہ سے ترکِ سکونت کرکے مدینہ سے تیس میل کی مسافت پر مقام بطنِ ریم مین متوطن
ہو گئے،[4]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۳، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۸، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵، [4] استیعاب ج اول ص ۳۵۱

وفات | یہین مروان بن حکم کے آخری زمانہ مین وفات پائی[1]

فضائل وکمالات | عبداللہ فضلاے صحابہ مین تھے، زہد وعبادت ان کا مشغلۂ زندگی تھا ہمیشہ روزہ رکھتے تھے کان ناسکا فاضلا یصوم الدھر[2]

۴۷ حضرت عبداللہ بن بدرؓ

نام ونسب | عبداللہ نام ابوبعجہ کنیت نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن بدر بن زید بن معاویہ ابن حسان بن اسعد بن ودیعہ بن مبذول بن عدی بن غنم بن ربعہ بن رشدان بن قیس ابن جھینہ جھنی،

اسلام | ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے زمرہ مین لکھا ہے[3] آبائی نام عبدالعزیٰ مشرکانہ تھا آنحضرت صلعم نے بدل کر عبداللہ رکھا[4]، علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک ہجرت کے ابتدائی سنون مین مشرف باسلام ہوئے، اون کی روایت کی روسے ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ہجرت نبوی کے بعد عبداللہ اور ان کے مان جائے بھائی ابو مروعہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے نام پوچھا عرض کیا، "عبدالعزیٰ، عزیٰ بت کا بندہ، فرمایا نہین تم عبداللہ خدا کے بندے ہو، خاندان پوچھا عرض کیا "بنی غیان" گمراہ کی اولاد، فرمایا نہین تم "بنی رشدان" ہدایت یاب کی اولاد ہو، عبداللہ جس وادی مین رہتے تھے اس کا نام "غویا" تھا آنحضرت صلعم نے اسے بھی راشد سے بدل دیا، اس طرح عبداللہ کی تمام لغو نسبتون کو بابرکت نسبتون سے بدل دیا[4]،

غزوات | قبول اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ احد مین شریک ہوئے[5] پھر حضرت

[1] استیعاب ج اول ص ۱۵۳، [2] اصابہ ج ۴ ص ۱۴۴، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۶، [4] اصابہ ج ۴ ص ۳۱۰، [5] ایضاً،

کرز بن جابر فہری کے ساتھ عرنیین کا جھنون نے آنحضرت صلعم کے اونٹون پر چھاپہ مارا تھا تعاقب کیا[1]، فتح مکہ مین تمام مسلمان قبائل شریک ہوئے ہر قبیلہ کا پرچم علیحدہ علیحدہ تھا عبداللہ کے قبیلہ مین چار پرچم بردار تھے جنمین ایک عبداللہ تھے[2]

تعمیر مسجد| عبداللہ کا ایک گھر مدینہ مین تھا اور دوسرا جھینہ کے کوہستانی بادیہ مین لیکن عبداللہ کا شمار مدنی صحابہ مین تھا مدینہ مین انھون نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی یہ مسجد نبوی کے بعد دوسری مسجد تھی جو مدینہ مین تعمیر ہوئی[3]

وفات| امیر معاویہ کے عہد خلافت مین وفات پائی[4]، وفات کے بعد ایک لڑکا معاویہ نامی یادگار چھوڑا،

۴۷ حضرت عبداللہ رضؓ بن بدیل

نام ونسب| عبداللہ نام، باپ کا نام بدیل تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن بدیل بن ورقاء بن عبدالعزیٰ خزاعی، عبداللہ کے والد بدیل قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے،

اسلام وغزوات،| فتح مکہ سے پہلے اپنے والد بدیل کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ حنین، طائف اور تبوک وغیرہ غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہم رکاب تھے[5]

عہد فاروقی،| عبداللہ نہایت حوصلہ مند بہادر تھے، حضرت عمرؓ کے عہد مین انھون نے بڑے بڑے کارنامے کیے ۲۳ھ مین جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ قم وقاشان کی مہمون مین مصروف تھے تو حضرت عمرؓ نے عبداللہ کو ان کی مدد کے لیے روانہ کیا کہ وہ اصفہان کی مہم اپنے ہاتھ مین لے کر ابو موسیٰ اشعری کا بار ہلکا کرین، چنانچہ اسی سنہ مین عبداللہ

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۸ [2] ایضاً واسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۳، [3] اصابہ ج ۴ ص ۹۳ [4] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۸ [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۴

نے اصفہان کے علاقہ مین پیش قدمی کی اور "جی" نامی قریہ پر حملہ کرکے یہان کے باشندون کو مطیع بناکر ان سے جزیہ وصول کیا، "جی" کے بعد اصفہان کا رخ کیا، یہان کے حکمران فادوسفان نے شہر چھوڑ کر نکل جانا چاہا، مگر عبد اللہ نے اس کا موقع نہ دیا، اور آگے بڑھ کر اسے روک لیا، فادوسفان کے ساتھ تیس منتخب بہادر تھے، اس نے عبد اللہ سے کہا بے کار جانون کو ضائع کرنے سے کیا فائدہ آؤ تنہا ہم تم نپٹ لین، عبد اللہ کو کیا عذر ہو سکتا تھا، انھون نے منظور کر لیا، دونون کا مقابلہ ہوا، عبد اللہ نے نہایت پھرتی سے وار کیا، فادوسفان نے خالی دیا اور اس کے گھوڑے کی زین کو کاٹتا ہوا نکل گیا، فادوسفان نے ان کی شجاعت کا اعتراف کیا کہ تم ایسے عقلمند بہادر کو قتل کرنے کو دل نہین چاہتا مین اس شرط پر شہر حوالہ کرنے کو تیار ہون کہ یہان کے باشندون کو اس امر کی آزادی دیجائے کہ ان مین جس کا دل چاہے وہ جزیہ دیکر رہے اور جس کا دل چاہے شہر چھوڑ کر چلا جائے، عبد اللہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور فادوسفان نے شہر حوالہ کر دیا، اصفہان پر قبضہ کرنے کے بعد اوس کے قرب وجوار کے علاقون کی طرف بڑھے، اور چند دنون مین پورا علاقہ بشمول کوہستانی وزرعی اضلاع زیرنگین کر لیا[1]،

عہد عثمانی | ۲۳ھ مین حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کرمان کی مہم پر مامور کیا، عبد اللہ نے طبس اور کرین دو قلعے فتح کئے، ان قلعون کی تسخیر سے خراسان کا راستہ صاف ہو گیا[2]، جسے بعد مین عبد اللہ بن عامر نے فتح کیا،

عہد مرتضوی | حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے اختلاف مین عبد اللہ معاویہ کے شدید مخالف اور حضرت علیؓ کے پرجوش حامیون مین تھے جب

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۲۰، [2] ایضاً ص ۴۰۱،

دونون مین اختلاف شروع ہوا تو عبداللہ نے حضرت علیؓ کے حامیون کے سامنے حسب ذیل تقریر کی ا۔

اما بعد لوگو! معاویہ نے ایک ایسا دعویٰ کیا ہے جس کے وہ ہرگز مستحق نہین ہین، وہ اس دعویٰ مین ایسے شخص سے جھگڑا کر رہے ہین جو یقیناً اسکا زیادہ مستحق ہے، امیر معاویہ اور اس شخص کا کوئی مقابلہ نہین، معاویہ باطل کو لیکر اٹھے ہین تاکہ حق کو ڈگمگا دین، لوگو! انھون نے قبائل اور اعراب کو گمراہی مین مبتلا کر دیا ہے اور ان کے دلون مین فتنہ و فساد کا بیج بو کر ان سے حق و باطل کی تمیز اٹھا دی ہے، خدا کی قسم تم لوگ یقیناً حق پر ہو، خدا کا نور اور برہان تمھارے ساتھ ہے، سرکشون اور ظالمون کے مقابلہ کے لئے تیار ہوجاؤ اور ان سے جنگ کرو خدا تمھارے ہاتھون انھین عذاب کا مزہ چکھائیگا،

قاتلوا الفئة الباغية الذين نازعوا الامر اهله،	لوگو باغی گروہ سے لڑو جنھون نے ایک امر کے اہل و مستحق سے جھگڑا کیا ہی،

تم نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایسے لوگون سے جہاد کیا ہے، خدا کی قسم اس بارہ مین اون کی نیت پاک اور اچھی نہین ہے اس لئے اپنے اور خدا کے دشمنون کے مقابلہ مین اٹھو خدا تم پر اپنی رحمت نازل فرمائیگا،[1]

جنگ صفین کے درمیانی التوا کے بعد محرم الحرام کے اختتام کے بعد جب دوبارہ جنگ شروع ہوئی تو حضرت علیؓ نے عبداللہ کو پیدل فوج کا کمانڈار بنایا،

شہادت جنگ صفین کا سلسلہ مدتون جاری رہا، پوری فوجین میدان مین بہت کم اترتی تھین، عموماً چھوٹے چھوٹے دستے ایک دوسرے کے مقابلہ مین آتے تھے، ایک دن

---

[1] استیعاب ج اول ص ۳۰۱،

عبداللہ بن بدیل اپنا دستہ لے کر اترے، شامیون کی طرف سے ابواعور سلمی ان کے مقابلہ مین آیا، صبح سے شام تک نہایت پرزور مقابلہ ہوتا رہا، عبداللہ اس بہادری سے لڑتے تھے، کہ جدھر رخ کر دیتے تھے، شامی کائی کی طرح چھٹ جاتے تھے، ایک حملہ مین زورمین بڑھتے ہوئے امیر معاویہ کے علم تک پہنچ گئے، امیر نے حکم دیا کہ ان پر پتھر برساؤ، اس حکم پر چارون طرف سے پتھر برسنے لگے، اور علیؑ کا یہ جان نثار پتھرون کی بارش سے شہید ہوگیا،[1]

۷۵۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ

نام ونسب عبداللہ نام، ابوجعفر کینت، عبداللہ رسول اللہ صلعم کے چچیرے بھائی اور حضرت جعفرؓ طیار کے صاحبزادے ہین، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب ابن ہاشم بن عبدمناف قرشی ہاشمی مطلبی، مان کا نام اسمار تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، اسمار بنت عمیس بن معبد بن تمیم بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن معاویہ بن زید بن مالک بن بشر،

پیدائش عبداللہ کے والد حضرت جعفرؓ مہاجرین کے اس زمرۂ اول مین ہین جنھون نے مشرکین مکہ کے جور وستم سے تنگ آکر سب سے پہلے وطن چھوڑا اور مع بال بچون کے حبشہ کی غریب الوطنی اختیار کی، عبداللہ اسی غربت کدے مین پیدا ہوئے، اس وقت تک اور کسی حبشی مہاجر کے بچہ نہ پیدا ہوا تھا، اس لحاظ سے عبداللہ حبشی مہاجرین کی جماعت مین پہلے بچہ ہین جو ارض حبشہ مین پیدا ہوئے،

سنہ۷ھ مین خیبر کے زمانہ مین جعفر حبشہ سے مدینہ آئے، اس وقت عبداللہ کی عمر سات برس کی تھی، عبداللہ بن زبیر بھی انھین کے ہم وصف (یہ مدنی مہاجرین کے پہلے بچے ہین) اور ہم سن تھے، آنحضرت صلعم نے ان دونون کمسن صحابیون سے مسکرا کر بیعت لی،[2]

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۸۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷،

حضرت جعفرؓ کی شہادت اور عبد اللہ کی تولیت

حبشہ کی واپسی کے کچھ ہی دنون بعد غزوۂ موتہ مین حضرت جعفرؓ نے جام شہادت پیا، آنحضرت صلعم کو سخت قلق ہوا، اور عبد اللہ کی صغر سنی اور یتیمی کی وجہ سے ان پر غیر معمولی شفقت فرمانے لگے، اسی زمانہ مین فرمایا کہ عبد اللہ خَلقاً اور خُلقاً مجھ سے مشابہ ہین، اور ان کا ہاتھ پکڑ کے دعا کی کہ "خدایا ان کو جعفر کے گھر کا صحیح جانشین بنا، اور ان کی بیعت مین برکت عطا فرما، اور مین دنیا اور آخرت دونون مین آل جعفر کا ولی ہون[1]"

آنحضرت صلعم ہر طرح سے یتیم عبد اللہ کی دلدہی فرماتے تھے، ایک مرتبہ یہ بچون کے ساتھ کھیل رہے تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے تو ان کو اٹھا کر اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیا[2]، اسی شفقت کیساتھ عبد اللہ رسول اللہ صلعم کے دامن عاطفت مین پرورش پاتے رہے، ان کا دسوان سال تھا کہ شفیق بابا کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا،

عہد مرتضوی،

خلفائے ثلثہ کے زمانہ مین عبد اللہ کمسن تھے اس لئے کہین نظر نہین آتے، جنگ صفین مین اپنے دوسرے اہل خاندان کے ساتھ اپنے چچا حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور ان کی حمایت مین شامی فوج سے لڑے[3]، التوائے جنگ کے عہدنامہ پر حضرت علیؓ کیجانب سے شاہد تھے، ابن ملجم نے جب حضرت علیؓ کو شہید کیا تو ان کے قصاص مین عبد اللہ ہی نے اس کے ہاتھ پاؤن کاٹ کر بدلہ لیا تھا،[4]

عبد اللہ اور معاویہ،

گو عبد اللہ امیر معاویہ کے مخالف تھے اور حضرت علیؓ کی حمایت مین ان سے لڑے تھے، لیکن امیر نے اس کا کوئی ناگوار اثر نہ لیا تھا اور عبد اللہ کو بہت مانتے تھے، اور

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۸۴، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷، [3] اخبار الطوال، ص ۱۹۱،
[4] ایضاً ص ۲۲۸،

ہمیشہ اون کے ساتھ سلوک کرتے رہتے تھے، عبد اللہ اکثر ان کے پاس شام جایا کرتے تھے،
امیر معاویہ اون کی بڑی خاطر و تواضع کرتے تھے اور نقد و جنس دیکر واپس کرتے تھے بعض بعض
مرتبہ یکبارگی ایک ایک لاکھ کی رقم ان کو دیدی[1]،

امیر معاویہ کی بیوی فاختہ کو عبد اللہ پر امیر کی یہ عنایتین بہت ناپسند تھین اور وہ انھین عبد اللہ
سے برگشتہ کرنے کے لئے عبد اللہ کی عیب جوئی مین لگی رہتی تھین، عبد اللہ گانا سننے مین مضائقہ
نہ سمجھتے تھے، اور کبھی کبھی سن لیا کرتے تھے، ایک مرتبہ جبکہ عبد اللہ امیر معاویہ کے مہمان تھے رات
کو گانا سن رہے تھے، فاختہ نے گانے کی آواز سنی تو انھین امیر معاویہ کو عبد اللہ کے خلاف
بھڑکانے کا موقعہ مل گیا، چنانچہ انھون نے جاکر امیر سے کہا جسے تم اتنا عزیز رکھتے ہو چل کر
دیکھو اس کے گھر مین کیا ہو رہا ہی، امیر گئے تو گانا ہو رہا تھا سن کر لوٹ آئے، یہ شروع رات
کا واقعہ تھا، پچھلے پہر کو عبد اللہ قرآن کی تلاوت مین مصروف ہوگئے، امیر معاویہ کے کانون
مین آواز پہنچی تو بیوی سے جاکر کہا تم نے ہمین جو سنوایا تھا اب چل کر اوس کا
جواب سن لو[2]،

وفات، | ۸۰ھ مین مدینہ مین وفات پائی، اموی گورنر آبان بن عثمان نے اپنے ہاتھون
سے غسل دیکر کفن پہنایا، اور جنازہ کو کندھا دیا، جب جنازہ جنت البقیع کی طرف چلا تو سارے
مدینہ مین کہرام مچ گیا، غلام سینہ کوبی کرکے گریبانون کے ٹکڑے اڑا رہے تھے، اور عوام ہر طرف
سے جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے، آبان کو پہلے سے اس ہجوم کا علم تھا اس لئے اس نے جنازہ کے
تخت مین اُٹھانے کے لئے دو لکڑیان لگوادی تھین، اور خود کندھا دیئے ہوئے تھا اس ہجوم
مین کسی نہ کسی طرح جنازہ جنت البقیع پہنچا کر خود نماز جنازہ پڑھائی، اور جعفر طیار کی آخری یادگار کو

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷، [2] استیعاب ج اول ص ۳۵۴،

پیوند خاک کیا، آبان عبد اللہ کے اوصاف سے اس قدر متاثر تھے کہ مٹی دیتے وقت روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے خدا کی قسم تم بہترین آدمی تھے، تم مین مطلق شر نہ تھا، تم شریف تھے، تم صلہ رحمی کرتے تھے، تم نیک تھے، ان کی قبر کا یہ کتبہ مدتون اون کی یاد دلاتا رہا[1]،

مقیم الی ان یبعث اللہ خلقہ — لقاؤک لا یرجی وانت قریب

جب تک خدا اپنی مخلوق کو دوبارہ نہ زندہ کرے آرام سے قبر مین مقیم رہو، اگرچہ تم بہت قریب ہو لیکن تم سے ملاقات کی کوئی امید نہین

تزید بلی فی کل یوم و لیلۃ — وتنسی کما تبلی وانت حبیب

تم شبانہ یوم مٹتے جاتے ہو اور جس قدر مٹتے جاتے ہو بھولتے جاتے ہو، حالانکہ تم محبوب ہو

فضل وکمال آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت عبد اللہ بہت کم سن تھے اون کی عمر دس سال سے زیادہ نہ تھی تاہم ہر وقت کے ساتھ کی وجہ سے آپ کی احادیث اون کے حافظہ مین محفوظ رہ گئی تھین جو حدیثون کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے ۲ متفق علیہ ہین، اسمٰعیل، اسحاق، معاویہ، عروہ بن زبیر، ابن ابی ملیکہ اور عمر بن عبد العزیز نے ان سے روایت کی ہے[2]،

اخلاق اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ "عبد اللہ صورۃً اور سیرۃً میرے مشابہ ہین" عبد اللہ کی زندگی اس ارشاد گرامی کی عملی تصدیق تھی، آبان انکی تدفین کے وقت ان کے یہ اوصاف گناتا تھا "خدا کی قسم تم بہترین آدمی تھے، تم مین کسی قسم کا شر نہ تھا، تم شریف تھے، تم صلہ رحمی کرتے تھے تم نیک تھے[3]" علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کہ عبد اللہ کریم النفس، فیاض، خوش طبع، خوش خلق، عفیف، پاکدامن اور سخی تھے[4]

فیاضی ان تمام اوصاف مین فیاضی اور سخاوت کا وصف نہایت غالب تھا، سیر چشمی اور دریا دلی ان کے خمیر مین داخل تھی، زمانۂ اسلام مین جزیرۃ العرب مین دس فیاض مشہور

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۴، [2] تہذیب الکمال ص ۱۹۳، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۴، [4] استیعاب ج اول ص ۳۵۴،

تھے لیکن عبداللہ ان سب مین زیادہ فیاض تھے، اور اون کی فیاضی کو کوئی نہ پہنچ سکتا تھا، ایکمرتبہ
ان کی غیر معتدل فیاضی پر کسی نے ٹوکا تو جواب دیا خدا نے میری ایک عادت ڈال دی ہے
مین نے اس عادت کے مطابق دوسرون کو بھی عادی بنا دیا ہے، مجھکو ڈر ہے کہ اگر مین یہ عادت
چھوڑ دون تو خدا مجھے دینا چھوڑ دیگا[۱]

ایک مرتبہ ایک حبشی نے اون کی مدح مین اشعار کہے، اس کے صلہ مین انھون نے اسکو
بہت سے اونٹ، گھوڑے، کپڑے اور درہم و دینار دیئے، کسی نے کہا یہ حبشی اتنے انعام و اکرام
کا مستحق نہ تھا، جواب دیا اگر وہ سیاہ ہے تو اوس کے بال سپید ہو چکے ہین اس نے جو کچھ کہا ہے
اس کے لحاظ سے وہ اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہے، جو کچھ مین نے اسے دیا ہے وہ کچھ دن مین
ختم ہو جائیگا اور اس نے جو مدح کی ہے وہ ہمیشہ باقی رہیگی[۲]

ایک مرتبہ تاجر شکر لے کر مدینہ آئے، اوس وقت بازار سرد تھا، تاجرون کو گھاٹا
آیا، عبداللہ نے حکم دیا کہ سب شکر خرید کر لوگون مین تقسیم کر دیجائے[۳]

یزید نے اپنے عہد حکومت مین اون کو بہت بڑی رقم بھیجی، انھون نے اسی وقت کھڑے
کھڑے کل رقم مدینہ والون مین تقسیم کر دی، اور ایک حبہ بھی گھر نہ آنے دیا، عبداللہ بن قیس
نے اس شعر مین

وما کنت الا کالاغر ابن جعفر   رای المال لا یبقی فابقی له ذکرا

تم اس معزز ابن جعفر کیطرح ہو جس نے سمجھا کہ مال فنا ہو جائیگا اور اس کا ذکر خیر باقی رہجائیگا،

اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے[۴]

زیاد بن اعجم پانچ مرتبہ اون کے پاس دیتون مین امداد کے لئے آیا، انھون نے

[۱] استیعاب ج اول ص ۳۴۵، [۲] ایضاً، [۳] اصابہ ج ۴ ص ۴۹، [۴] ایضاً،

پانچون مرتبہ اون کی طرف سے دیت ادا کی، اوس نے ان اشعار مین اپنی منت پذیری کا اظہار کیا[1]

سالناہ الجزیل فما تلکا ۔۔۔ واعطی فی قومنیتنا و زادا

ہم نے اس سے بہت سا مال مانگا اس نے تامل نہین کیا اور ہماری امید سے زیادہ دیا،

واحسن ثم احسن ثم عدنا ۔۔۔ فاحسن ثم عدت لہ فعادا

اور اسنے بار بار بھلائی کی، اور جب جب ہم اُس کے پاس گئے اس نے بھلائی کا اعادہ کیا،

یہ چند واقعات بطور مثال لکھدیئے گئے، ورنہ اس قسم کے بے شمار واقعات ہین، واخبار فی جودہ وحلمہ وکرمہ کثیرۃ لا تحصی[2]

ان غلط بخشیون کی وجہ سے اکثر مقروض رہتے تھے، چنانچہ حضرت زبیرؓ بن عوام کے دس لاکھ کے مقروض تھے، حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد اون کے صاحبزادہ عبداللہؓ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن جعفر سے کہا کہ والد کی یادداشتون مین دس لاکھ کا قرض تمھارے ذمہ ہے، انھون نے کہا ہان بالکل صحیح ہے مین ہر وقت ادا کرنے کے لئے تیار ہون جب چاہے لو[3]

ناجائز آمدنی سے پرہیز

لیکن ان کثیر اخراجات اور غیر محدود فیاضیون کے باوجود کبھی ناجائز مال کا ایک حبہ بھی نہ لیتے تھے اور رشوت کی بڑی بڑی رقمون کو ٹھکرا دیتے تھے، ایکمرتبہ دیہی علاقہ کے زمینداروں نے اپنے کسی معاملہ مین انھین حضرت علیؓ کے پاس گفتگو کرنے کے لئے بھیجا، اون کی وساطت سے زمیندارون کے موافق فیصلہ ہوگیا، اس صلہ مین انھون نے چالیس ہزار کی رقم پیش کی، عبداللہ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا مین بھلائی کو فروخت نہین کرتا[4]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۸ [2] اصابہ ج ۴ ص ۴۹ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۴ [4] اصابہ ج ۴ ص ۴۰

۷۶۔ حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد ؓ

نام و نسب| عبد اللہ نام ابو محمد کنیت نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن ابی حدرد بن عمیر بن ابی سلامہ ابن سعد بن حساب بن حارث بن عبس بن ہوازن بن اسلم اسلمی،

اسلام و غزوات| سنہ ۶ھ کے پہلے کسی وقت مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، خیبر اور دوسرے غزوات میں بھی شریک ہوتے رہے[1]، مالک بن عوف نصری کے حالات کا پتہ لگانے کے لیے جاسوسی کی خدمت انھیں کے سپرد ہوئی تھی[2]، رمضان سنہ ۸ھ میں آنحضرت صلعم نے حضرت ابو قتادہؓ انصاری کے زیر امارت جو سریہ لبطن اضم روانہ کیا تھا[3]، اس میں عبد اللہ بھی تھے[4]،

وفات| سنہ ۷۱ھ میں ۸۱ سال کی عمر میں وفات پائی[5]،

معاش کی تنگی| حضرت عبد اللہؓ معاش کی جانب سے بہت غیر مطمئن تھے، بڑی عسرت اور تنگدستی سے زندگی بسر ہوتی تھی، ایک یہودی کے چار درہم کے قرضدار تھے، یہ حقیر رقم بھی ادا نہ ہو سکتی تھی، یہودی نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی آپ نے عبد اللہ کو حکم دیا کہ اس کا قرض ادا کرو لیکن ان کے امکان میں کچھ نہ تھا، اس لئے معذرت کی، آپ نے دوبارہ تاکید کی، پھر عبد اللہ نے تنگدستی کا عذر کیا، اور کہا میں نے اس سے کہدیا ہے کہ رسول اللہ صلعم مجھے خیبر کی طرف بھیجنے والے ہیں، وہاں مال غنیمت ملے گا تو

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۲، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۱، [3] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۶،

[4] ایضاً ج ۴ ق ۲ ص ۲۲، [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۲،

قرض ادا کر دون گا، لیکن رسول اللہ صلعم مکرر تاکید فرما چکے تھے، اس لئے عبد اللہ نے اپنی چادر بیچ کر قرض ادا کیا[۱]،

۷۷۔ حضرت عبد اللہ بن زبعری رضی اللہ عنہ

نام و نسب: عبد اللہ نام، باپ کا نام زبعری تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن زبعری ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، بن عمرو بن ھصیص قرشی سہمی،

اسلام سے پہلے: قبول اسلام سے پہلے عبد اللہ اسلام اور بانی اسلام کے سخت دشمن تھے ان کا زر و مال اون کی قوت و طاقت اون کی شاعری اور زبان آوری سب مسلمانون کی ایذا رسانی کے لئے وقف تھی، قریش کے بڑے آتش بیان شاعر تھے، اس کا مصرف آنحضرت صلعم کی ہجو تھی[۲]، احد کے مشرک مقتولین کا نہایت زبردست مرثیہ کہا تھا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا[۳]،

اسلام: فتح مکہ کے بعد جب معاندین اسلام کا جتھا لوٹا تو عبد اللہ اور ہبیرہ بن وہب نجران بھاگ گئے، عبد اللہ حسان بن ثابت پر بہت سے وار کر چکے تھے، عبد اللہ کے فرار پر انھین بدلہ لینے کا موقع ملا، چنانچہ انھون نے یہ شعر کہا،

لا تعدمن رجلا احلک بغضہ ۔۔۔ نجران فی عیش احذ لئیم

"ایسا شخص معدوم نہ ہو جس کے بغض نے تمکو نجران کی ناپسندیدہ اور مکروہ زندگی مین مبتلا کر دیا ہو"

عبد اللہ نے سنا تو نجران سے لوٹ آئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے، گذشتہ خطاؤن پر سخت نادم و شرمسار تھے، آنحضرت صلعم سے

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۵، [۲] استیعاب ج اول ص ۳۶۷، [۳] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۳،

ان کی معافی چاہی، آپ نے معاف کر دیا، اور اب وہی زبان جو کلمۂ شہادت پڑھنے کے قبل تیر و نشتر کی طرح مسلمانون کے دلون پر ہجو کے چرکے لگاتی تھی نعت رسول کے پھول برسانے لگی، تمام ارباب سیر نے ان کے نعتیہ اشعار لکھے ہین، ہم طوالت کے خیال سے انھین قلم انداز کرتے ہین، حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق آنحضرت صلعم نے نعت کے صلہ مین انھین ایک حلہ بھی مرحمت فرمایا تھا[۱]

غزوات | قبول اسلام کے بعد متعدد غزوات مین شریک ہوئے، اور جہاد فی سبیل اللہ کا شرف حاصل کیا[۲]

وفات، | وفات کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین،

۷۔ حضرت عبد اللہ بن زمعہؓ

نام و نسب | عبد اللہ نام، باپ کا نام زمعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن زمعہ بن اسود ابن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قرشی اسدی، ان کی ماں قریبہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بہن تھین، عبد اللہ کا گھرانا روساے قریش مین تھا، اسلئے دوسرے روساے قریش کی طرح ان کے والد زمعہ بھی اسلام اور مسلمانون کے دشمن تھے، بدر مین مشرکین کے جتھے مین تھے، مسلمانون کے ہاتھ سے مارے گئے[۳]

اسلام | عبد اللہ کے اسلام کا زمانہ متعین نہین، غالباً فتح کے کچھ دنون قبل یا بعد مشرف باسلام ہوئے،

---

[۱] اصابہ تذکرہ عبد اللہ بن زبعری[۱] و استیعاب ج اول ص ۳۶۷ [۲] استیعاب ج اول ص ۳۶۷،
[۳] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۴،

عبداللہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے بھانجے تھے اس رشتہ سے کاشانۂ نبوی میں بہت آیا جایا کرتے تھے، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مدینہ ہی مین تھے، آپ کے مرض الموت مین حضرت ابوبکرؓ کی غیر حاضری مین انھین نے حضرت عمرؓ سے نماز پڑھانے کی درخواست کی تھی[1]

وفات: ۶۳ھ مین جنگ دارایا یزید کے عہد حکومت مین حرہ کے واقعہ مین مارے گئے[2]

کئی اولادین تھین، ان مین سے کثیر بن عبداللہ اور یزید بن عبداللہ حرہ کے واقعہ مین کام آئے

فضل وکمال: فضل و کمال کے لحاظ سے کوئی لائق ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے، لیکن کاشانۂ نبوی کی آمد و رفت کی وجہ سے چند حدیثین ان کے کانون مین پڑی رہ گئی تھین، اس لئے انکی مرویات سے حدیث کی کتابین یکسر خالی نہین ہین، ان مین ایک حدیث متفق علیہ ہے عروہ بن زبیر، اور ابوبکر بن عبدالرحمن نے ان سے روایت کی ہے[3]

۷۰- حضرت عبداللہ بن عامرؓ

نام ونسب: عبداللہ نام، باپ کا نام عامر تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی عبشمی عبداللہ حضرت عثمانؓ کے قریبی بھائی تھے،

پیدائش: اون کی پیدائش کے بارہ مین روایات مختلف ہین ایک روایت یہ ہے کہ اپنے والد عامر کے اسلام کے بعد جو فتح مکہ کے زمانہ مین ہوا تولد ہوئے[4] اس صورت مین اُنکی پیدائش ۸ھ یا ۹ھ مین ہوئی ہوگی، لیکن عبداللہ کی آیندہ زندگی کے واقعات سے

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۷، بحوالہ ابوداؤد [2] ایضاً [3] تہذیب الکمال ص ۱۹۰ و استیعاب ج اول ص ۳۷۶ [4] تہذیب التہذیب

ج ۵ تذکرۂ عبداللہ بن عامر

معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت کے ابتدائی برسون مین پیدا ہو چکے تھے، تمام ارباب تاریخ کا بیان ہے کہ عبداللہ عہد عثمانؓ ۲۹ھ مین ۲۵ سال کی عمر مین بصرہ کے عامل مقرر ہوئے تھے اس حساب سے اون کی پیدائش ۳ھ یا ۴ھ مین ماننی پڑتی ہے، اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے،

بہر حال مدینہ وہ بچپن مین آئے، اور حصول برکت کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کئے گئے، آپ نے ان کے منہ مین لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی، یہ اس آب حیوان کو گھونٹ گئے، آنحضرت صلعم نے فرمایا "یہ مسقی" سیراب کرنے والا ہوگا[1]،

عہد عثمانی، شیخین کے پورے اور حضرت عثمانؓ کے ابتدائی زمانہ مین کم سن تھے۔ اس لئے اس عہد کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہین، ہی ۲۹ھ مین حضرت عثمانؓ نے انھین بصرہ کا عامل بنایا، گو اس وقت اون کی عمر ۲۵ سال سے زیادہ نہ تھی، لیکن بڑے حوصلہ مند اور بہادر تھے اسلئے بصرہ کی زمام حکومت اونکے ہاتھ مین آتے ہی عجم مین فتوحات کا دروازہ کھل گیا، اسی سنہ مین انھون نے ایران کے غیر مقبوضہ علاقون کی طرف پیشقدمی شروع کردی اور سب سے پہلے اصطخر کو تسخیر کیا، اوس کے بعد جور کی طرف بڑھے، انھین جور کی طرف متوجہ دیکھکر اصطخر کے باشندے باغی ہو گئے، اور یہان کے مسلمان حاکم کو قتل کر دیا، جور کی واپسی کے بعد عبداللہ نے اصطخر کو مطیع بنایا، اصطخر کے بعد کاربان اور فیشجان فتح کیا[2]، کرمان کا علاقہ انھین کے زیر حمایت تسخیر ہوا، ۳۰ھ مین ابن عامر نے خراسان پر فوج کشی کی، اور مختلف حصون پر علیحدہ علیحدہ آدمی مقرر کئے، چنانچہ احنف بن قیس کو قہستان پر مامور کیا، انھون نے ترکون سے مقابلہ کر کے باختلاف روایت بزور شمشیر فتح کیا یا ترکون نے ابن عامر کے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۹، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۱ و فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۱،

پاس آکر صلح کرلی، یزید جرشی کو نیشاپور کے علاقہ رستاق زام پر بھیجا انھون نے رستاق زام باخرز اور جوین پر قبضہ کیا، اسود بن کلثوم کو نیشاپور کے ایک اور رستاق بہق پر مامور کیا تھا، یہ اس معرکہ مین شہید ہوئے اور ان کے قائم مقام ادھم بن کلثوم نے بہق فتح کیا،

ایک طرف ابن عامر نے ان لوگون کو متعین کیا تھا، دوسری طرف خود برسر پیکار تھے، چنانچہ وہ لبست، اشبند، رخ، زاوہ، خواف، اسبرائن اور ارغیان وغیرہ فتح کرتے ہوئے، نیشاپور کے پایہ تخت ابر شہر تک پہنچ گئے، اور اوس کا محاصرہ کرلیا، کئی مہینہ محاصرہ قائم رہا، آخر مین ابرشہر کے ایک حصہ کے محافظون نے امان لیکر راتون رات مسلمانون کو شہر مین داخل کردیا، لیکن شہر کا مرزبان ایک جماعت کے ساتھ قلعہ بند ہوگیا، مگر یہ بھی زیادہ دنون تک استقلال نہ دکھا سکا، اور جان بخشی کراکے باختلاف روایت دس لاکھ یا سات لاکھ درہم سالانہ پر صلح کرلی،

پایہ تخت کو تسخیر کرنے کے بعد ابن عامر نے عبداللہ بن خازم کو نسا کے علاقہ حمراندز روانہ کیا انھون نے اسکو فتح کرلیا اور نسا کے فرمان روا نے تین لاکھ درہم پر صلح کرلی، ان فتوحات نے قرب وجوار کے رؤسا کو مرعوب کردیا، چنانچہ ابیورد کے حاکم بہمنہ نے خود آکر یا عبداللہ بن خازم کی کوشش سے چار لاکھ پر صلح کرلی، اس سے ابن عامر کا حوصلہ اور بڑھا، اور انھون نے عبداللہ بن خازم کو سرخس روانہ کیا، انھون نے جاکر اہل سرخس کا مقابلہ کیا، یہان کے مرزبان زادویہ نے بھی صلح کرلی، اور پورا سرخس کا علاقہ زیرنگین ہوگیا،

سرخس کی تسخیر کے بعد ابن خازم نے یزید بن سالم کو کیف اور بینہ روانہ کیا، یزید نے یہ دونون مقامات فتح کئے، اور طوس کے مرزبان کنازتک نے ابن عامر کے پاس آکر ۶ لاکھ درہم پر صلح کرلی

اس سلسلہ کی تکمیل کے بعد ابن عامر نے اوس بن ثعلبہ کی سرکردگی مین ایک فوج ہراۃ روانہ کی، ہراۃ کے فرمان رواکو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود ابن عامر کے پاس پہنچا، اور ہراۃ باذغیس اور بوشنج کے لئے جزیہ دیکر صلح کرلی، البتہ اس علاقہ کے دو مقام طاغون اور باغون اس صلح نامہ مین داخل نہ تھے، کیونکہ یہ دونون بزور شمشیر فتح ہو چکے تھے ایک روایت یہ ہے کہ ابن عامر نے بہ نفس نفیس ہراۃ پر حملہ کیا تھا لیکن اس روایت کی روسے بھی آخر مین مرزبان نے صلح کرلی تھی،

ان بڑے بڑے فرمان رواؤن کی مصالحت کو دیکھ کر مرو شاہجہان کے مرزبان نے بھی ابن عامر سے صلح کی درخواست کی، انھون نے حاتم بن نعمان کو عقد مصالحت کیلئے بھیجا، اور ۲۲ لاکھ پر صلح ہوگئی، ایک قریہ سنج کے علاوہ مرو کا پورا علاقہ صلحاً مطیع ہوا صرف سنج پر زبردستی قبضہ کیا گیا تھا،

مرو کے بعد ابن عامر نے احنف بن قیس کو طخارستان روانہ کیا، انھون نے مرو الروذ کے ایک قلعہ کا جو بعد مین قصر احنف کے نام سے مشہور ہوا محاصرہ کیا، اس کے متعلق ایک بہت بڑا پرگنہ شق الجرذ تھا، یہان کے باشندون نے بھی پورے پرگنہ پر ۳ لاکھ دیکر صلح کرلی، اس صلح کے بعد احنف نے اصل شہر مرو الروذ کا محاصرہ کیا، یہان کے باشندون نے شروع مین نہایت سخت مقابلہ کیا لیکن انجام کار شکست کھاکر مرو الروذ کے قلعہ مین پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، یہ صورت دیکھکر یہان کے مرزبان نے ۶۰ ہزار پر صلح کرلی، مرو الروذ کی فتح کی تفصیلات مین بہت اختلافات ہین، لیکن نتیجہ سب کا احنف کی کامیابی ہے، مرو الروذ کو لینے کے بعد احنف لوٹے تو معلوم ہوا کہ حریف جوزجان مین جمع ہین، انھون نے اقرع بن حابس تمیمی کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اقرع نے

جوزجان کو فتح کیا، اس کے بعد احنف طالقان اور فاریاب کو فتح کر کے بلخ پہونچے

اہل بلخ نے ۴ لاکھ پر صلح کر لی،

جب ابن عامر نیشاپور کو فتح کرتے ہوئے نہر جیحون کے اس پار تک پہنچ گئے اور ماوراء النہر کے

باشندوں کو اس کی خبر ہوئی، تو انھوں نے پیش قدمی کر کے صلح کر لی بعض روایتوں سے

معلوم ہوتا ہے کہ ابن عامر نے ماوراء النہر کے علاقہ کو عبور کر کے خود ہر ہر مقام پر جا کر عقد

مصالحت منعقد کیا اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماوراء النہر والوں نے خود آکر مصالحت

کی، اس مصالحت میں بے شمار مویشی لونڈی غلام اور کپڑے ملے، ماوراء النہر کے علاقہ

کو مطیع بنانے کے بعد قیس بن ہیثم کو اپنا قائم مقام بنا کر دار الخلافہ لوٹ آئے[۱]

عبد اللہ بن عامر کی فتوحات کا رقبہ نہایت وسیع ہے، ایران کے غیر مفتوحہ علاقوں

سے لیکر خراسان اور ماوراء النہر تک کا علاقہ سب انھیں کی زیر قیادت زیر نگین ہوا،

علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ عبد اللہ نے اطراف فارس

خراسان کا پورا علاقہ، اصفہان، حلوان، اور کرمان فتح کیا[۲]، ان مذکورہ مقامات کے علاوہ

سجستان اور غزنہ بھی انھیں کے زیر امارت فتح ہوئے[۳] غرض عہد عثمانی میں مشرقی

مفتوحات کا بیشتر حصہ انھیں نے زیر نگین کیا،

حج شکرانہ: ان فتوحات کے بعد حج شکرانہ ادا کیا پھر مکہ سے مدینہ آئے اور مال غنیمت کا بڑا

حصہ مہاجرین و انصار میں تقسیم کیا، اس کا اہل مدینہ پر بڑا اثر پڑا، ان فرائض سے سبکدوش

ہو کر پھر اپنے دار الحکومت بصرہ آئے[۴]

[۱] یہ تمام حالات فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۱ تا ۴۱۵ سے ملخصاً ماخوذ ہیں، [۲] استیعاب ج اول

ص ۳۸۷، [۳] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۱، [۴] ایضاً

جنگ جمل حضرت عثمانؓ کی شہادت تک اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حادثہ ایسا الم انگیز تھا کہ غیر متعلق اشخاص تک اس سے سخت متاثر تھے، اور عبداللہ تو ان کے عزیز قریب تھے، اس لئے وہ اس حادثہ کی خبر اور بدامنی کے حالات سنکر بیت المال کا روپیہ لیکر مکہ چلے گئے، یہاں حضرت طلحہؓ زبیرؓ اور حضرت عایشہ صدیقہؓ سے ملاقات ہوئی یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے قصاص کی نیت سے شام جانے کا قصد کر رہے تھے، ابن عامر نے کہا آپ لوگ میرے ساتھ بصرہ چلئے وہ دولت مند شہر ہے وہان مددگار بھی ملین گے اور میرے اثرات بھی ہین اون کی دعوت پر یہ بزرگوار بصرہ آئے[1] جنگ جمل مین شروع سے آخر تک ساتھ رہے، اس جنگ مین بنی قیس، بنی ثقیف اور انصار کی کمان انہین کے ہاتھون مین تھی[2]،

جنگ صفین جنگ صفین مین البتہ کہین نمایان طور پر نظر نہین آتے تاہم بالکل غیر جانبدار بھی نہ تھے، چنانچہ التوائے جنگ پر جو معاہدہ ہوا تھا اس مین بحیثیت شاہد کے ان کے دستخط بھی تھے،

امام حسنؓ کے مقابلہ مین معاویہ کی حمایت چونکہ عبداللہ بن عامر حضرت عثمانؓ کے عزیز تھے اس لئے وہ شروع سے آخر تک حضرت علیؓ کے مخالف رہے، چنانچہ آپ کی شہادت اور حضرت حسنؓ کی مسند نشینی کے بعد جب امیر معاویہ نے حضرت حسنؓ پر فوجکشی کی تو مقدمۃ الجیش مین ابن عامر کو بھیجا، یہ حضرت حسنؓ کے مقابلہ کے لئے مدائن پہنچے، حضرت حسنؓ کو انکی پیشقدمی کی خبر ہوئی تو آپ بھی مقابلہ کو نکلے، لیکن مقام ساباط مین پہنچکر اون کی فوج نے کمزوری دکھائی اور بعض خارجیون نے حملہ کر کے زخمی کر دیا، اس لئے حضرت حسنؓ پھر مدائن لوٹ گئے، اور زخم بھرنے تک قصر ابیض مین مقیم رہے، شفایاب ہونے کے

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۱، [2] اخبار الطوال ص ۱۵۶،

بعد پھر مقابلہ کے لئے نکلے، اس دوران مین امیر معاویہ بھی انبار پہنچ چکے تھے، جب حضرت حسنؓ اور عبداللہ بن عامر بالمقابل ہو گئے تو ابن عامر اس موقع پر ایک چال چلے حضرت حسنؓ کی فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ مین خود لڑنا نہین چاہتا میری حیثیت محض معاویہ کے مقدمۃ الجیش کی ہے اور وہ خود انبار تک پہنچ چکے ہین، اس لئے حسنؓ کو سلام کے بعد میرا یہ پیام پہنچا دو کہ اون کو اپنی ذات اور اپنی جماعت کی قسم کہ وہ جنگ ملتوی کر دین، ان کا یہ افسون کارگر ہو گیا، حضرت حسنؓ کے ساتھی یہ پیام سنکر جنگ سے پیچھے ہٹنے لگے، حضرت حسنؓ نے اسے محسوس کیا، تو وہ پھر مدائن لوٹ آئے، اس کے بعد عبداللہ نے مدائن کا محاصرہ کر لیا، حضرت حسنؓ پہلے ہی سے کشت و خون سے برداشتہ خاطر تھے، اپنے ساتھیون کی کمزوری دیکھ کر چند شرائط پر امیر معاویہ کے حق مین خلافت سے دست بردار ہو گئے، ابن عامر نے یہ شرطین امیر معاویہ کے پاس بھجوا دین، انھون نے تمام شرطین منظور کر لین[1]،

بصرہ کی ولایت حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب عراق بھی امیر معاویہ کے قبضہ مین آگیا اور انھون نے جدید انتظامات کے سلسلہ مین کسی کو یہان کا گورنر بنانا چاہا تو عبداللہ بن عامر نے کہا بصرہ مین میرا بہت سامال و متاع ہے، اگر میرے علاوہ کوئی دوسرا عامل بنایا جائیگا تو وہ سب ضائع ہو جائیگا، چنانچہ معاویہ نے انھین کو عامل بنا دیا، اور یہ دوبارہ تین سال تک یہان کے عامل رہے، پھر معزول کر دیئے گئے[2]،

وفات معزولی کے بعد مدینہ چلے آئے، باختلاف روایت ۵۷ھ یا ۵۸ھ مین وفات پائی[3]،

تمول عبداللہ بن عامر قریش کے بڑے صاحب ثروت اشخاص مین تھے سیکڑون

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۲۲ و ۲۲۳، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲، [3] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۴،

فتوحات حاصل کین، ان مین مال غنیمت کا پانچوان حصہ ملتا رہا، دو مرتبہ بصرہ کے گورنر ہوئے، انھین کافی دولت پیدا کی، ان کا لاکھون روپیہ مختلف کامون مین لگا ہوا تھا، جیسا کہ انھون نے ایک موقع پر امیر معاویہ سے ظاہر کیا تھا، اس کے علاوہ مکہ کے قرب و جوار مین باغات اور زمینین تھین[1]

فیاضی | خدا نے جس طرح انھین صاحب ثروت بنایا تھا ویسے ہی وہ فیاض بھی تھے کان احد الاجواد الممدحین یعنی وہ عرب کے مشہور ممدوح فیاضون مین سے ایک فیاض تھے[2] حج سے واپسی کے بعد جب مدینہ گئے تو مال غنیمت کے حصہ مین سے ہزارون روپیہ مہاجرین و انصار مین تقسیم کیا[3]، اون کی وفات پر زیاد اعجم نے ان کی فیاضی کا نہایت پرزور مرثیہ لکھا تھا[4] بڑے بڑے صحابہ اون کی فیاضی کے معترف تھے، حضرت عثمانؓ نے جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ سے معزول کر کے اون کی جگہ عبد اللہ کو مقرر کیا، تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جاتے وقت اہل بصرہ کو ان الفاظ مین عبد اللہ کی آمد کی اطلاع دی کہ تمھارے پاس قریش کا ایک معزز نوجوان آرہا ہے، جو تم مین اس طرح (ہاتھون سے بتا کر) روپیہ پیسہ برسائیگا[5]

انتظامی قابلیت، | گو عبد اللہ بن عامر مذہبی علوم مین کوئی پایہ نہین رکھتے تھے لیکن انتظامی امور مین بڑا ملکہ تھا، وہ جہانگیری کے ساتھ جہاندار بھی تھے، انھون نے اپنے زمانہ حکومت مین رعایا کی آرام و آرائش کے لئے بصرہ مین نہر کھدوائی، اور بہت سے مکانات خرید کر بازار بنوایا[6] اس کے علاوہ اور بہت سے رفاہ عام کے کام کئے، خصوصًا عرب کی خشک سر زمین مین بکثرت پانی روان کیا، عرفات مین حجاج کو پانی کی تکلیف ہوتی تھی، عبد اللہ نے بڑے بڑے حوض اور تالاب بنوا کر ان مین نہرون سے پانی اُتارا[7] عرفات کے علاوہ مختلف مقامات پر بکثرت کنوین کھدوائے ولہ آبار فی الارض کثیرۃ[8] یہ غالبًا آنحضرت صلعم کی اس پیشین گوئی کا اثر تھا کہ "یہ مستقی" سیراب کرنے والا ہوگا[9]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲، [2] ایضًا [3] ایضًا [4] ایضًا: [5] استیعاب ج اول ص ۳۸۴ [6] طبری ذکر عبد اللہ بن عامر [7] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲ [8] ایضًا، [9] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۹

۸۰۔ حضرت عبداللہ بن عبد نہم رض

نام ونسب | عبداللہ نام، ذوالبجادین لقب، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن عبدنہم بن عفیف بن سحیم بن عدی بن ثعلبہ بن سعد بن عدی بن عثمان بن عمرو،

اسلام | باپ کا سایہ بچپن ہی مین سر سے اُٹھ گیا، چچا نے بڑے لطف و محبت سے پرورش کی اور خرچ کیلئے نہایت فیاضی سے دیتے تھے، ٹوٹے ہوئے دلون مین قبول حق کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، اسلئے عبداللہ کا دل حسین تیمی نے بہت گداز پیدا کر دیا تھا، ہوش سنبھالتے ہی اسلام سے متاثر ہو گیا، چچا کافر تھے، انھین جب معلوم ہوا کہ بھتیجے نے محمد کا مذہب اختیار کر لیا تو ساری شفقت و محبت سرد مہری سے بدل گئی اور عبداللہ سے کہا اگر تم نے محمد کا دین قبول کر لیا تو کچھ دیا لیا ہی سب چھین لونگا، جس دل مین ایمان کی دولت بھر چکی تھی وہ دنیوی مزخرفات کو کیا دھیان مین لا سکتا تھا، عبداللہ نے کہا اگر ایسا ہے تو مین مسلمان ہون یہ بیباکانہ جواب سن کر چچا نے جو کچھ دیا تھا سب چھین لیا حتی کہ بدن کے کپڑے تک اتروا لئے، عبداللہ اسی حالت مین ماں کے پاس پہنچے، ماں کی ممتا سے اس حالت مین نہ دیکھا گیا، ایک چادر تھی اوس کے دو ٹکڑے کر کے عبداللہ کے حوالہ کی، انھون نے ایک کا تہبند بنایا اور ایک کی چادر، اعزہ و اقربا سے ناتہ ٹوٹ چکا تھا، نماز فجر کے وقت مسجد نبوی مین پہنچے اور آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد حسب معمول رسول اللہ صلعم سب سے مصافحہ کرنے اور آنے والون پر نظرین دوڑانے لگے، عبداللہ پر نظر پڑی پوچھا تم کون ہو، عرض کی عبد العزی، فرمایا تم عبداللہ ذوالبجادین (دو چادرون والے) ہو، تم میرے دروازہ پر رہا کرو، آستانۂ نبوی کی دربانی سے بڑھ کر کیا شرف ہو سکتا تھا، چنانچہ

عبداللہ باب نبوی پر رہنے لگے، اور جب تک زندہ رہے اس در کی دربانی نہ چھوڑی[1]

وفات: ۹ھ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے، وقت آخر ہو چکا تھا معمولی بیمار پڑ کر تبوک کے لشکر گاہ میں وفات پا گئے، خود آقائے نامدارؐ نے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کیساتھ مل کر رات کی تاریکی میں مشعل جلا کر قبر کھودی اور اپنے دست مبارک سے عبداللہ کی لاش قبر میں اتار کر دعا فرمائی "خدایا میں اس سے راضی تھا تو بھی رضامندی ظاہر فرما"، غرض آستان نبوی کا یہ دربان اس قابل رشک طریقہ پر سرکار دو عالمؐ کے ہاتھوں پیوند خاک ہوا، اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ کی موت پر اتنا رشک آیا کہ دل نے کہا کاش ان کے بجائے میں مرا ہوتا[2]

عبادت: عبداللہ کا دل سوز ایمان اور گداز قلب سے پھکا جاتا تھا، اور آستان نبوی ان کی پرسوز تہلیل و تسبیح اور تلاوت قرآن سے گونجا کرتا تھا، ایک دن حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ ریاکار معلوم ہوتا ہے، فرمایا نہیں وہ سوز قلب رکھنے والوں میں ہیں[3]

۱۸۔ حضرت عبداللہ بن مغفل مزنیؓ

نام و نسب: عبداللہ نام، ابو سعید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن مغفل بن عبد نہم بن عفیف بن سہم بن ربیعہ بن عدی بن ثعلبہ بن ذویب بن سعد بن عدی بن عثمان بن مزینہ مزنی،

اسلام: عبداللہ ۶ھ میں مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ حدیبیہ میں شریک ہوئے[4] اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۳، [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۵، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۳، [4] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ اذ یبایعونک تحت الشجرہ، [5] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۴،

غزوات خیبر مین بھی ہمرکاب تھے[1] اس غزوہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہین کہ مین خیبر کے محاصرہ مین تھا کہ کسی نے اوپر سے چربی سے بھری ہوئی ایک تھیلی پھینکی، مین اٹھانے کیلئے بڑھا، آنحضرت صلعم کی نظر پڑ گئی، مجھے اس پر بڑی ندامت اور شرمندگی ہوئی[2] فتح مکہ مین بھی شریک تھے، چنانچہ اس غزوہ کا عینی مشاہدہ بیان کرتے ہین، کہ مین نے فتح مکہ کے دن آنحضرت صلعم کو اونٹنی کے اوپر سوار سورۂ فتح کی تلاوت کرتے دیکھا[3]

۹ھ مین تبوک کا غزوہ پیش آیا، اس سال نہایت شدید قحط تھا، اس لئے مسلمانون کو بڑی دشواری پیش آئی، صاحب مقدرت کے علاوہ معمولی حیثیت کے مسلمانون کے لئے اس غزوہ مین شرکت کی کوئی صورت نہ تھی، عبد اللہ بن مغفل نادار صحابی تھے، ان کے پاس کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر، سامان سفر کی درخواست کی، یہان کیا تھا، صاف جواب ملا، لیکن جوش جہاد گھر مین بھی بیٹھنے نہ دیتا تھا، جب سامان سفر کی کوئی صورت نہ نکل سکی، تو اپنی محرومی پر مایوس ہوکر رونے لگے، ایک بزرگ ابن یامین نے روتا دیکھکر سبب پوچھا کہا غزوۂ تبوک کے لئے رسول اللہ صلعم سے سواری مانگی تھی مگر نہین ملی، اور مجھ مین اتنی مقدرت نہین کہ اپنے پاس سے سامان کرون، یہ سنکر ابن یامین نے سواری کے لئے ایک اونٹ اور زاد راہ کے لئے تھوڑی سی کھجورین پیش کین، اس مختصر سامان کے ساتھ عبد اللہ اور ان کے دوسرے ساتھی عبد الرحمن بن کعب غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے[4] انھین نادارون کے بارہ مین یہ آیہ نازل ہوئی تھی[5]

اور نہ ان لوگون پر کوئی الزام ہے کہ جب	ولا علی الذین اذا ما اتوک

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر، [2] مسلم ج اول ص ۲۵۶ مطبوعہ مصر، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۱۶، [4] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۴،

لتحملهم قلت لا اجد ما احملکم علیہ	وہ تمہارے پاس آئے کہ تم ان کے لئے سواری
تولوا واعینہم تفیض من الدمع حزنا	کا انتظام کرو تو تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی
ان لا یجدوا ما ینفقون،	سواری نہیں ہے یہ سنکر وہ لوٹ گئے اور خرچ نہ
(توبہ)	میسر آنے کے غم میں انکی آنکھیں اشکبار تھیں،

بصرہ کا توطن، تا حیات نبوی مدینہ میں رہے، آپ کی وفات کے بعد مدینہ چھوڑ دیا، حضرت عمرؓ نے جب بصرہ آباد کرایا تو عبداللہ کو مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بصرہ بھیج دیا، جہاں وہ آخر عمر تک مقیم رہے[1]،

عراق کی فوجکشی میں شرکت، عراق کی فوجکشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، خوزستان کے صدر مقام تستر کی تسخیر کے بعد سب سے پہلے یہی شہر میں داخل ہوئے تھے[2]،

وفات کافی عمر پانے کے بعد باختلاف روایت ۵۹ھ یا ۶۰ھ میں بصرہ میں بیمار پڑے جب حالت زیادہ غیر ہوئی تو اعزہ سے وصیت کی کہ غسل کے آخری پانی میں کافور ملانا اور کفن میں دو چادریں اور ایک قمیص ہو کہ رسول اللہ کا کفن ایسا ہی تھا[3] نہلاتے وقت حضرت احباب ہوں، رسول اللہ صلعم کے صحابی غسل دیں، جنازہ کے پیچھے آگ نہ روشن کیجائے ابن زیاد (گورنر بصرہ) جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو، وفات کے بعد ان وصیتوں پر پورا پورا عمل کیا گیا، آنحضرت صلعم کے اصحاب نے نہلایا، جنازہ گھر سے نکلا تو ابن زیاد انتظار میں کھڑا تھا، اوس کو عبداللہ کی وصیت سنائی گئی، اسے سنکر تھوڑی دور جنازہ کی مشایعت کر کے گھر لوٹ گیا[4]، حسب وصیت آنحضرت صلعم کے صحابی حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اوس

[1] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۷ و ۸، [2] استیعاب ج اول ص ۲۶۴، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۸،

[4] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۸،

بصرہ کی سرزمین میں پیوندِ خاک کئے گئے[1]

| اولاد، | وفات کے بعد سات اولادیں یادگار چھوڑیں[2]، |

| فضل وکمال، | قبولِ اسلام کے بعد کئی برس تک ذاتِ نبوی سے استفادہ کا موقع ملا تھا، اسلئے |

اون کی ۴۳ مرویات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے ۴ متفق علیہ ہیں، اور ایک میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں[3]، حمید بن ہلال، ثابت البنانی، مطرب بن عبد اللہ، معاویہ بن قرہ، عقبہ بن صہبان، حسن بصری، سعید بن جبیر، عبد اللہ بن بریدہ[4] وغیرہ انکے رواۃ میں ہیں،

گو عبد اللہ کی مرویات کی تعداد کم ہے لیکن اس کے مقابلہ میں انکا علمی اور تعلیمی تجربہ زیادہ تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے جن چھ اصحاب کو اہل بصرہ کی فقہی تعلیم کے لئے بھیجا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے[5]

| بدعات سے نفرت | عبد اللہ کو بدعات سے سخت نفرت تھی، جو چیز انھوں نے عہدِ رسالت اور عہدِ خلفاء |

میں نہیں دیکھی تھی، یا اون کے علم میں نہ تھی اس کو کسی طرح نہیں برداشت کرسکتے تھے، اون کے صاحبزادے راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نماز میں بسم اللہ جہر کے ساتھ پڑھی والد نے سن لیا جب میں نماز تمام کرچکا تو مجھ سے کہا بیٹا اسلام میں یا تیں نہ بڑھاؤ، میں نے رسول اللہ صلعم، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان میں سے کوئی بھی بسم اللہ (با جہر) کے ساتھ نماز نہیں شروع کرتا تھا، یہ واقعہ بیان کرکے لڑکے نے کہا کہ میں نے والد سے زیادہ بدعات کو برا سمجھنے والا نہیں دیکھا[6]

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۳۲، [2] استیعاب ج اول ص ۴۷، [3] تہذیب الکمال ص ۲۱۶، [4] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۴، [5] ایضاً، [6] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۵،

۸۲۔ حضرت عبداللہ بن وہبؓ

نام ونسب | عبداللہ نام، باپ کا نام وہب تھا، قبیلہ اسلم سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام | ابن سعد کے نزدیک فتح مکہ سے پہلے کسی وقت دولت اسلام سے بہرہ ور ہوگئے،

عمان کا قیام | قبول اسلام کے بعد کچھ دنوں آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہے، پھر عمان چلے گئے وفات نبوی کے وقت یہیں تھے، وفات کی خبر پاکر یہ اور حبیب بن زید مزنی دونوں عمرو بن العاصؓ کے پاس چلے، راستہ میں مسیلمہ کذاب ملا، اس نے ان دونوں کو گرفتار کرلیا اور اپنی نبوت منوانی چاہی، حبیب نے صاف انکار کردیا، ان کے انکار پر مسیلمہ نے حبیب کو قتل کرکے اون کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے، اس عبرت انگیز سزا کو دیکھنے کے بعد بھی عبداللہ کے دل پر ہراس نہ طاری ہوا، اور ان کا دل بدستور اسلام پر قائم رہا، مسیلمہ نے ان پر کوئی تشدد نہیں کیا، بلکہ صرف قید پر اکتفا کی، ابھی یہ قید ہی میں تھے کہ خالد بن ولیدؓ اور اسامہ بن زیدؓ مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے آپہنچے، عبداللہ موقع پاکر نکل گئے، اور مسلمانوں سے مل کر مسیلمہ کا نہایت پرزور مقابلہ کیا[1]۔ یہ ابن سعد کا بیان ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن وہب اور حبیب بن زید کو مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا[2]، ابن سعد کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ مسیلمہ کذاب کے فتنہ نے آپ کی وفات کے بعد شدت پکڑی تھی،

وفات | وفات کے حالات پردۂ خفا میں ہیں،

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۴، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۹،

۸۳۔ حضرت عبید اللہ بن عباسؓ

نام ونسب عبید اللہ نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب ابن ہاشم قرشی ہاشمی، ماں کا نام لبابہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، لبابہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ، عبید اللہ آنحضرت صلعم کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے،

پیدائش وبچپن ہجرت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، حضرت عباسؓ اپنی اولادوں مین عبید اللہ کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے[۱]، آنحضرت صلعم کو حضرت عباسؓ سے خاص انس تھا، اس لئے اون کے بچون کے ساتھ بہت محبت تھی، چنانچہ عبد اللہ، عبید اللہ اور کثیر تینون کو بلا کر کھلاتے اور فرماتے تم مین سے جو دوڑ کر سب سے پہلے مجھکو چھوئیگا اوس کو فلان چیز دونگا، تینون بھائی دوڑتے کوئی پشتِ مبارک پر چڑھ جاتا، کوئی سینہ سے چمٹ جاتا، آپ سب کو چمٹا کر پیار کرتے تھے[۲]

یمن کی حکومت اور حج کی امارت عبید اللہ عہدِ رسالت اور عہدِ شیخین مین کم سن تھے، اس لئے اس عہد کا کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہین ہے، عہدِ عثمانی مین بھی کہین نہین نظر آتے، حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ مین یمن کا والی بنایا، پھر ۳۶ھ اور ۳۷ھ مین امارتِ حج کا عہدہ تفویض کیا، چنانچہ ان دونون سنون کا حج عبید اللہ ہی کی امارت مین ہوا، بعض اربابِ سیر لکھتے ہین کہ ۳۸ھ مین بھی امیر الحج تھے، لیکن یہ صحیح نہین ہے، ۳۸ھ مین وہ نہین، بلکہ اون کے بھائی قثم امیر تھے[۳]

---

[۱] ابن سعد تذکرۂ عبید اللہ بن عباسؓ، [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۷ھ، [۳] مسند احمد بن حنبل، ج اول مسند عبید اللہ بن عباس، [۴] استیعاب ج ۲ ص ۴۱۶،

بچون کا قتل | جیسا کہ ابھی لکھا گیا حضرت علیؓ نے انھین یمن کا والی بنایا تھا ۴۰ھ مین بسر بن ابی ارطاۃ امیر معاویہ کی جانب سے شیعیان علیؓ کو بجبر مطیع بنانے کے لئے یمن آیا تو عبید اللہ یہان سے ہٹ گئے اون کے اہل وعیال یہین تھے، بسر نہایت ظالم تھا، اور اوس کے دل مین حضرت علیؓ کے حامیون کی طرف سے اس قدر کینہ اور بغض بھرا ہوا تھا کہ عبید اللہ کے دو کمسن بچون کو اون کی مان کے سامنے نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا،[1]

وفات | زمانہ وفات مین اختلاف ہے، خلیفہ کی روایت کے مطابق ۵۸ھ مین وفات پائی ہے[2]

فضل وکمال | عبید اللہ جس خانوادۂ علم وعمل کے چشم وچراغ تھے، اس کے اعتبار سے انکا کوئی خاص علمی پایہ نہ تھا، آنحضرت صلعم کے عہد مین بہت کم سن تھے، اس لئے براہ راست آپ سے سماع حدیث کا موقعہ نہ ملا تاہم حدیث کی کتابون مین اون کی مرویات ملتی ہین اور انھون نے اپنے والد بزرگوار حضرت عباسؓ سے اور اون سے عبد اللہ اور ابن سیرین نے روایت کی ہے[3]

فیاضی | حضرت عباسؓ کے تمام لڑکون مین کوئی نہ کوئی نمایان وصف اور کمال موجود تھا، حضرت عبد اللہؓ فضل وکمال مین یکتائے عصر تھے، فضل حسن وجمال مین یگانہ تھے، عبید اللہ فیاضی اور دریا دلی مین بے نظیر تھے، دستر خوان کے لئے ایک اونٹ روزانہ ذبح ہوتا تھا، دوسرے بھائی عبد اللہ کو یہ فیاضی ناپسند تھی، انھون نے روکنا چاہا، تو اوس دن سے دو اونٹ ذبح ہونے لگے، جب یہ دونون بھائی ایک ساتھ مدینہ مین ہوتے تو ایک طرف تشنگان علم کے لئے عبد اللہ کے یہان علم کا دریا بہتا، دوسری طرف بھوکون کے لئے عبید اللہ کے یہان صلائے عام ہوتی، ایک مرتبہ عبید اللہ کہین جارہے تھے، غلام ساتھ تھا، چلتے چلتے شام ہوگئی ایک

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۴۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۱۶، [3] تہذیب الکمال ص ۲۵۱،

اعرابی کا گھر دکھائی دیا، غلام نے کہا اگر ہم لوگ رات بھر کے لئے اس گھر مین ٹھہر جاتے تو بہتر ہوتا، رات ہو چکی تھی اس لئے عبید اللہ کو بھی یہ رائے پسند آئی اور خادم و آقا دونون اعرابی کے گھر پہنچے، عبید اللہ نہایت وجیہ تھے، اعرابی دیکھ کر سمجھا کہ کوئی بڑا آدمی ہے، بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اُتارا، اور بیوی سے جاکر کہا کہ ہمارے یہان ایک معزز مہمان آیا ہے، کچھ کھانے پینے کا سامان ہے؟ بیوی نے جواب دیا کھانے کو تو کچھ نہین ہے، صرف یہ ایک بکری ہے جس کے دودھ پر تمھاری لڑکی کی زندگی ہے، بدوی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ مہمان کو بھوکا رکھا جائے، بیوی سے کہا کچھ بھی ہو بکری ذبح کرنا چاہئے، بیوی نے کہا کیا لڑکی کو مار ڈالوگے؟ اعرابی نے کہا کچھ بھی ہو، بکری ذبح کرنا ضروری ہے، چنانچہ بکری ذبح کرکے رات کا کھانا کھلایا، عبید اللہ یہ تمام گفتگو سن رہے تھے، صبح کو اٹھکر غلام سے پوچھا تمھارے پاس کچھ ہے، اس نے کہا پانسو اشرفیان ہین، حکم دیا اعرابی کو دیدو، غلام نے کہا سبحان اللہ ۵ درہم کی بکری کھلائی اور آپ پانسو دینار دیئے دیتے ہین، بولے تیری عقل پر افسوس ہے، خدا کی قسم! وہ ہم سے کہین زیادہ سیر چشم اور دریا دل ہے، ہم تو اپنی مملوکہ دولت سے بہت حقیر رقم اسے دیتے ہین، اور اس نے اپنے لخت جگر کو قربان کرکے ہمین بکری کھلائی،[1]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۴۱،

۴۸ حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ،

نام ونسب، عبدالرحمن نام، باپ کا نام سمرہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب ابن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی،

اسلام وغزوات، فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے، جاہلی نام عبدالکعبہ تھا، آنحضرت صلعم نے بدل کر عبدالرحمن رکھا، اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے،[1]

عثمانی عہد، غزوۂ تبوک کے بعد عبدالرحمن پھر عثمانی عہد میں نظر پڑتے ہیں، آنحضرت صلعم نے انھیں نصیحت فرمائی تھی کہ خود کبھی امارت کی خواہش نہ کرنا، اگر تمھاری خواہش پر ملے گی تو اوس کی ذمہ داری تنہا تمھارے سر ہوگی، اور بلا خواہش ملے گی تو خدا تمھاری مدد کریگا،[2] اس نصیحت کے مطابق اونھوں نے خود کبھی امارت کی خواہش نہیں کی، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں عبداللہ بن عامر والی بصرہ نے انھیں امارت کے عہدہ پر مامور کیا، ۳۱ھ میں جب ابن عامر نے سجستان اور کابل پر چڑھائی کی[3] تو عبدالرحمن کو سجستان روانہ کیا، یہ زرنج کی طرف بڑھے، اتفاق سے انھیں ایام میں عید تھی، سجستان والے عید منا رہے تھے، عبدالرحمن نے عین عید کے دن زرنج کے مرزبان کو گھیر لیا، اوس نے بیس[2] لاکھ درہم اور دو ہزار لونڈی غلام پر صلح کرلی، مرزبان سے مصالحت کے بعد ابن سمرہ نے ہندوستان کی سمت زرنج سے لیکر کش تک اور زرنج کی

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۶۱، [2] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۰۱، [3] ابن عامر اس علاقہ کو زیرنگین کرچکے تھے لیکن یہاں کے باشندوں نے بغاوت کرکے ان کے عامل کو نکال دیا،

اور رخج سے لیکر دوار تک فتح کر کے دوار کے باشندون کا جبل زور مین محاصرہ کرلیا،
ان لوگون نے ایک بیش قرار رقم دیکر صلح کرلی، یہ رقم اتنی وافر تھی کہ عبدالرحمٰن کے ساتھ
آٹھ ہزار مجاہدین تھے، ہر ایک کے حصہ مین چار چار ہزار آیا، زور ایک بت کا نام تھا، اسکی نسبت
سے یہان کا پہاڑ جبل زور کہلاتا تھا، یہ بت ٹھوس سونے کا تھا اور یاقوت کی آنکھین تھین،
عبدالرحمٰن نے اس کے ہاتھ کاٹ لئے اور دونون آنکھین نکال کر مرزبان کو واپس کردئے
کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، صرف تمھارے اعتقاد کو باطل کرنا تھا، بت کسی کو نفع و نقصان
نہین پہنچا سکتے، بت کو توڑنے کے بعد بست اور زابل کو فتح کیا، ان فتوحات کی تکمیل
کے بعد زرنج لوٹ آئے، کچھ دنون کے بعد جب حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش بپا ہوئی
تو عبدالرحمٰن امیر بن احمر کو اپنا قایم مقام بنا کر سجستان سے چلے گئے، اون کے ہٹتے ہی زرنج
والون نے ابن احمر کو نکال کر زرنج کے علاقہ پر قبضہ کرلیا[1]،

خانہ جنگی سے کنارہ کشی | حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جمل اور صفین کی قیامت خیز لڑائیان
ہوئین، لیکن عبدالرحمٰن کسی مین شریک نہ ہوئے،

ولایت بصرہ، | حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب امیر معاویہ سارے عالم اسلامی
کے خلیفہ ہوگئے، تو انھون نے جدید انتظامات کے سلسلہ مین عبداللہ بن عامر کو ۴۱ھ مین
بصرہ کا والی بنایا،

حضرت عثمانؓ کی شہادت اور جمل و صفین کے ہنگامون کے زمانہ مین سجستان اور کابل
کے علاقے باغی ہوگئے تھے، عبداللہ بن عامر کو عبدالرحمٰن کے گذشتہ کارنامون کا کافی تجربہ
ہوچکا تھا، اس لئے انھون نے دوبارہ انھین سجستان کا والی بنا کر باغی علاقون کی تادیب

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۱ و ۴۰۲،

پر مامور کیا، چنانچہ یہ سجستان آئے، یہاں سے باغیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے کابل تک پہنچ گئے، اور اُس کا محاصرہ کر کے سنگباری کے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیواریں شق کر دیں، عباد بن حصین رات بھر شگاف کی نگرانی کرتے رہے، کہ دشمن اس کو بھرنے نہ پائیں، صبح کو کابلیوں نے میدان میں نکل کر مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی اور مسلمان شہر میں داخل ہو گئے، یہ بلاذری اور ابن اثیر کا بیان ہے[1]، یعقوبی کے بیان کے مطابق شہر پناہ کے دربان نے رشوت لے کر دروازہ کھولدیا تھا[2]،

کابل کو مطیع بنانے کے بعد عبد الرحمٰن نے، خواش اور رزان بست کو زیرنگین کیا یہاں سے رزان کا رخ کیا، یہاں کے باشندوں نے پہلے ہی شہر خالی کر دیا تھا، اس لئے بلاجنگ رزان پر قبضہ ہو گیا، رزان کے بعد خشک پہنچے، یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی، خشک کے بعد رخج آئے اور ایک پر زور مقابلہ کے بعد یہاں کے باشندوں کو شکست دیکر غزنہ پہنچے، باغی غزنویوں نے نہایت پر زور مقابلہ کیا، مگر انھوں نے بھی فاش شکست کھائی، کابل والے سخت بغاوت پسند تھے، عبد الرحمٰن جب غزنہ کی طرف متوجہ تھے، کابلیوں نے میدان خالی پاکر بغاوت کر دی، عبد الرحمٰن نے غزنہ سے فراغت کے بعد انھیں مطیع بنایا اور سجستان کابل اور غزنہ کا پورا علاقہ دوبارہ زیرنگین کیا[3]،

عبد الرحمٰن کو ابن عامر نے اپنی پسند سے حاکم بنایا تھا، اون کے کارناموں کو دیکھ کر امیر معاویہ نے بھی مہر تصدیق ثبت کر دی، اور عبد الرحمٰن مرکزی حکومت کی جانب سے سجستان کے باقاعدہ والی ہو گئے[4]، تین سال کے بعد ۴۶ھ میں زیاد نے انھیں معزول کر کے ربیع بن زیاد

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۳۷۶ و بلاذری ص ۴۰۳، [2] یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۸، [3] ابن اثیر و بلاذری حوالۂ مذکور،

[4] بلاذری حوالۂ مذکور،

کو ان کی جگہ مقرر کیا،

وفات: معزولی کے بعد عبدالرحمٰن نے سجستان ہی میں بود و باش اختیار کر لی تھی، یہین ۵۰ھ مین وفات پائی[1]، وفات کے بعد ایک لڑکا عبید اللہ یادگار چھوڑا،

فضل و کمال: عبدالرحمٰن اولاً مسلمین بعد الفتح مین تھے، پھر فوجی آدمی تھے اس لئے علمی اعتبار سے کوئی قابل ذکر شخصیت نہ تھی، تاہم اون کی بیاض علم کے اوراق بالکل سادہ نہین ہین انکی ۱۴ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، اون مین سے ۲ متفق علیہ اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین، ان کے رواۃ مین عبدالرحمٰن بن لیلی اور مشہور تابعی حضرت حسن بصری لائق ذکر ہین[2]،

تواضع و خاکساری: ایک طرف یہ بلندی اور حوصلہ مندی تھی، کہ سجستان سے لیکر غزنہ تک کا علاقہ فتح کر لیا، اور باغی کابلیون کے بل نکال دیئے، دوسری طرف یہ خاکساری اور فروتنی تھی کہ بارش کے دنون مین جھاڑو لیکر گلیان صاف کرتے پھرتے تھے[3]،

۵۸ - حضرت عتاب بن اسیدؓ

نام و نسب: عتاب نام، ابو عبدالرحمٰن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عتاب بن اسید بن ابو العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی اموی،

قبل از اسلام: عتاب ابتدا سے سلیم الفطرت تھے، چنانچہ قبول اسلام کے پہلے ہی سے وہ شرک سے دور اور اسلامی تعلیمات سے قریب تر تھے، فتح مکہ سے ایک دو شب پہلے آنحضرت صلعم نے اون کی فطرت سلیم کا تذکرہ فرمایا، کہ قریش کے چار آدمی شرک سے دور اور اسلام سے قریب تر اور اس کی طرف راغب ہین، لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۶۰، [2] تہذیب الکمال ص ۲۲۸ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۸،

لوگ ہین؟ فرمایا، عتاب بن اسید، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو[۱]

اسلام | فتح مکہ کے دن بلاجبر و اکراہ بطیب خاطر اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، جب آنحضرت صلعم حنین کے لئے جانے لگے تو عتاب کو مکہ کا امیر بنایا، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر یہ شرف حضرت معاذ بن جبلؓ کو حاصل ہوا، اوس کے بعد عتاب کو ملا، مکہ کی امارت پر سرفراز فرماتے وقت ان الفاظ مین عتاب کی عزت افزائی فرمائی، عتاب! تم کو معلوم ہے کہ کن لوگون پر مین نے تم کو عامل بنایا ہے، اہل اللہ پر، اگر مکہ والون کے لئے تم سے زیادہ کوئی موزون شخص نظر آتا تو اسے بناتا،

پھر سنہ ۸ھ مین حج کی امارت کا شرف حاصل ہوا، اس لحاظ سے عتاب تاریخ اسلام مین سب سے پہلے امیر الحج ہین[۲]،

عہد صدیقی | آنحضرت صلعم کی وفات تک عتاب مکہ کے عامل رہے، حضرت ابو بکرؓ نے بھی اپنے زمانہ مین بدستور انھین ان کے عہدہ پر برقرار رکھا[۳]،

وفات | اون کی عمر نے وفا نہ کی، عین عالم شباب مین جبکہ اون کی عمر ۲۵، ۲۶ سال سے زیادہ نہ تھی سنہ ۱۳ھ مین مکہ مین وفات پائی[۴]،

فضل وکمال | کم سنی کی موت نے عتاب کے علمی کمالات کو چمکنے کا موقع نہ دیا، اس کے باوجود ارباب سیر انھین فضلائے صحابہ مین شمار کرتے ہین[۵]، چند احادیث نبوی بھی اون سے مروی ہین، عطار اور ابن مسیب نے ان سے مرسل روایت کی ہے[۶]،

نماز باجماعت مین تشدد | نماز باجماعت کے بارہ مین اتنے متشدد تھے کہ امارت مکہ کے زمانہ مین

۱؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۵، ۲؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۸، ۳؎ ایضاً، ۴؎ ایضاً، ۵؎ ایضاً،

۶؎ تہذیب الکمال ص ۲۵۷،

قسم کھا کھا کر کہتے تھے کہ جو شخص جماعت کے ساتھ نماز نہ ادا کریگا اس کا سر قلم کر دونگا جماعت سے غفلت منافقون کا کام ہے، اہل مکہ نے ان کے اس مبالغہ آمیز تشدد سے عاجز آکر آنحضرت صلعم سے شکایت کی کہ آپ نے کس اجڈ اعرابی کو عامل بنایا ہے[1]،

تدین عہدہ دارون کا ہدایا و تحائف سے دامن بچانا بہت مشکل ہے، لیکن عتاب باوجودیکہ کئی برس تک مکہ کے عامل رہے، لیکن اس سلسلہ مین کبھی کوئی چیز نہین قبول کی ایکمرتبہ کسی نے دو چادرین پیش کین انھین لے کر اپنے غلام کیسان کو دیدیا[2]

قناعت، عام طور پر حکام اور عہدہ دارون مین قناعت نہین ہوتی، لیکن عتاب کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی، آنحضرت صلعم نے اون کے اخراجات کے لئے دو درہم روزانہ مقرر فرمائے تھے عتاب اسی پر قانع رہے، کہا کرتے تھے، کہ جو پیٹ دو درہم مین نہین بھرتا اوسکو خدا کبھی آسودہ نہ کریگا[3]،

نزول آیہ، عقیلی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ ابن عباسؓ کے نزدیک کلام اللہ کی یہ آیت

واجعلنی من لدنک سلطاناً نصیراً، اور اپنے پاس سے مجھکو نیچایی کے ساتھ غلبہ عطا فرما

"من سلطان نصیر" سے مراد عتاب کی ذات ہے[4] لیکن اس کی روایتی حیثیت قابل اعتبار نہین تاہم اس سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ عتاب کی شخصیت اس کا مصداق بن سکتی تھی،

تمام ارباب سیر ان کے فضائل و کمالات کے معترف ہین کان عتاب رجلاً خیراً صالحاً فاضلاً عتاب باخبر صالح اور فاضل تھے[5]،

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۲، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۵ [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۲، [4] ایضاً، [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۸،

۸۶۔ حضرت عتبہؓ بن ابی لہب

نام ونسب: عتبہ نام، مشہور دشمن اسلام ابولہب ان کا باپ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عتبہ بن ابی لہب ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی قرشی ہاشمی، ابولہب آنحضرت صلعم کا چچا تھا، اس رشتہ سے عتبہ آپ کے ابن عم تھے،

اسلام: عتبہ اسلام اور بانیٔ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابولہب کے فرزند تھے، جنہوں نے بھتیجے کی تحقیر، مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کی بیخ کنی مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا، پھر بھی اُن کا اور آنحضرت صلعم کا گوشت پوست ایک تھا، خون کا اثر کہان سے جاتا، چنانچہ جب مکہ فتح ہوا، اور معاندینِ اسلام کا شیرازہ بکھر چکا تو آنحضرت صلعم کو چچیرے بھائی کا خیال آیا، حضرت عباسؓ سے پوچھا تمہارے دونون بھتیجون (عتبہ اور معتب) کو نہین دیکھا معلوم نہین کہان ہین، عباسؓ نے کہا مشرکین قریش کے ساتھ وہ بھی مکہ چھوڑ کر کہین نکل گئے ہین، فرمایا جاؤ جہان کہین ہون لے آؤ، اس ارشاد پر حضرت عباسؓ تلاش مین نکلے اور دونون کو ڈھونڈھکر کہا چلو تمکو رسول اللہ صلعم نے یاد کیا ہے، چنانچہ یہ دونون چچا کے ساتھ بھائی کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے اسلام پیش کیا، اب انکار و تمرد کا وقت گذر چکا تھا اس لئے بلاتامل قبول کرلیا، قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلعم دونون کا ہاتھ پکڑے ہوئے بابِ کعبہ اور حجرِ اسود کے درمیان مین لاکر کچھ دعا کی، دعا سے واپسی کے وقت چہرۂ انور وفورِ مسرت سے چمک رہا تھا، عباسؓ نے کہا خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آپ کے چہرہ پر مسرت کے آثار دیکھ رہا ہون، فرمایا مین نے اپنے ان دونون بھائیون کو خدا سے مانگا تھا، اُس نے مجھے دیدیا، یہ مسرت اسی کا

نتیجہ ہے[1]،

غزوات | اسلام کے بعد مکہ ہی مین رہے، البتہ بعض غزوات مین شریک ہونے کے لئے مدینہ آجاتے تھے، چنانچہ غزوۂ حنین مین آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک ہوئے، اور اس فدویت اور جان نثاری کے ساتھ کہ جب ساری فوج مین اضطراب پیدا ہوگیا اور بہت سے مسلمانون کے پاؤن عارضی طور سے اکھڑ گئے، اس وقت بھی ان کے پاؤن اپنی جگہ پر جمے رہے حنین کے بعد طائف مین بھی ساتھ تھے[2]،

وفات | ان کے زمانۂ وفات کی تصریح نہین ملتی لیکن عہد صدیقی اور فاروقی مین کہین نظر نہین آتے، اس سے قیاس ہوتا ہے، کہ حضرت ابوبکرؓ ہی کے زمانہ مین وفات پاچکے تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی رائے ہے[3]،

۸۷۔ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ،

نام ونسب | عثمان نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عثمان بن ابی العاص بن بشر بن دھمان ابن عبداللہ بن ہمام بن آبان بن یسار بن مالک بن خطیط بن جشم ثقفی،

اسلام | غزوۂ طائف کے بعد عثمان بنی ثقیف کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، یہ اس وفد کے سب سے چھوٹے رکن تھے، آنحضرت صلعم کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، آپ نے تبرکاً تھوڑا سا قرآن پڑھایا، قبول اسلام کے بعد مشہور حافظ قرآن حضرت ابی ابن کعبؓ سے قرآن کی تعلیم مین مصروف ہوگئے، جب ثقیف کا وفد وطن لوٹنے لگا تو آنحضرت صلعم سے ایک ایسے صاحب علم امیر کی درخواست کی جو قبیلہ کے نومسلمون کی امامت کرے اور انھین

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۴۱ و ۴۲، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶۶، [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۶،

مذہبی تعلیم دے سکے[1]

بنی ثقیف کی امارت | گو عثمان جدید الاسلام تھے، لیکن ان مین تعلیم و تعلم کی بڑی استعداد تھی ان کے تعلیمی ذوق و شوق کو دیکھکر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا کہ یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور تعلیم قرآن کا بڑا حریص ہے، اس لئے آنحضرت صلعم نے بنی ثقیف کی امارت اور امامت انھین کو تفویض فرمادی، اور ہدایت فرمائی کہ لوگون کی حالت کا اندازہ کرکے نماز پڑھانا، نمازیون مین کمزور بوڑھے، بچے اور کاروباری ہر طرح کے لوگ ہوتے ہین[2]

فتنۂ ارتداد کے مساعی | حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا اور قبائل عرب اس کا شکار ہونے لگے تو عثمان نے بنی ثقیف کو نہایت دانشمندی کیساتھ اس وبا سے بچا لیا، سب کو جمع کرکے تقریر کی کہ برادران ثقیف! تم لوگ سب سے آخر مین خلعت ایمان سے سرفراز ہوئے اس لئے سب سے پہلے اسے نہ اُتار پھینکو[3]

بصرہ کی امارت | حضرت عمرؓ نے جب بصرہ آباد کرایا تو وہان کے لئے ایک صاحب علم و فہم امیر کی ضرورت پڑی عثمان آنحضرت صلعم کے زمانہ سے اس کام کو کرتے چلے آئے تھے، اس لئے لوگون نے اون کا نام لیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کو رسول اللہؐ نے طائف پر مقرر فرمایا تھا، اسلئے مین انھین معزول نہین کرسکتا، لوگون نے کہا آپ معزول نہ کیجئے بلکہ عثمان کو لکھئے کہ وہ وہان کسی کو اپنا قائم مقام بناکر چلے آئین، فرمایا یہ ہوسکتا ہے، چنانچہ عثمان کو خط لکھا، یہ طائف مین اپنے بھائی حکم کو اپنا قائم مقام بناکر حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ نے حکم کو ان کی جگہ انکا قائم مقام بنا دیا، اور عثمان کو بصرہ بھیجدیا، بصرہ آنے کے بعد عثمان نے یہان مستقل سکونت اختیار کرلی[4]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۳۸، [2] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۱، [3] استیعاب ج ۲ ص ۴۹۶،

[4] ایضاً،

بحرین اور عمان کی ولایت اور فارس پر فوج کشی

بصرہ کی ولایت کے زمانہ مین حضرت عمرؓ نے بحرین اور عمان کی حکومت بھی عثمان کے متعلق کردی انھون نے ان دونون مقامون کو مطیع بنانے کے بعد اپنے بھائی حکم کو ایک فوج کے ساتھ بحری راستہ سے فارس روانہ کیا، انھون نے جزیرہ ابر کاوان اور توج فتح کیا، ایک روایت یہ ہے کہ عثمان نے خود فوجکشی کی، اور توج فتح کرکے یہان مسجدین بنوائین، اور مسلمانون کی نوآبادی قائم کی، بہر حال فارس کے مرزبان شہرک نے جب دیکھا کہ مسلمان اس کے حدود مین داخل ہوتے جارہے ہین، تو ایک لشکر جرار لیکر انھین روکنے کے لئے راشہر پہنچا، عثمان کے بھائی حکم اور سوار بن ہمام نے ان کا مقابلہ کیا، اور شہرک مارا گیا،

اس کے بعد جب ایران پر عام لشکر کشی ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے عثمان کو فارس پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو جو بصرہ مین تھے اون کی مدد کے لئے لکھا، اس حکم پر عثمان اپنے بھائی مغیرہ کو بحرین مین اپنا قائم مقام بنا کر توج آئے اور اسے مرکز قرار دیکر فارس کے مختلف حصون مین فوجکشی شروع کردی، ابوموسیٰ اشعریؓ وقتاً فوقتاً بصرہ سے اون کی مدد کے لئے آتے رہتے تھے، توج آنے کے بعد عثمان نے ہرم بن حیان عبدی کو قلعہ شتیر پر مامور کیا، انھون نے اس کو فتح کیا، اور خود عثمان نے جرہ، کازرون، نوبندجان وغیرہ سابور کے علاقون کو زیر نگین کیا، پھر ابوموسیٰ کے ساتھ مل کر ارجان، شیراز، سینیز وغیرہ پر قبضہ کیا، اس کے بعد پھر تنہا حصن جنابا کو لیا جنابا کے بعد دارابجرد آئے یہان کے والی ہربذ نے صلح کرلی دارابجرد کے بعد جہرم پر قبضہ کیا، جہرم کے بعد فسا پہنچے، یہان کے حکمران نے بھی دارابجرد کے شرائط پر صلح کرلی، اس کے بعد باختلاف ۲۳ھ یا ۲۴ھ مین فارس کے پایۂ تخت سابور پہنچے مقتول شہرک کا بھائی یہان کا حاکم تھا، اوس نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک عرب نے

اس کا کرتہ اتار لیا ہے، اس خواب کو اس نے بد فالی پر محمول کیا، اور مسلمانون سے لڑنا مناسب نہ سمجھا، اور عثمان سے چند شرائط پر صلح کر لی، اس طرح فارس کا علاقہ کچھ صلحاً اور کچھ بزور شمشیر مفتوح ہو گیا، اس صلح کے کچھ دنون بعد پھر اہل سابور باغی ہو گئے، ۲۶ھ مین عثمان اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے پھر انھین مطیع بنایا،[1]

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بھی عثمان کی فوجی سرگرمی جاری رہی، اصطخر حضرت عمرؓ کے زمانہ مین فتح ہو چکا تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد ایرانیون نے بغاوت کر کے پھر اپنے قبضہ مین لے لیا تھا، ۲۷ھ مین عثمان بن ابی العاص نے دوبارہ اس پر قبضہ کیا[2] حضرت عثمانؓ نے اس کے صلہ مین بارہ ہزار جریب زمین مرحمت فرمائی،[3]

وفات، ان کا سنہ وفات متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، امیر معاویہ کے عہد مین ۵۵ھ کے لگ بھگ وفات پائی،[4]

فضل و کمال، عثمان گو بالکل آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے لیکن نہایت زیرک و دانا تھے، آنحضرت صلعم نے بنی ثقیف کی امارت پر سرفراز فرماتے وقت انھین زیرکی کی سند عطا فرمائی تھی انہ کیس یہ زیرک آدمی ہین[5] اس فطری استعداد کے علاوہ وہ علم کے شایق بھی تھے، اسلام کے بعد ہی حضرت ابی بن کعبؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی حضرت ابوبکرؓ نے ان کے علمی شوق کو دیکھکر فرمایا تھا کہ یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور علم بالقرآن کا بڑا حریص ہے، اس لئے عثمان تاخیر فی الاسلام اور کم سنی کے باوجود اپنے قبیلہ بھر مین علمی حیثیت سے ممتاز تھے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے انھین بنی ثقیف کا امام بھی بنایا تھا، اگرچہ انھین صحبت نبوی سے

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۹۳ تا ۳۹۶ مختصراً، [2] طبری ص ۲۸۱۹، [3] استیعاب ج ۲ ص ۴۹۶، [4] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۲۹، [5] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۲۶،

استفادہ کا بہت کم موقع ملا، لیکن اون کی مرویات کی تعداد انتیس ۲۹ تک پہنچتی ہے، حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ مین نے عثمان سے افضل کسی کو نہین پایا،[1] یزید بن حکم، سعید بن مسیب، نافع ابن جبیر بن مطعم، مطرف، ابو العلاء، موسیٰ بن طلحہ بن عبد اللہ، محمد بن عیاض، حسن اور ابن سیرین نے ان سے روایتین کی ہین،[2]

تبلیغ احکام نبوی، ارشادات و فرامین نبوی کی تبلیغ ہر آن اور ہر لحظہ پیش نظر رہتی تھی، ایک مرتبہ کلاب بن امیہ عشر وصول کرنے والون کی جماعت مین بیٹھے تھے، عثمان ادھر سے گذرے، تو کلاب سے پوچھا، یہان کیون بیٹھے ہو، انھون نے جواب دیا زیاد نے عشر پر مقرر کیا ہے، یہ سنکر عثمان نے کہا، مین تم کو ایک حدیث سناؤن؟ کلاب نے کہا سنائیے، انھون نے یہ حدیث سنائی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ داؤد علیہ السلام رات کے ایک خاص حصہ مین اپنے گھر والون کو جگاتے تھے کہ آل داؤد اٹھو نماز پڑھو، اس وقت ساحر اور عشر وصول کرنے والون کے علاوہ خدا سب کی دعائین قبول کرتا ہے، کلاب نے یہ حدیث سنکر اسی وقت ابن زیاد کے پاس جاکر اپنی خدمت سے استعفا داخل کر دیا،[3] (یہ حکم غیر متدین اور سخت گیر عشر وصول کرنے والون کیلئے ہے ورنہ دیانت داری کے ساتھ وصول کرنے مین کوئی قباحت نہین،)

---

[1] تہذیب الکمال ص ۲۶۰، [2] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۲۸، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۲،

۸۸۔ حضرت عداء بن خالدؓ

نام و نسب | عداء نام، باپ کا نام خالد تھا، نسب نامہ یہ ہے، عداء بن خالد بن ہوزہ ابن خالد بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ،

اسلام سے پہلے | عداء غزوۂ حنین میں مشرکین کیساتھ تھے، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ہم حنین کے دن رسول اللہ صلعم سے لڑے، لیکن خدا نے نہ ہماری مدد کی اور نہ ہمیں فتح مند کیا،[1]

اسلام | حنین کے بعد مع اپنے باپ اور بھائی کے مشرف باسلام ہوئے،[2]

حجۃ الوداع | قبول اسلام کے بعد حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم کی رفاقت کا شرف حاصل کیا،[3]

عطیۂ نبوی | آنحضرت صلعم نے کسی وقت میں ان کو زمین کا چشمہ مرحمت فرمایا تھا، اس کا ہبہ نامہ اون کے پاس مدتوں محفوظ رہا، یزید بن مہلب کے زمانہ میں عبد المجید بن ابو یزید اور بحر بن ابو نصر ادھر سے گذرے تو کہا یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے، چنانچہ یہ دونوں عداء کی زیارت کے لئے ان کے پاس گئے اور پوچھا آپنے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے، انھوں نے کہا ہاں اور آپ نے پانی کا یہ چشمہ مجھکو مرحمت فرمایا تھا، اسکی تحریر میرے پاس موجود ہے، چنانچہ چمڑے پر لکھا ہوا آنحضرت صلعم کا فرمان نکال کر ان دونوں کو دکھایا،[4]

عداء نے آنحضرت صلعم سے ایک غلام خریدا تھا، اوس کا بیعنامہ بھی ان کے پاس موجود تھا،[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۰۹، [2] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۷، [3] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۳۵، [4] ایضاً،

[5] استیعاب ج ۲ ص ۵۲۵،

وفات: عدی نے بڑی عمر پائی، سنہ ۱۸ھ تک اون کی زندگی کا پتہ چلتا ہے، سو سال سے زیادہ کی عمر مین وفات پائی،

فضل وکمال: فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی قابل ذکر شخصیت نہ تھی، حدیث کی کتابون مین اون کی بعض روایات موجود ہین، عبد الحمید بن وہب البصری، عبد الکریم عقیلی، ابو رجاء العطاردی اور جہضم بن ضحاک وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین[2]،

۹۰ حضرت عدی بن حاتمؓ

نام ونسب: عدی نام ابو طریف کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عدی بن حاتم بن عبد اللہ بن سعد بن حشرج بن امراؤ القیس بن عدی، بن ربیعہ بن جرول بن ثعل بن عمرو بن یغوث بن طے بن اود بن زید بن کہلان، عدی مشہور عالم حاتم طائی کے جن کی فیاضیان ضرب المثل ہین بیٹے ہین،

عدی کا خاندان مدت سے قبیلہ طے پر حکمران چلا آتا تھا، اور ظہور اسلام کے وقت وہ خود تخت فرمان روائی پر تھے، جب آنحضرت صلعم کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئین، اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اثر واقتدار اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا، اور عدی کو نظر آیا کہ کچھ دنون مین ان کو آنحضرت صلعم کے سامنے سر اطاعت خم کئے بغیر چارۂ کار نہین رہجائیگا تو دوسرے فرمان رواؤن کی طرح ان کی نخوت کو بھی ایک معمولی قریشی کی ماتحتی اور حکومت گوارا نہ ہوئی لیکن ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا روکنا اون کے بس سے باہر تھا، دوسری طرف حکمرانی کا غرور اسلام کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہ دیتا تھا،

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۷، [2] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۶۳،

اس لئے انھون نے ترک وطن کا فیصلہ کرلیا، اور سامانِ سفر درست کرکے اسلامی فوجون کی آمد کا انتظار کرنے لگے، کہ ادھر وہ اون کے حدود کی طرف بڑھین ادھر یہ اپنا وطن چھوڑ کر نکل جائین، جب اسلامی شہ سوار قبیلۂ طے مین پہنچے تو عدی اپنے اہل وعیال کو لے کر اپنی عیسائی برادری کے پاس شام چلے گئے [۱]

اتفاق سے عدی کی ایک عزیزہ چھوٹ گئی تھین، وہ مسلمانون کے ہاتھون مین آئین اور عام قیدیون کے ساتھ ایک مقام پر منتقل کردی گئین، آنحضرت صلعم کا ادھر سے گذر ہوا، تو ان خاتون نے عرض کیا، یارسول اللہ! باپ مرچکے ہین، چھڑانے والا اس وقت موجود نہین ہے، مجھ پر احسان کیجئے، خدا آپ پر احسان کریگا، آنحضرت صلعم نے پوچھا چھڑانے والا کون ہے؟ عرض کیا عدی بن حاتم، فرمایا وہی حاتم جس نے خدا اور رسول سے فرار اختیار کیا، یہ کہکر چلے گئے، دوسرے دن پھر گذرے، اسیر خاتون نے پھر وہی درخواست کی اور پھر وہی جواب ملا، تیسری مرتبہ اس نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے درخواست کی، اس مرتبہ درخواست قبول ہوئی، اور آنحضرت صلعم نے رہا فرما دیا، لیکن چونکہ بڑے گھر کی عورت تھین، اس لئے انکے رتبہ و اعزاز کا لحاظ کرکے ارشاد ہوا کہ ابھی جانے مین جلدی نہ کرو، جب تمھارے قبیلہ کا کوئی معتبر آدمی مل جائے تو مجھے خبر کرو، چند دنون کے بعد قبیلہ بلی اور قضاعہ کے کچھ لوگ مل گئے، طائی خاتون نے آنحضرت صلعم کو اطلاع دی، آپ نے اون کے شایانِ شان سواری لباس اور اخراجاتِ سفر کا انتظام کرکے بحفاظت تمام روانہ کردیا، یہان سے یہ خاتون براہ راست عدی کے پاس شام پہنچین اور ان کی نہایت بری طرح خبر لی کہ تم سے زیادہ قاطعِ رحم کون ہوگا، اپنے اہل وعیال کو لے آئے اور مجھکو تنہا چھوڑ دیا، عدی نے ندامت اور شرمساری کیسا تھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۸،

چند دنون کے بعد عدی نے اُنسے پوچھا تم ہوشیار اور عاقلہ ہو تم نے اس شخص (آنحضرت صلعم) کے متعلق کیا رائے قائم کی اُنھون نے کہا میری یہ رائے ہے کہ جس قدر جلد ہوسکے تم اس سے ملو اگر وہ نبی ہے تو اس سے ملنے مین سبقت کرنا شرف و سعادت ہے اور اگر بادشاہ ہے تو بھی یمن کے ایک باعزت فرمان روا کا کچھ نہین بگاڑ سکتا[1]،

یہ معقول بات عدی کی سمجھ مین آگئی، چنانچہ وہ شام سے مدینہ آئے اور مسجد نبوی مین جاکر آنحضرت صلعم سے ملے، آپ نام پوچھ کر کاشانۂ اقدس کی طرف لے چلے، راستہ مین ایک بوڑھی عورت ملی، اس نے روک لیا، آپ دیر تک اس سے باتین کرتے رہے، اس کا عدی کے دل پر خاص اثر ہوا، اور انھون نے دل مین کہا کہ یہ طرز دنیاوی بادشاہ کا نہین ہوسکتا، گھر لیجاکر آنحضرت صلعم نے عدی کو باصرار ایک گدے پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھے اس اخلاق کا عدی کے دل پر اور زیادہ اثر ہوا، اور انھین یقین ہوگیا کہ آنحضرت صلعم کسی طرح دنیاوی بادشاہ نہین ہوسکتے، اس کے بعد آنحضرت صلعم نے عدی کے سامنے اسلام پیش کیا، انھون نے کہا مین تو ایک مذہب کا پیرو ہون، آپ نے فرمایا مین تمھارے مذہب سے تم سے زیادہ واقف ہون، عدی نے متعجبانہ پوچھا، تم میرے مذہب سے مجھ سے زیادہ واقف ہو!؟ فرمایا بیشک کیا تم رکوسی[2] نہین ہو اور مال غنیمت کا چوتھائی حصہ نہین لیتے ہو؟ عدی نے اقرار کیا، ان کے اقرار کے بعد آنحضرت صلعم نے اعتراضاً فرمایا کہ یہ تو تمھارے مذہب مین جائز نہین ہی، یہ حقیقت سنکر عدی کمزور پڑگئے، پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا مین سمجھتا ہون کیا چیز تمھارے اسلام قبول کرنے مین مانع ہوتی ہی، اسلام کے متعلق تمھارا خیال ہوگا کہ اس کے پیرو کمزور اور ناتوان لوگ ہین جن کے پاس نہ کوئی طاقت ہی اور نہ کوئی پرسان حال، ہی، پھر پوچھا تم حیرہ کو جانتے ہو عدی نے کہا دیکھا تو نہین

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۹ و ۳۸۰، [2] رکوسی عیسوی اور صابی مذہب کے درمیان ایک فرقہ ہے،

ہے لیکن نام سنا ہے، آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہی، ایک دن خدا اسلام کو تکمیل کے درجہ تک پہنچائیگا اور (اس کی برکت سے) ایک تنہا عورت بلا کسی کی حفاظت کے حیرہ سے آکر کعبہ کا طواف کریگی اور کسری بن ہرمز کا خزانہ فتح ہوگا، عدی نے استعجاباً پوچھا کسری بن ہرمز؟! فرمایا ہان کسری بن ہرمز، اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ لوگون کو دیا جائیگا اور وہ لینے سے انکار کرین گے، اس گفتگو کے بعد عدی آنحضرت صلعم کے دست حق پرست پر مسلمان ہوگئے[۱]

امارت آنحضرت صلعم ہر نئے مسلمان سے اس کے رتبہ کے مطابق کام لیتے تھے، اور اسلام سے پہلے جن کا جو رتبہ تھا، اس کو اسلام کے بعد برقرار رکھتے تھے، عدی قبیلہ طے کے حکمران تھے، اس لئے اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے اون کو طے کی امارت پر ممتاز فرمایا،[۲]

عہد صدیقی حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے عرب قبائل نے زکوۃ دینی بند کردی، اس موقع پر عدی کی کوششون سے اون کا قبیلہ اس فتنہ سے محفوظ رہا، اور عدی برابر زکوۃ وصول کرکے دربار خلافت پہنچاتے رہے،[۳]

عہد فاروقی ۱۳ھ مین جب حضرت عمرؓ نے عراق کی فتوحات کی تکمیل کے لئے تمام ممالک محروسہ سے فوجین طلب کین تو عدی بھی اپنے قبیلہ کے آدمیون کو لیکر شرکت جہاد کے لئے پہنچے اور امیر العسکر مثنیٰ کے ساتھ حیرہ کے معرکہ مین شریک ہوئے، اس معرکہ مین مسلمانون کو کامیابی ہوئی اور ایرانیون نے شکست کھائی، اس کے بعد نہر مثنیٰ پر صف آرائی ہوئی، اس مین بھی عدی شریک تھے، اور ایرانی ناکام رہے[۴]، اس کے بعد جسر کے معرکہ مین شرکت کی، اس مین مثنیٰ کی غلطی سے مسلمانون

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷، مسند مین یہ حالات جستہ جستہ ہین ہم نے انھین جمع کرکے ایک سلسلہ مین لکھدیا ہی، [۲] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۸۷، [۳] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶، [۴] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹۶،

کو شکست ہوئی[1] اس سلسلہ کی سب سے بڑی جنگ قادسیہ مین بھی عدی نے دادِ شجاعت دی[2] سب سے آخرمین کوثی اور مدائن پر فوجکشی ہوئی عدی اس مین بھی ہمراہ اور مدائن کے فاتحین مین تھے، ان کے سامنے کسریٰ کا خزانہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، اور انھون نے اپنی آنکھون سے آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی کی تصدیق دیکھ لی[3] ان فتوحات کے علاوہ تستر اور نہاوند کے معرکون مین بھی شریک تھے[4] شام کی بعض فتوحات مین بھی خالد بن ولید کے ہمراہ تھے، غرض اس عہد کی اکثر لڑائیون مین انھون نے شرکت کی سعادت حاصل کی،

عہد مرتضوی حضرت عثمانؓ کے طرزِ عمل سے عدی کو اختلاف تھا، اس لئے اون کے زمانہ مین بالکل خاموش رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت علیؓ اور دوسرے اکابرین مین اختلاف ہوا تو عدی نے حضرت علیؓ کی نہایت پرجوش حمایت کی، چنانچہ جنگ جمل مین آپ کے ساتھ تھے، بصرہ کے قریب جب حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو مرتب کیا تو قبیلہ طے کا علم بردار عدی کو بنایا[5] اور وہ جنگ جمل مین حضرت علیؓ کی حمایت مین نہایت جانبازی کیساتھ لڑے، اس معرکہ مین اون کی ایک آنکھ کام آئی[6] جنگ جمل کے بعد صفین مین بھی اسی جوش و خروش کیساتھ حضرت علیؓ کی حمایت مین نکلے اس جنگ مین بنو قضاعہ کی کمان عدی کے ہاتھون مین تھی[7] صفین کا معرکہ مدتون جاری رہا، شروع مین فریقین کے بہادر ایک ایک دستہ لیکر میدان مین اُترتے تھے، ایک دن حضرت خالدؓ کے صاحبزادے شامیون کی جانب سے میدان مین اُترے، حضرت علیؓ کی جانب سے عدی اون کے مقابلہ کو نکلے اور صبح سے شام تک مقابلہ کرتے رہے[8] ایک دن جبکہ گھمسان لڑائی ہورہی تھی، اور عراقی فوجین پراگندہ ہورہی تھین حضرت علیؓ

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳، [2] ایضاً، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷، [4] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۴۱، [5] اخبار الطوال ص ۱۵۵، [6] ایضاً، [7] ایضاً ص ۱۸۳، [8] ایضاً ص ۱۹۸،

علحدہ ایک دستہ کو لئے ہوئے معرکہ آرا تھے، عدی نے حضرت علیؓ کو نہ دیکھا تو آپ کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈھ کر عرض کیا کہ اگر آپ صحیح و سالم ہیں تو معرکہ سر کر دینا زیادہ دشوار نہیں ہے، میں آپکی تلاش میں لاشوں کو روندتا ہوا آپ تک پہنچا ہوں، اس دن سب سے زیادہ ثابت قدمی عدی نے دکھائی تھی انکا ماتحت دستہ ربیعہ اس بہادری سے لڑا کہ حضرت علیؓ کو کہنا پڑا کہ ربیعہ میری زرہ اور میری تلوار ہیں[1]،

صفین کے بعد نہروان کا معرکہ ہوا اس میں بھی عدی حضرت علیؓ کے دست راست تھے غرض شروع سے آخر تک وہ برابر حضرت علیؓ کے ساتھ جان نثارانہ شریک حال رہے[2]

وفات، مختار ثقفی کے خروج تک عدی کی زندگی کا پتہ چلتا ہے اس اعتبار سے وہ جنگ صفین کے بعد ۳۰ سال تک زندہ رہے، مگر اس تیس سالہ زندگی کے واقعات پردہ خفا میں ہیں، اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے فدائیوں میں تھے اور آپ کے بعد انھوں نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی تھی، ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوفہ میں عزلت کی زندگی بسر کرتے تھے، اور یہیں ۶۷ھ میں وفات پائی[3]

فضل و کمال، عدی گو آخری زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، تاہم چونکہ آنحضرت صلعم اور شیخین کے پاس برابر آتے جاتے رہتے، خصوصاً حضرت علیؓ کے ساتھ اُن کے تعلقات بہت زیادہ تھے، اس لئے وہ مذہبی علوم سے بے بہرہ نہ تھے، چنانچہ اون کی ۶۶ روایتین حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے چھ متفق علیہ ہیں اور ۳ میں امام بخاری اور ۲ میں امام مسلم منفرد ہیں[4]، ان کے تلامذہ میں عمرو بن حریث، عبداللہ بن معقل تمیم بن طرفہ

[1] اخبار الطوال ص ۱۹۸، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷، [3] اخبار الطوال ص ۱۹۰،

[4] تہذیب الکمال ص ۲۶۳،

خیثمہ بن عبدالرحمن، محل بن خلیفہ طائی، عامر الشعبی، عبداللہ بن عمرو، ہلال بن منذر، سعید بن جبیر، قاسم بن عبدالرحمن، عباد بن حبیش وغیرہ قابل ذکر ہیں[1]، علامہ ابن عبدالبر نے ان کے کمالات کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے، کان سیدا شریفا فی قومہ خطیبا حاضر الجواب فاضلا کریما[2] وہ اپنی قوم کے سردار اور معززین میں تھے، خطیب، حاضر جواب، فاضل اور کریم تھے،

مذہبی زندگی، یوں تو عدی کی زندگی بحیثیت ایک صحابی کے خالص مذہبی تھی، لیکن نماز اور روزوں کے ساتھ خاص انہماک تھا، نماز کے لئے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے کبھی اقامت کے وقت وضو کی ضرورت نہیں پڑی[3]، ہر وقت نماز میں دل لگا رہتا تھا، اور نہایت اشتیاق سے نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے[4] روزہ کے شرائط کی اس سختی کے ساتھ پابندی کرتے تھے کہ جب انہیں یہ حکم معلوم ہوا

حتی یتبین لکم الخیط الابیض	یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لئے سپید
من الخیط الاسود،	دھاگا، سیاہ دھاگے سے،

نازل ہوا تو سوتے وقت سیاہ اور سپید عقال تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے اور اس سے سحری کے وقت کے اختتام کا اندازہ لگاتے تھے لیکن سیاہی اور سپیدی میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا، اس لئے آنحضرت صلعم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے ہنس کر فرمایا معلوم ہوتا ہے، تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے اسود و ابیض سے مراد رات دن ہے[5]۔

فیاضی، سخاوت و فیاضی وراثۃً ملی تھی، ان کا دروازہ ہر وقت اور ہر شخص کے لئے کھلا رہتا تھا، ایک مرتبہ اشعث بن قیس نے دیگیں مانگ بھیجیں، عدی نے اسے بھروا کر بھیجا، اشعث نے

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۱۶۷، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶، [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۸، [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶، [5] ابوداؤد کتاب الصوم باب وقت السحور،

کہلا بھیجا مین نے خالی مانگی تھین، انھون نے جواب کہلایا کہ مین عاریۃً بھی خالی دیگ نہین دیتا[1]

ایک مرتبہ ایک شاعر سالم بن دارہ نے آکر کہا مین نے آپ کی مدح مین اشعار کہے ہین عدی نے کہا ذرا رک جاؤ مین اپنے مال و اسباب کی تفصیل تمکو بتا دون اوس کے بعد سنانا میرے پاس ایک ہزار بچے والے مویشی دو ہزار درہم ۳ غلام اور ایک گھوڑا ہے، اوس کے بعد شاعر نے مدحیہ قصیدہ سنایا،[2]

جو شخص انکے رتبہ سے کم سوال کرتا اسے نہ دیتے تھے صحیح مسلم مین روایت صحیح مروی ہو کہ ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا اتنی کم رقم سنکر بولے مین حاتم کا بیٹا ہون اور تم مجھ سے محض سو درہم مانگتے ہو خدا کی قسم ہرگز نہ دونگا[3]

انکی فیاضی سے انسان سے لیکر حیوان تک یکسان مستفید ہوتے تھے، چیونٹیون کی غذا مقرر تھی اون کے کھانے کے لئے روٹیان توڑ کر ڈالتے تھے اور کہتے تھے یہ بھی حقدار ہین،[4]

بارگاہ نبوی مین عزت: عدی اپنے ذاتی اور خاندانی فضائل کیوجہ سے بڑی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے جب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوتے تو آپ انکے لئے جگہ خالی کر دیتے[5] خلفاء کے یہان بھی یہی وقعت قائم تھی، ایکبار حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مدینہ آئے اور ان سے مل کر پوچھا آپ نے مجھے پہچانا فرمایا پہچانتا کیون نہین تم اس وقت ایمان لائے جب لوگ کفر مین مبتلا تھے تم نے اس وقت حق کو پہچانا جب لوگ اس کے منکر تھے اور تم نے اُس وقت وفا کی جب لوگ دھوکا دیرہے تھے اور تم اس وقت آئے جب لوگ پیٹھ پھیر رہے تھے، سب سے پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلعم کے اصحاب کے چہرون کو بشاش کیا، وہ تمھارے قبیلہ طے کا تھا،[6]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷، [3] مسلم ج ۲ ص ۴۴ مطبوعہ مصر، [4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ [5] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷، [6] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۹ خفیف تغیر کیساتھ یہ روایت بخاری کتاب المغازی باب قدوم ... میں ہے

۹۰۔حضرت عروہ بن مسعودؓ ثقفی،

نام ونسب، عروہ نام، ابو مسعود کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عروہ بن مسعود بن مالک بن کعب ابن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان،

اسلام سے پہلے، ۶ھ میں جب آنحضرت صلعم عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے قریب پہنچکر بدیل کی زبانی معلوم ہوا کہ قریش مزاحمت کرنے کا ارادہ رکھتے ہین تو آپنے انسے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہین آئے ہین، ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے، قریش کو پیہم لڑائیون نے بہت خستہ اور کمزور کر دیا ہے اس لئے اون کو لڑنا مناسب نہین ہے، بہتر صورت یہ ہے کہ وہ ہم سے ایک معین مدت کے لئے صلح کر لین، اور ہمارا اور قوم کا معاملہ اپنی حالت پر چھوڑ دین، جب ہم غالب ہونگے تو انھین اختیار ہوگا کہ وہ ہماری جماعت مین شامل ہون یا نہ شامل ہون اور اگر مصالحت منظور نہین ہے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ مین میری جان ہے، جب تک جان باقی ہے اس وقت تک ان سے لڑون گا تا آنکہ خدا اپنا فیصلہ پورا کرے،،

آنحضرت صلعم کی یہ گفتگو سنکر بدیل قریش کے پاس گئے اور اون سے کہا مین محمدؐ کی باتین سنکر آیا ہون، اگر تم لوگ پسند کرو تو مین بیان کرون، پرجوش اور ناتجربہ کار لوگون نے کہا ہم کو سننے کی ضرورت نہین ہے، لیکن سنجیدہ اور سمجھدار آدمیون نے سننے پر آمادگی ظاہر کی، بدیل نے پوری گفتگو سنادی، یہ مصالحانہ باتین سنکر عروہ بن مسعود نے قریش سے

سوال کیا کیا مین تمھارا باپ اور تم میرے بچے نہین ہو؟ سب نے اثبات مین جواب دیا پھر پوچھا تم کو میری جانب سے کوئی بدگمانی تو نہین ہے، سب نے نفی مین جواب دیا، پھر سوال کیا کیا تم کو معلوم نہین ہے کہ مین نے عکاظ والون سے تمھاری مدد کے لئے کہا تھا اور جب انھون نے انکار کیا تو مین خود اپنے بال بچون سمیت اور جن جن لوگون نے میرا کہنا مانا سب کو لیکر تمھاری مدد کے لئے نہین آیا، یہ تمام مقدمات تسلیم کرانے کے بعد بولے جب ان باتون کو مانتے ہو تو میری باتین سنو، محمدؐ نے نہایت معقول صورت پیش کی ہی اس کو منظور کرلو، اور مجھے اجازت دو کہ مین جاکر اون سے گفتگو کرکے معاملات طے کراؤن، سب نے بالاتفاق انھین نمایندہ بنا کر بھیجا، چنانچہ یہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہنچے آپ نے اون کے سامنے بھی وہی صورت پیش کی، جو بدیل کے سامنے پیش کرچکے تھے، عروہ نے کہا محمدؐ ہم نے فرض کیا، اگر تم نے قریش کا استیصال بھی کردیا تو مین سوال کرتا ہون کہ کیا اس کی کوئی مثال ملسکتی ہی کہ کسی نے اپنی قوم کو خود برباد کردیا ہو، اور اگر کچھ اور نتیجہ نکلا تو تمھارے گرد جو بھیڑ نظر آرہی ہے یہ سب چھٹ جائیگی، اور جو چہرے اسوقت دکھائی دیتے ہین یہ ہوا ہوجائین گے حضرت ابوبکرؓ یہ بدگمانی سنکر بے تاب ہوگئے، اور گالی دیکر کہا کہ ہم ان کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہی؟ معلوم ہوا ابوبکرؓ، ابوبکرؓ کا نام سنکر کہا خدا کی قسم اگر مین تمھارے احسان سے گران بار نہ ہوتا تو تمھاری سخت کلامی کا جواب دیتا،

عروہ عربون کی عادت کے مطابق اثنائے گفتگو مین بار بار آنحضرت صلعم کی ریش مبارک کیطرف ہاتھ بڑھاتے تھے مغیرہ بن شعبہ جو ہتھیار لگائے آپ کی پشت پر کھڑے تھے یہ بے باکانہ انداز گفتگو برداشت نہ کرسکے، بار بار تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتے تھے، آخر مین عروہ کو ڈانٹا کہ خبردار اب داڑھی کی طرف ہاتھ نہ بڑھنے پائے، عروہ نے پوچھا یہ کون؟ معلوم ہوا مغیرہ، عروہ نے کہا او دغاباز

کیا میں نے ایک موقع پر تیری مدد نہیں کی تھی، (مغیرہ نے جاہلیت میں چند آدمیون کو قتل کیا تھا، عروہ نے انکی دیت ادا کی تھی)

عروہ نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ صحابہ کی حیرت انگیز عقیدت کا جو منظر دیکھا اوس نے اون کے دل پر خاص اثر کیا، چنانچہ واپس جاکر قریش سے بیان کیا کہ مین بہت سے بادشاہون کے درباروں مین گیا ہون لیکن محمدؐ کے ساتھ اون کے ساتھیون کو جو عقیدت ہے اور جس قدر وہ لوگ اون کا احترام کرتے ہین وہ کسی بادشاہ کو نصیب نہین مین نے قیصر و کسریٰ کے بھی دربار دیکھے ہین، لیکن عقیدت و وارفتگی کا یہ منظر کہین نہین نظر آیا، محمدؐ تھوکتے ہین تو اون کے ساتھی بلغم اور تھوک کو ہاتھون اور چہرہ پر مل لیتے ہین، وہ وضو کرتے ہین تو لوگ پانی پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہین کہ معلوم ہوتا ہی کہ اس کے لئے کشت و خون ہو جائیگا، جب وہ کوئی حکم دیتے ہین تو ہر شخص اوس کی تعمیل کیلئے دوڑتا ہے، جب وہ بولتے ہین تو مجلس مین سناٹا چھا جاتا ہی، کوئی شخص اون کی طرف نظر بھر کر نہین دیکھ سکتا، ایسے شخص نے ایک معقول صورت پیش کی ہے، تم کو اسے قبول کر لینا چاہئے[1]

اسلام | ۹ھ مین جب آنحضرت صلعم غزوۂ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو واپسی مین عروہ بھی پیچھے ہو لئے، اور مدینہ پہنچنے سے قبل آپ سے مل کر مشرف باسلام ہو گئے،

تبلیغ اسلام اور شہادت | قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم سے اپنے قبیلہ مین اشاعت اسلام کی اجازت مانگی، آپ کو بنی ثقیف کی کجی فطرت اور اون کی رعونت کا پورا اندازہ تھا، فرمایا یہ لوگ تم سے لڑین گے، عرض کی یا رسول اللہ وہ لوگ مجھے بہت مانتے ہین اور عزیز رکھتے ہین اور ناصرار آپ سے اجازت لیکر بنی ثقیف پہنچے، عروہ کو بنی ثقیف پر بڑا اعتماد تھا، اس لئے آتے ہی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا، اور اعلان کرنے کے بعد انھین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس وقت انھین بنی ثقیف کے متعلق اپنے غلط حسن ظن

[1] بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب،

کا پورا اندازہ ہوا، اون کی دعوت کا جواب بجاے زبان کے تیرون سے ملا، ایک تیر آکر عروہ کے لگا جو تیر قضا ثابت ہوا، یہ ابن ہشام کی روایت ہے[1]،

مستدرک مین اس واقعہ کی شکل کسی قدر مختلف ہے، اس روایت کے مطابق واقعہ کی صورت یہ ہے کہ جب عروہ آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر اپنے قبیلہ پہنچے تو رات کا وقت تھا لوگ اونکی آمد کی خبر سنکر ملنے آئے، انھون نے اون کے سامنے اسلام پیش کیا، انھین اس کے جواب مین ایسی سخت باتین سنی پڑین جو انکے وہم و گمان مین بھی نہ تھین، یہ رات کا وقت تھا سلئے اپنی ثقیف اسوقت غصہ گرمی دکھا کر لوٹ گئے، صبح کو عروہ نے فجر کی اذان دی، یہ غیر مانوس صدا سنکر اون کے کسی اہل قبیلہ نے تاک کر تیر مارا[2]، تیر لگنے کے بعد لوگون نے پوچھا اپنے خون کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، کہا یہ خدا کا مخصوص احسان و کرم ہے جس سے اوس نے مجھے نوازا ہے، میرا رتبہ اون لوگون کے برابر ہے، جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ شہید ہوئے اس لئے مجھے انھین لوگون کے ساتھ دفن کرنا، زخم نہایت مہلک تھا اس سے جانبر نہ ہو سکے اور وصیت کے مطابق مسلمانون کے گنج شہیدان مین سپرد خاک کئے گئے[3]،

آنحضرت صلعم نے اون کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا عروہ کی مثال صاحب یٰسین (حضرت عیسیٰ) جیسی ہے، جنھون نے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا، اور اوس نے اون کو شہید کر دیا[4]،

اس اسوۂ عیسوی کو پورا کرنے والا صورۃً بھی مثیل مسیح تھا، آنحضرت صلعم فرماتے تھے، کہ مجھے انبیا کی (مثالی) صورتین دکھائی گئین، مسیح عروہ کے ہمشکل تھے، جبریل وحیہ کلبی کے ہم شبیہ اور ابراہیم میرے، حضرت عمر رضہ کو عروہ کی شہادت کا بڑا قلق ہوا، اور آپ نے اون کا مرثیہ کہا[5]،

---

[1] ابن ہشام ج ۲ ص ۳۳۵، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۶، [3] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۳۵، [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۶، [5] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۵،

۹۱۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ

نام ونسب: عکرمہ نام، باپ کا نام ابوجہل تھا، نسب نامہ یہ ہے، عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی قرشی مخزومی،

قبل از اسلام: عکرمہ مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے بیٹے ہین، باپ کی طرح یہ بھی اسلام اور مسلمانون کے سخت دشمن تھے، اور اسلام کے استیصال کی ہر کوشش مین پیش پیش رہتے تھے، بدر مین مسلمانون کے خلاف بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا، اس معرکہ مین اون کا باپ معوذ اور معاذ دو نوجوانون کے ہاتھون سے مارا گیا[1]، باپ کو خاک وخون مین تڑپتا دیکھکر عکرمہ نے اسکے قاتل معاذ پر ایسا وار کیا کہ معاذ کا ہاتھ لٹک گیا[2]، بدر کے بعد جن لوگون نے ابوسفیان کو مقتولین بدر کے انتقام لینے پر آمادہ کیا تھا، ان مین ایک عکرمہ بھی تھے[3]، احد مین یہ اور خالد مشرکین کی کمان کرتے تھے[4]، ۵ھ مین جب تمام مشرکین عرب نے اپنے قبیلون کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی تو عکرمہ بھی بنی کنانہ کو لیکر مسلمانون کے استیصال کے لئے گئے[5]، فتح مکہ مین اہل مکہ نے بغیر کسی مقابلہ کے سپر ڈال دی تھی، لیکن بعضون نے جنہین عصبیت زیادہ تھی، مزاحمت کی، ان مین ایک عکرمہ بھی تھے[6]، غرض شروع سے آخر تک انھون نے ہر موقع پر اپنی اسلام دشمنی کا پورا ثبوت دیا،

فتح مکہ کے بعد جب دشمنان اسلام کی قوتین ٹوٹ گئین اور مکہ اور اطراف مکہ کے قبائل جوق در جوق اسلام کے دائرہ مین داخل ہونے لگے تو وہ معاندین اسلام جنکی رعونت اور سرکشی اب بھی

[1] بخاری کتاب المغازی غزوۂ بدر، [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۵، [3] ایضاً ص ۴۴۷، [4] ایضاً ص ۴۵۰، [5] ایضاً ج ۲ ص ۹۸، [6] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۸،

نہ گئی تھی، مکہ چھوڑ کر دوسرے مقامون پر نکل گئے، عکرمہ بھی انھین معاندین مین تھے، چنانچہ وہ یمن کے قصد
سے بھاگ گئے، انکی سعیدہ بیوی مشرف باسلام ہوگئین، اور آنحضرت صلعم سے شوہر کی جان کی امان لیکر
اون کی تلاش مین نکلین،

اس وقت عکرمہ جا چکے تھے، جب یمن جانے کے لئے کشتی پر بیٹھے تو سلامتی سے پار اترنے کیلئے
تیمناً لات وعزیٰ کا نعرہ لگایا، دوسرے ساتھیون نے کہا یہان لات وعزیٰ کا کام نہین ہے،
یہان صرف خدائے واحد کو پکارنا چاہئے، یہ بات عکرمہ کے دل پر کچھ ایسا اثر کر گئی کہ اُنھون نے
کہا کہ اگر دریا مین خدائے واحد ہے تو خشکی مین بھی وہی ہے، پھر کیون نہ مجھے محمد کے پاس لوٹ جانا چاہئے
چنانچہ وہ راستہ ہی سے واپس ہوگئے، واپسی مین بیوی جو اون کی تلاش مین نکلی تھین مل گئین انھون
نے عکرمہ سے کہا مین ایک ایسے انسان کے پاس سے آرہی ہون جو سب سے زیادہ نیک، سب سے
زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والا ہے، مین نے اوس سے تمھاری جان بخشی بھی کرالی ہے،
بیوی کی یہ باتین سنکر عکرمہ اون کے ساتھ مکہ پہنچے، اس وقت آنحضرت صلعم مکہ ہی مین تھے
عکرمہ کو دیکھکر فرطِ مسرت سے اچھل پڑے، اور مرحبا بالراکب المہاجر یعنی پردیسی سوار خوش آمدید،
کہکر استقبال فرمایا، عکرمہ بیوی کی طرف اشارہ کرکے بولے ان سے معلوم ہوا ہو کہ آپنے مجھے
امان دیدی ہی، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان تم مامون ہو، اس رحم وکرم اور عفو و درگذر کو دیکھکر اس
دشمنِ اسلام نے جس نے اپنی ساری قوتین اسلام کے مٹانے مین صرف کردی تھین، فرطِ ندامت سے
سر جھکا لیا، اور نظرین نیچی کرکے ان الفاظ مین اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا، "مین شہادت دیتا
ہون کہ خدا ایک ہے اوس کا کوئی شریک نہین، آپ اوس کے بندے اور رسول ہین، آپ سب سے
زیادہ نیک، سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے ہین، یا اسلام قبول
کرنے کے بعد گذشتہ گناہون کی پوری فہرست نگاہون کے سامنے آجاتی ہے، اور عفوِ تقصیر

کی درخواست ہوتی ہے، کہ یا رسول اللہ میں اس سے پہلے آپ کے ساتھ بہت سے مواقع پر اپنی عداوت اور دشمنی کا ثبوت دے چکا ہون، مخالفانہ مہمون مین شرکت کی ہے، مسلمانون کے ساتھ لڑنے کے لئے میدان مین گھوڑے دوڑائے ہین، اب ان گناہون کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیے، اون کی درخواست پر رحمتِ دو عالم دعائے مغفرت فرماتے ہین، اس کے بعد عکرمہ عرض کرتے ہین "یا رسول اللہ آپ کے علم مین جو چیز میرے لئے سب سے زیادہ بہتر، باعثِ خیر اور سودمند ہو اوس کی تلقین فرمائیے" آنحضرت صلعم خدا کی وحدانیت اپنی عبدیت و رسالت کی تعلیم دیتے ہین، ان تمام مراحل کے بعد عکرمہ کو تلافیِ مافات کی فکر ہوتی ہے، عرض کرتے ہین "یا رسول اللہ جس قدر روپیہ مین خدا کی راہ مین رکاوٹین ڈالنے کے لئے صرف کرتا تھا، خدا کی قسم اب اوس کا دونا اوس کی راہ مین صرف کرونگا اور اسکی راہ سے روکنے کے لئے جس قدر لڑائیان لڑی ہین اب اوس کی راہ مین اس کا دونا جہاد کرونگا"[1]

گو آنحضرت صلعم نے عکرمہ کی تمام گذشتہ خطاؤن سے درگذر فرمایا تھا، لیکن ایسے مشہور دشمن اسلام کے بارہ مین عام مسلمانون کی زبان رکنا مشکل تھا، لوگون نے یا ابن عدو اللہ دشمنِ خدا کے بیٹے کہہ کر طعنہ زنی شروع کی، اس کو روکنے کے لئے آنحضرت صلعم نے مخصوص خطبہ دیا، کہ لوگ کافرون مین جو جاہلیت کے زمانہ مین معزز تھا، وہ اسلام مین بھی معزز ہے، کسی کافر کی وجہ سے کسی مسلمان کے دل کو دکھ نہ پہنچاؤ"[2]

غزوات عکرمہ کو گذشتہ اسلام دشمنی کی تلافی کی بڑی فکر تھی، چنانچہ وہ قبولِ اسلام کے بعد ہمہ تن اوس کی تلافی مین لگ گئے، اور آنحضرت صلعم کی حیات مین جو موقع بھی اس قسم کا پیش آیا، اس کو انھون نے نہ چھوڑا، حافظ ابن عبد البر لکھتے ہین کان عکرمہ مجتہدًا فی قتل المشرکین مع المسلمین[3]،

---

[1] موطا امام مالک کتاب النکاح نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ، یعنی عکرمہ کے اسلام کا واقعہ نہایت مختصر ہے اس کی تفصیلات مستدرک ج ۳ ص ۲۴۱ سے ماخوذ ہین، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۳، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۹،

فتنۂ ارتداد فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم کی زندگی مین جہاد کے کم مواقع پیش آئے اس لئے عکرمہ کو تلافی کا پورا موقع نہ مل سکا حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو عکرمہ کو اپنی تمنا پوری کرنے کا موقع ملا حضرت ابوبکرؓ نے اون کو اور حذیفہ کو قبیلۂ ازد کی سرکوبی پر مامور کرکے عمان بھیجا انھون نے اس کے سردار لقیط بن مالک کو قتل کرکے بنی ازد کو دوبارہ اسلام پر قائم کیا اور بہت سے قیدی گرفتار کرکے مدینہ لائے[1]

ازد کا فتنہ فرو ہونے کے بعد ہی عمان کے دوسرے قبائل مین ارتداد کی وبا پھیل گئی اور وہ سب شحر مین جمع ہوئے، حضرت ابوبکرؓ نے پھر عکرمہ کو بھیجا انھون نے ان سب کو شکست دی، ان سے فارغ ہوئے تھے کہ بنی مہرہ جتھا بنا کر مخالفت پر آمادہ ہوگئے عکرمہ اون کی طرف بڑھے لیکن جنگ کی نوبت نہین آئی، اور بنی مہرہ نے زکوۃ ادا کردی[2]

یمن کے مرتدون کی سرکوبی پر زیاد بن لبید مامور ہوئے تھے، اور انھون نے بہت سے قبائل کی سرکوبی کرکے انھین درست کردیا تھا، لیکن ایک مرتد اشعث بن قیس نے زیاد پر حملہ کرکے ان کے تمام نقد و جنس جو انھون نے مرتدین سے حاصل کیا تھا، اور کل مرتد قیدی چھین لئے، زیاد نے حضرت ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع کی حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہ کو بھیجا، انھون نے زیاد اور مہاجر بن ابی امیہ کے ساتھ مل کر اشعث کے سیکڑون پیرؤن کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا، اور اشعث کو مجبور ہو کر اپنے قبیلہ کے لئے امان طلب کرنی پڑی، لیکن امان نامہ کی تحریر مین اپنا نام لکھنا بھول گیا، عکرمہ نے تحریر پڑھی تو اس مین خود اشعث کا نام نہ تھا، اس لئے اسکو پکڑ کے حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے گئے، آپ نے استحقاناً چھوڑ دیا،[3]

شام کی فوج کشی، فتنۂ ارتداد فرو ہونے کے بعد شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے اور زمانۂ آخر

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۸۳، [2] ایضاً، [3] یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۹،

نہایت جانفروشی سے لڑتے رہے، فحل کے معرکہ میں اس بہادری اور شجاعت سے لڑے کہ دشمنون کی صفون میں گھستے چلے جاتے تھے، ایک مرتبہ لڑتے مارتے ہوئے بے محابا صفون کے اندر گھس گئے، سر اور سینہ زخمون سے چور ہو گیا، لوگون نے کہا، عکرمہ! خدا سے ڈرو، اس طرح اپنے کو ہلاک نہ کرو، ذرا نرمی اختیار کرو، جواب دیا میں لات وعزیٰ کے لئے تو جان پر کھیلا کرتا تھا اور آج خدا اور رسول کے لئے جان بچاؤن، خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا،[1]

شام کی تمام معرکہ آرائیون میں یرموک کا معرکہ نہایت اہم شمار کیا جاتا ہے، اس میں خالد بن ولید نے اون کو ایک دستہ کا افسر بنایا تھا، عکرمہ نے افسری کا پورا حق ادا کیا، دوران جنگ میں ایک مرتبہ رومیون کا ریلا اتنا زبردست ہوا کہ مسلمانون کے قدم ڈگمگا گئے، عکرمہ نے دیکھ کر للکارا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ کتنی لڑائیان لڑ چکے ہیں، اور آج تمھارے مقابلہ میں بھاگ نکلیں گے؟ اور آواز دی کہ کون موت پر بیعت کرتا ہے؟ اس آواز پر چار سو مسلمان سر بکف جان دینے کے لئے آمادہ بیعت ہو گئے، ان کو لیکر عکرمہ خالد بن ولید کے خیمہ کے سامنے اس پامردی سے لڑے کہ چار سو آدمیون میں سے بہتون نے جام شہادت پیا، اور جو بچے وہ بھی زخمون سے چور تھے، عکرمہ اور اون کے ڈولڑکے زخمون سے چور چور ہو گئے، لڑکون کی حالت زیادہ نازک تھی، خالد بن ولید انھیں دیکھنے کے لئے آئے اور اون کے سرون کو زانو پر رکھکر سہلاتے جاتے تھے اور حلق میں پانی ٹپکاتے جاتے تھے[2]

شہادت، عکرمہ کی جائے شہادت میں بڑا اختلاف ہے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ فحل میں جام شہادت پیا، اور بعضون سے معلوم ہوتا ہے کہ یرموک میں، اور کچھ رواۃ اجنادین اور مرج صفر بتاتے ہیں، لیکن یرموک کی شہادت زیادہ اغلب ہے،

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۷، [2] طبری ص ۲۱۰۰،

عبادت عکرمہ کو تلافیِ مافات کی بڑی فکر تھی، اس لئے قبولِ اسلام کے بعد اس پیشانی کو جو برسوں لات وعزیٰ کے سامنے سجدہ ریز رہ چکی تھی، خدائے قدوس کی جبہ سائی کے لئے وقف کر دیا، چنانچہ ارباب سیر لکھتے ہیں، ثم اجتھد فی العبادۃ یعنی قبولِ اسلام کے بعد انھوں نے عبادت میں بڑی مشقت کی[1] قرآن شریف کیساتھ والہانہ شغف تھا، قرآن پاک کو چہرہ پر رکھکر نہایت بے قراری کے ساتھ "کتاب ربی کتاب ربی" کہکر روتے تھے[2]

انفاق فی سبیل اللہ یاد ہوگا کہ قبولِ اسلام کے بعد انھوں نے آنحضرت صلعم سے کہا تھا کہ جتنی لڑائیاں میں راہِ خدا کی مخالفت مین لڑ چکا ہون اوس کی دونی اوس کی راہ مین لڑونگا، اور جتنی دولت اسکی مخالفت مین صرف کر چکا ہون اوس کی دونی اوس کی راہ مین صرف کرون گا، پہلے عہد کی صداقت تم فتنہ ارتداد اور شام کی معرکہ آرائیون مین دیکھ چکے، ان لڑائیون کے لئے انھون نے ایک حبہ بیت المال سے نہین لیا، جب شام کی فوج کشی کے انتظامات ہونے لگے اور حضرت ابوبکرؓ معائنہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو معائنہ کرتے کرتے ایک خیمہ کے پاس پہونچے اوس کے چارون طرف گھوڑے، نیزے اور سامانِ جنگ نظر آیا، قریب جا کر دیکھا تو خیمہ مین عکرمہ دکھائی دیئے، حضرت ابوبکرؓ نے سلام کیا، اور اخراجاتِ جنگ کے لئے کچھ رقم دینی چاہی، عکرمہ نے اوسکو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا مجھکو اس کی حاجت نہین ہے، میرے پاس دو ہزار دینار موجود ہین، یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ نے اون کے لئے دعائے خیر کی[3]

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۶۰، [2] مسند دارمی ص ۴۰۷، و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۳،

[3] اسد الغابہ ج ۴ ص ۷،

۹۲- حضرت علاء حضرمیؓ،

نام ونسب علاء نام، باپ کا نام عبد اللہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، علاء بن عبد اللہ حضرمی بن ضماد بن سلمی بن اکبر، علاء نسلاً حضرمی اور وطناً یمنی تھے لیکن اون کے والد عبد اللہ حرب بن امیہ کے حلیف بن کر مکہ ہی مین مقیم ہو گئے تھے،

اسلام دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے،

سفارت فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلعم نے قرب وجوار کے فرمان رواؤن کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس خط لیجانے کی خدمت علاء کے سپرد ہوئی، اس خط پر منذر اور اوس کیساتھ اسکی کل عرب رعایا اسلام کی حلقہ بگوش ہو گئی، البتہ مجوسی اپنے مذہب پر قائم رہے، علاء نے اون پر جزیہ لگا دیا، اور اسکے متعلق عہد نامہ لکھکر منذر کے حوالہ کیا،[1] اون کی اس خدمت کے صلہ مین آنحضرت صلعم نے انھین بحرین کا عامل بنا دیا، پھر کچھ دنون کے بعد اون کو معزول کر کے آبان بن سعید بن العاص کو مقرر کیا،[2]

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد آبان اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے، علاء کو بحرین کی امارت تجربہ تھا اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے دوبارہ انکو مقرر کیا، اسی زمانہ مین منذر کا انتقال ہو گیا، اس کی موت سے بحرین کا نظام برہم ہو گیا، اور بحرین مین ارتداد کی وبا پھیل گئی، ربیعہ کا پورا قبیلہ اور بشر بن عمرو عبدی مع اپنے اتباع کے مرتد ہو گیا، نعمان بن منذر کا لڑکا منذر ان سب کا سرغنہ تھا، دوسری

---

[1] زاد المعاد ج ۲ ص ۰۰، منذر کے اسلام اور جزیہ کی تشخیص کا حال بلاذری سے ماخوذ ہے،

[2] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۱ و ۹۲،

طرف بنی قیس بن ثعلبہ حطیم کی سرکردگی میں مرتد ہوگئے اور یہ سب کے سب بحرین کے ایک قلعہ جواث میں قلعہ بند ہوگئے، علاء بن حضرمی اس وقت بحرین کے عامل تھے، انھون نے جواث کا محاصرہ کرلیا اور شبخون مار کر مرتدین کے سرگروہ حطیم اور منذر کو قتل کر ڈالا، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ منذر بچ کر نکل گیا، اس کے بعد مجوسی مقام قطیف میں مخالفانہ جمع ہوئے، اتفاق سے اسی زمانہ میں بنی تمیم نے ایک ایرانی قافلہ کو چھیڑا تھا اس لئے کسریٰ نے فیروز بن جشیش کو بنی تمیم کی تنبیہ کے لئے بھیجا اس نے زرارہ میں فوجین اتارین قطیف کے باغی مجوسیون کو اس کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ فیروز سے جاکر مل گئے، اور جزیہ دینے سے انکار کردیا، اس لئے علاء نے مرتدون کی سرکوبی کے بعد ان مجوسیون کا محاصرہ کیا، ابھی محاصرہ جاری تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا، مگر علاء نے محاصرہ قائم رکھا، اور حضرت عمرؓ کی مسندنشینی کے بعد مجوسیون کو مطیع بنایا،[1]

بحرین اور اس کے قرب وجوار کا پورا علاقہ ایرانیون کے ماتحت تھا، صرف یہان کے عرب قبائل مشرف باسلام ہوئے تھے، باقی مجوسی اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے، اور جزیہ ادا کرتے تھے لیکن جب انھین موقع ملتا تھا فوراً باغی ہوجاتے تھے، جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ہوا اسلئے زرارہ سے نپٹنے کے بعد علاء مجوسیون کی بغاوت کا سدّباب کرنے کے لئے دارین پہنچے، اور یہان سے مجوسی آبادی کو نکال کر عرفجہ بن ہرثمہ کو بحری علاقون کی طرف بھیجا انھون نے دریا کو عبور کرکے بحرین کے ایک جزیرہ پر قبضہ کرکے یہان ایک مسجد تعمیر کی،[2]

بصرہ کی حکومت اور وفات بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے عتبہ بن غزوان کو یہان کا حاکم بنایا تھا، چند دنون کے بعد انھین معزول کرکے علاء کو اون کی جگہ مقرر کیا، اور ان کو لکھا کہ تم فوراً بحرین چھوڑ کر بصرہ کا انتظام سنبھالو، اس حکم پر علاء حضرت ابوہریرہؓ اور ابوبکرہ کے ساتھ بصرہ روانہ ہوگئے لیکن

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۰ و [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۸،

فرمان خلافت کے ساتھ ہی ساتھ پیام اجل بھی پہنچ گیا اور علاءؓ راستہ مین مقام لیاس مین انتقال کر گئے،
یہ مقام آبادی سے دور اور بے آب و گیاہ تھا، پانی کی بڑی قلت تھی حسن اتفاق سے پانی برس گیا،
ساتھیون نے بارش کے پانی سے نہلایا، اور تلوار سے گڑھا کھود کر زمین مین چھپا دیا، اور بحرین
و بصرہ کا حاکم اس بے سرو سامانی کے ساتھ ایک بے آب و گیاہ میدان مین سپرد خاک کیا گیا،[۵]

۹۳- حضرت عمران بن حصینؓ

نام و نسب: عمرانؓ نام، ابو نجید کنیت نسب نامہ یہ ہے، عمران بن حصین بن عبید بن خلف بن عبد نہم
ابن حذیفہ بن جہمہ بن غاضرہ بن حبشیہ بن کعب بن عمرو الکعبی،

اسلام: عمرانؓ سنہ ہجرت کی ابتدا مین مشرف باسلام ہوئے، اون کے ساتھ اون کے باپ
اور اون کی بہن بھی اس شرف سے مشرف ہوئین، اسلام لانے کے بعد پھر وطن لوٹ گئے،[۱]

غزوات: گو عمرانؓ وطن مین رہتے تھے، لیکن ذوق جہاد مین غزوات کے موقع پر مدینہ پہنچ جاتے تھے چنانچہ
فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اور قبیلہ کا علم انھین کے ہاتھ مین تھا،[۲] اس کے بعد حنین
اور طائف کے غزوات مین شریک ہوئے، حضرت ابو بکرؓ کے سریہ مین بھی ہمراہ تھے،[۳]

آنحضرت صلعم کی زندگی بھر برابر مدینہ آتے جاتے رہے تھے آپ کی وفات کا اس قدر قلق ہوا
کہ مدینہ آنا جانا چھوڑ دیا اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی، اس گوشہ نشینی کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ
کے زمانہ مین کسی چیز مین حصہ نہین لیا حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب بصرہ آباد ہوا تو یہان منتقل ہو گئے،
اور گھر بنا کر مستقل اقامت اختیار کر لی، حضرت عمرؓ نے فقہ کی تعلیم کی ذمہ داری ان کے سپرد کی،[۵]

---

[۵] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۸۰، [۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۱، [۲] اصابہ ج ۵ ص ۱۴۲، [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۴
ص ۴۲۶، [۵] ابن سعد جز ۷ ق اول ص ۵،

حضرت عمرؓ کے بعد جب فانہ جنگی اور شرنہین کا دروازہ کھلا تو بہت سے صحابی اس مین مبتلا ہو گئے، لیکن عمران آخر تک اس سے محفوظ رہے[1]،

بنی امیہ کے زمانہ تک زندہ رہے، زیاد نے خراسان کی گورنری پیش کی، عمران نے انکار کر دیا، دوستون نے پوچھا اتنا بڑا عہدہ کیون مسترد کر دیا، کہا مجھکو یہ پسند نہین کہ مین تو اوس کی گرمی مین نماز پڑھون، اور تم لوگ اوسکی ٹھنڈک مین مجھکو خوف ہے کہ جب مین دشمنون کے سامنے سینہ سپر ہون اوس وقت زیاد کا کوئی ناواجب الطاعۃ فرمان پہنچے، ایسی حالت مین اگر اوس کی تعمیل کرون تو ہلاک ہو جاؤن اور اگر لوٹ آؤن تو گردن ماری جائے[2]،

علالت | عمران کی صحت نہایت خراب تھی، استسقا کا مرض تھا، لوگون نے مشورہ دیا کہ داغنے سے فائدہ ہوگا، لیکن وہ آنحضرت صلعم سے داغنے کی ممانعت سن چکے تھے اس لئے رضامند نہ ہوئے، مرض برابر بڑھتا گیا، آخر مین یہان تک نوبت پہنچ گئی کہ پیٹ مین شگاف ہو گیا، لیکن اس حالت مین بھی وہ فرمانِ رسول کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، احباب نے کہا تمھاری حالت دیکھی نہین جاتی تمھارے پاس کسطرح آئین، فرمایا نہ آؤ، لیکن جو چیز خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اوسکو مین کسی طرح پسند نہین کر سکتا[3]، آخر مین جب تکلیف ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ گئی، تو ابن زیاد کے اصرار سے راضی ہو گئے لیکن سخت نادم و شرمسار تھے[4]،

جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو تجہیز و تکفین کے متعلق ہدایات دین کہ جنازہ جلدی جلدی لے چلنا، یہود کی طرح آہستہ آہستہ نہ لے چلنا، جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا، نالہ و شیون نہ کرنا، قبر مربع چار بالشت اونچی رکھنا، دفن کر کے واپس ہو کر کھانا کھانا، نالہ و شیون کے روکنے مین اتنا تشدد

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۲۷، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۶۶، [3] ابن سعد ج ۴ ق اول تذکرہ عمران، شگاف کا تذکرہ اسد الغابہ کی روایت مین ہے ج ۴ ص ۱۳۸، [4] اصابہ ج ۵ ص ۲۷،

کیا کہ اپنے متروکہ مال مین بعض اعزہ کو وصیت کی تھی، اس وصیت مین یہ شرط کردی تھی کہ جو عورت نالہ وشیون کریگی اوس کے متعلق وصیت منسوخ ہوجائیگی[1]

وفات اسی نامراد مرض مین ۵۲ھ مین بصرہ مین وفات پائی[2]

اولاد لڑکون مین محمد خلف الصدق تھے، باپ کے بعد یہ بصرہ کی مسند قضا پر بیٹھے[3]

فضل وکمال عمران فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز ترین صحابہ مین تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کان من فضلاء الصحابۃ وفقہائہم عمران فضلاء اور فقہاے صحابہ مین تھے[4] بصری اصحاب کی جماعت مین کوئی صحابی ان کا ہمسر نہ تھا، محمد بن منکدر بیان کرتے ہین کہ بصری صحابیون مین کوئی عمران سے بلند نہ تھا[5] مشہور صاحب علم تابعی حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ عمران ابن حسین سے بہتر آدمی ہمارے یہان نہین آیا[6]

عمران مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے تھے لیکن وقتاً فوقتاً مدینہ جایا کرتے تھے، اسلئے احادیث نبوی کے سننے کے مواقع برابر ملتے تھے چنانچہ اون کے حافظہ مین اقوال نبوی کی کافی تعداد محفوظ تھی، وہ خود فرماتے تھے کہ اگر مین چاہون تو دو دن تک مسلسل حدیثین بیان کرتا رہون، اور اون مین ایک بھی مکرر نہ ہو[7] لیکن اس وسعت معلومات کے باوجود انکی مرویات کی تعداد (۱۳۰) حدیثون سے زیادہ نہین ہے[8] اس کا سبب یہ ہے کہ روایت حدیث مین حد درجہ محتاط تھے عام طور پر حدیث بیان کرنے سے بہت گریز کرتے تھے، اور جب بدرجہ مجبوری اس کی نوبت آتی تو بہت سنبھلکر بیان کرتے، کہا کرتے تھے، کہ مین حدیث بیان کرنے مین اس لئے کمی کرتا ہون کہ مین نے بہت سے رسول اللہ کے ایسے اصحاب کو دیکھا ہے جنھون نے میری طرح

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۳۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۱، [3] ابن سعد ج ۷ ق اول تذکرۂ عمران، [4] استیعاب ج ۲ ص ۴۶۸
[5] مستدرک حوالہ مذکور، [6] ایضاً ص ۴۷۲، [7] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۳، [8] تہذیب الکمال ص ۲۹۵،

آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضری دی اور میری ہی برابر حدیثین سنین لیکن جب وہ حدیثین روایت کرتے ہین تو الفاظ مین کچھ نہ کچھ ردوبدل ضرور ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ اچھی نیت سے بیان کرتے ہین، اس لئے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ انھین کی طرح مجھے بھی دھوکا نہ ہو[1] جس درجہ مین حدیث حفظ ہوتی اوس کا بھی اظہار کردیتے، جب حافظہ پر کامل اعتماد نہ ہوتا تو کہتے کہ "جہانتک میرا خیال ہے" مین نے صحیح بیان کی اور اگر پورا یقین ہوتا تو کہتے یہ حدیث آنحضرت صلعم کو "اس طرح بیان فرماتے ہوئے سنا ہے، ان کے تلامذہ مین نجید بن عمران، ابوالاسود، ابورجار العطاردی، ربعی ابن حراش، مطرف، یزید، حکم بن اعرج، زہدم جرمی، صفوان بن محرز، عبداللہ بن رباح انصاری وغیرہ لایق ذکر ہین[2]۔

حلقۂ درس گو حضرت عمرانؓ حدیثون کے بیان کرنے مین بہت محتاط تھے لیکن اُنکی اشاعت بھی ایک ضروری فرض تھا، اس لئے پوری احتیاط کے ساتھ اس فرض کو بھی انجام دیتے تھے، اور بصرہ کی مسجد مین مستقل حلقۂ درس تھا، ہلال بن یساف بیان کرتے ہین کہ مجھکو بصرہ جانے کا اتفاق ہوا، مسجد مین دیکھا کہ لوگ ایک سپید مو بزرگ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہین، اور وہ بزرگ ٹیک لگائے ہوئے اون لوگون کو حدیثین سنا رہے ہین، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عمران بن حصین صحابی ہین[3]۔

اون کی ذات مرجع خلائق تھی، اور بڑے بڑے صحابہ اون کے تفقہ کے قائل تھے، ایکمرتبہ کسی نے آکر پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس مین تین طلاقین دین ایسی صورت مین وہ مطلقہ ہوئی یا نہین، جواب دیا طلاق دینے والا گنہگار ہوا، لیکن عورت مطلقہ ہوگئی، مستفتی مزید تصدیق کے لئے حضرت ابوموسی اشعریؓ کے پاس گیا، اور اون کو عمران کا جواب

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۳ [2] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۲۶ [3] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۵

سنایا، انھون نے کہا خدا ہماری جماعت مین ابو نجید کے ایسے بہت سے آدمی پیدا کردے[1] جس راستے گذر جاتے لوگ مسائل دریافت کرتے، ابو نضرہ کو نمازِ سفر کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی، اتفاق سے عمران اون کی طرف سوار ہو کر گذرے ابو نضرہ نے سواری کی لگام پکڑلی اور روک کر مسئلہ پوچھا عمران نے مفصل جواب بتایا[2]

فضائل اخلاق عمران کی زندگی سرتاپا مذہب کے رنگ مین رنگی ہوئی تھی، عبادت مین بڑی محنت شاقہ برداشت کرتے تھے، معاویہ بن قرہ بیان کرتے ہین کہ عمران بن حصینؓ آنحضرت صلعم کے اون اصحاب مین تھے جو عبادت مین بڑی محنت شاقہ برداشت کرتے تھے[3]

احترام رسول آنحضرت صلعم کے ساتھ اس قدر گہری عقیدت اور اتنا احترام تھا کہ جس ہاتھ سے آنحضرت صلعم کے دستِ مبارک پر بیعت کی اس سے عمر بھر پیشاب کا مقام نہین مس کیا[4]

پابندی اسوۂ رسول اسوۂ نبوی ہر آن وہر لحہ پیش نظر رہتا تھا، اور اس سے سرمو تجاوز نہ کرتے تھے ابن زیاد نے محصل خراج کا عہدہ پیش کیا، اس عہدہ کو تو قبول کر لیا، لیکن جب خراج وصول کرکے واپس ہوئے تو ایک درہم بھی ساتھ نہین لائے، پوچھا گیا خراج کی رقم کیا کی، جواب دیا جس طریقہ سے رسول اللہؐ کے زمانہ مین وصول ہوتا تھا، اس طریقہ سے وصول کیا، اور جن مصرفون مین صرف ہوتا تھا، ان مین صرف کردیا[5]

اوپر گذر چکا ہے کہ زیاد نے خراسان کی گورنری پیش کی تھی، لیکن آپ نے محض اسلیئے اوس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ زیاد کا ہر واجب و ناواجب حکم ماننا پڑیگا، اون کے انکار پر حکم بن عمرو غفاری نے قبول کر لیا، عمران کو معلوم ہوا تو اون کو بلاکر کہا کہ مسلمانون کی

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۲، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۰، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۱،
[4] ایضاً، [5] ایضاً،

بہت بڑی ذمہ داری تمھارے سپرد کی گئی ہے، پھر انھین مفید پند و نصائح کئے اور اوامر و نواہی پر کاربند ہونے کی ہدایت کرکے رسول اللہ صلعم کی یہ حدیث سنائی، کہ خدا کی معصیت مین کسی بندہ کی فرمان برداری نہ کرنی چاہئے[1] یعنی زیاد کی اطاعت مین خدا و رسول کے خلاف عمل نہ کرنا،

عام طور پر لباس بہت سادہ استعمال کرتے تھے لیکن کبھی کبھی تحدیث نعمت اور اظہار تشکر کے لئے بیش قیمت کپڑا بھی زیب تن کر لیتے تھے، ایک مرتبہ خلاف معمول خز کی چادر اوڑھ کر نکلے، اور کہنے لگے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جب خدا کسی بندہ پر احسان و انعام کرتا ہے تو اوس کا ظاہری اثر بھی اس پر ہونا چاہیے[2]

۹۴۔ حضرت عمرو بن حمق رضؓ،

نام و نسب، عمرو نام، باپ کا نام حمق تھا نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن حمق بن کاہن بن حبیب بن عمرو ابن قین زراح بن عمرو بن سعد بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی،

اسلام، عمرو کے زمانہ اسلام کے بارہ مین دو روایتین ہین، ایک یہ کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے اور مشرف باسلام ہونے کے بعد مدینہ آگئے دوسری یہ ہے کہ حجۃ الوداع مین اسلام قبول کیا، پہلی روایت زیادہ مرجح ہے، حافظ ابن حجر بھی اسی کو مرجح سمجھتے ہین[3]

حضرت عثمانؓ کی مخالفت، عہد نبوی سے لیکر حضرت عمرؓ کے زمانہ تک عمرو کے حالات پردہ خفا مین ہین، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین مصر مین رہتے تھے اور آپ کے بڑے مخالفون مین تھے، اون کی مخالفت اس حد تک تھی کہ قصر خلافت پر حملہ کرنے والون مین انکا نام بھی لیا جاتا ہے،

حضرت علیؓ کی حمایت، عثمانؓ کی شہادت کے بعد کوفہ چلے آئے اور شروع سے آخر تک حضرت علیؓ کے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۶۶، [2] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۵۰، [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۹۴،

پرجوش حامیوں میں رہے، جمل، صفین اور نہروان کے معرکوں میں حضرت علیؓ کے ساتھ جانفروشانہ شریک ہوئے[1] جنگ جمل میں اس بے جگری سے لڑے کہ تلوار کی دھار الٹ الٹ گئی[2] جنگ صفین کے درمیانی التوا کے بعد جب دوبارہ جنگ کی تیاریاں شروع ہوئیں تو بنی خزاعہ کے دستہ کے افسر مقرر ہوئے[3] تحکیم کے سخت مخالف تھے لیکن جب حضرت علیؓ کو چار و ناچار حکم کی تجویز ماننی پڑی اور التوائے جنگ کا معاہدہ لکھا گیا، تو عمرو نے بھی اس پر بحیثیت شاہد کے دستخط کئے،

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد بھی عمرو اسی طرح بنی امیہ کے مخالف رہے، اور حضرت علیؓ کے مشہور حامی حجر بن عدی کے ساتھ ہوگئے، امیر کے زمانہ میں جب زیاد عراق کا حاکم مقرر ہوا اور شیعیان علیؓ پر سختیاں ہونے لگیں اور شیعی تحریک کے بانی قتل کئے جانے لگے تو عمرو عراق چھوڑ کر موصل بھاگ گئے اور ایک غار میں چھپ گئے، اس غار میں ایک زہریلے سانپ نے کاٹ لیا، اور یہی غار غار قبر بن گیا، عمرو اشتہاری مجرم تھے، برابر تلاش جاری تھی، تلاش کرنے والے غار تک پہنچ گئے اور عمرو کی مردہ لاش کا سر کاٹ کر زیاد کے پاس بھجوا دیا[4]،

تعمیر مقبرہ ۳۳۶ھ میں مصر کے مشہور حکمران سیف الدولہ کے چچازاد بھائی ابو عبداللہ سعید بن حمدان نے اون کے مزار پر مقبرہ تعمیر کرایا، یہ مقبرہ مدتوں تک مرجع خلایق رہا، اوس کی وجہ سے شیعیوں اور سنیوں میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں[5]،

فضل و کمال جبیر بن نفیر، اور رفاعہ بن شداد نے ان سے روایت کی ہے[6]، صاحب اخبار الطوال لکھتے ہیں کہ عمرو کوفہ کے عابد و زاہد لوگوں میں تھے[7]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۰۰، [2] اخبار الطوال ص ۱۶۰، [3] ایضاً ص ۱۸۳، [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۲۳، [5] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۰۱، [6] تہذیب الکمال ص ۲۸۸، [7] اخبار الطوال ص ۱۶۰

۹۵۔ حضرت عمرو بن مرہ ؓ

نام ونسب عمرو نام، ابو مریم کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن مرہ بن عبس بن مالک بن حارث بن مازن بن سعد بن مالک بن رفاعہ بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ جہنی،

اسلام عمرو صحابہ کے اس زمرہ مین ہین جنھون نے اس وقت اسلام کی دعوت کو لبیک کہا، جب عرب کے در و دیوار سے اوس کی مخالفت کی صدائین بلند ہو رہی تھین، اسلام کی دعوت سن کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ مین ان تمام حلال و حرام پر ایمان لاتا ہون جو آپ خدا کے پاس سے لائے ہین اگرچہ تمام قوم کیجانب سے اوس کی مخالفت کی صدائین بلند ہو رہی ہین۔[1]

اشاعت اسلام اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت معاذ بن جبل ؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی، تعلیم حاصل کرنیکے بعد اشاعت اسلام کے لئے اپنے قبیلہ واپس گئے، چند دنون مین اون کی مخلصانہ کوششون سے اون کا پورا قبیلہ مشرف باسلام ہو گیا۔[2]

غزوات غزوات مین اُن کی شرکت کی تفصیلات نہین ملتین، مگر اس قدر مسلّم ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے شرف سے محروم نہ رہے تھے۔[3]

شام کا قیام اور امر ونواہی کی تبلیغ جب بہت سے صحابہ نے شام کی سکونت اختیار کی تو عمرو بھی وہین متوطن ہو گئے اور ایک گوشہ مین بیٹھکر اوامر و نواہی کی تبلیغ کا فرض انجام دینے لگے، اون کی تبلیغ غربا کے جھونپڑون سے لیکر امرا و سلاطین کے قصور و محلات تک یکسان ہوتی تھی، ایکمرتبہ

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۳۱، [2] اصابہ ج ۵ ص ۱۶، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۸،

امیر معاویہ سے جاکر کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جو امام حاجتمندون، دوستون اور محتاجون کیلئے اپنا دروازہ بند کریگا تو خدا اون کی حاجتون، اس کی محتاجیون اور اون کے سوالون کے لئے آسمان کے دروازے بند کریگا، اس دن سے امیر معاویہ نے عوام کی حاجت روائی کے لئے ایک خاص شخص متعین کردیا[1]،

وفات | عبد الملک کے زمانہ مین وفات پائی،

فضل وکمال | مشہور قاری معاذ بن جبل رض سے قرآن اور سنت کی تعلیم حاصل کی تھی، کبھی کبھی شاعری بھی کرتے تھے، شاعری کا نمونہ یہ ہے،

انی شرعت الآن فی حوض التقی — وخرجت من عقد الحیاۃ سلیما

مین اب تقوی کے حوض مین تیرا اور مشکلات حیات سے صحیح وسالم نکل آیا"

ولبست اثواب الحلیم فاصبحت — ام الغوایۃ من ھوای عقیما

مین نے حلیم کا لباس پہن لیا، اور گمراہیون کی ماں میری خواہش سے ناامید ہوگی"

۹۶ حضرت عوسجہ بن حرملہ رض

نام ونسب | عوسجہ نام، باپ کا نام حرملہ تھا، نسب نامہ یہ ہے عوسجہ بن حرملہ بن جذیمہ بن سبرہ بن خدیج ابن مالک بن عمرو بن ذہل بن عمرو بن ثعلبہ بن رفاعہ بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ جہنی،

اسلام | اون کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے تحت مین لکھا ہے، فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے آپ نے ایک ہزار کی جمعیت پر انھین شرف امارت عطا فرمایا تھا[2]،

[1] اصابہ ج ۵ ص ۱۶۷، [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۷،

نماز کی پابندی | عوسجہ مقام مرورہ مین رہتے تھے، اور دومہ مین ایک مسجد تھی ان دونون مقامون مین

خوشنودی نبی کا تمغہ | کافی فاصلہ تھا، عوسجہ ٹھیک نصف النہار کے وقت یہان نماز پڑھنے آتے، اور جماعت

کے لئے دن دن بھر دونون مقامون کے درمیان ان کی دوادوش جاری رہتی، عرب کے کسی

قبیلہ کا کوئی آدمی اتنا مستعد نہ تھا، خود آنحضرت صلعم اون کی اس مستعدی پر متعجب ہوتے تھے، اور اظہار

خوشنودی کے طور پر فرمایا تھا کہ جو مانگنا ہو مانگو دیا جائیگا[۱]،

۹۷ حضرت عیاض بن حمار رض

نام و نسب | عیاض نام، باپ کا نام حمار یا حماد تھا، نسب نامہ یہ ہے، عیاض بن حمار بن ابی حماد بن ناجیہ

بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم تمیمی مجاشعی،

اسلام سے پہلے | عیاض زمانۂ جاہلیت کے آنحضرت صلعم کے دوست تھے[۲]، بعثت نبوی کے بعد

قدیم تعلقات کی بنا پر آپ کی خدمت مین تحفہ پیش کرنا چاہا، لیکن آپ نے قبول نہین فرمایا[۳]،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ صحیح طور سے متعین نہین کیا جا سکتا، غالباً فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام

ہوگئے، اور بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان سکونت اختیار کر لی،

بادیہ نشینی | پھر کچھ دنون کے بعد آبادی کو چھوڑ کر بادیہ نشینی اختیار کر لی تھی، حضرت زبیر بن عوام رض

جنگ جمل مین جب بصرہ تشریف لے گئے تو ان کو تلاش کیا، معلوم ہوا وادی سباع مین ہین، چنانچہ

وادی سباع مین جا کر اون سے ملاقات کی[۴]،

فضل و کمال | ان سے تیس حدیثین مروی ہین[۵]، ان سے روایت کرنے والون مین مطرف بن عبداللہ،

---

[۱] اصابہ ج ۵ ص ۲۲، [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۰، [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۵ [۴] تہذیب التہذیب

ج ۸ ص ۲۰۰، [۵] تہذیب الکمال ص ۳۰۱،

یزید بن عبد اللہ، علاء بن زیاد، حسن بصری، اور عقبہ بن صہبان کے نام ملتے ہیں[۱]،

عام حالات: عرب میں ایک جماعت ایسی تھی جو تبرکاً قریش کے کپڑے پہنکر طواف کرتی تھی، عیاض بھی انھیں خوش عقیدہ لوگوں میں تھے، ان کے لئے آنحضرت صلعم کا لباس موجود تھا، چنانچہ جب مدینہ آتے تو پیراہن نبوی میں طواف ادا کرتے[۲]،

۹۸ حضرت غالبؓ بن عبد اللہ،

نام ونسب: غالب نام، باپ کا نام عبد اللہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، غالب بن عبد اللہ بن مسعر بن جعفر بن کلب بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکیر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی لیثی،

اسلام وغزوات: فتح سے پہلے مشرف باسلام ہوچکے تھے، فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اس غزوہ میں مکہ کے راستہ کی درستی اور دشمن کے حالات کے تجسس پر مامور ہوئے، راستہ میں بنی کنانہ کے چھ ہزار اونٹوں کا گلہ ملا، غالب نے ان کا دودھ دوہا اور لیجا کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے لیکر سب کو پلایا[۳]،

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے ساٹھ سواروں کے ہمراہ بنوملوح کے مقابلہ کے لئے کدید بھیجا، راستہ میں مقام قدید میں حارث بن مالک ملا، مسلمانوں نے اوس کو گرفتار کرلیا، اس نے کہا میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے رسول اللہ کی خدمت میں جارہا ہوں، لیکن مسلمانوں نے اس بیان پر اعتماد نہیں کیا، اور کہا اگر واقعی تم مسلمان ہونے والے ہو تو تم کو ایک شب کی قید سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا، اور اگر اسلام کا ارادہ نہیں ہے، تو ہم کو تمھاری جانب سے اطمینان رہے گا، چنانچہ اوس کو ایک رباط میں باندھ کر ایک آدمی کو نگرانی پر مقرر کردیا، اور منزل مقصود

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۰۰ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۰ [۳] اصابہ ج ۵ ص ۱۸۷،

کی جانب آگے بڑھے، غروب آفتاب کے وقت کدید کے قریب پہنچے، یہان سے مسلمانون نے انھین دشمن کے تجسس کے لئے بھیجا، یہ آبادی کے متصل ایک بلند ٹیلے پر چڑھکر منہ کے بل لیٹ کر جائزہ لینے لگے، اتنے مین ایک شخص آبادی سے نکلا، اوس کو غالب کا سایہ نظر پڑا اوس نے بیوی سے کہا مجھکو ٹیلہ پر سایہ سا نظر آرہا ہے، پھر خیال کیا شاید کتا وغیرہ ہو چنانچہ بیوی سے کہا دیکھو کوئی برتن تو کتا نہین لے گیا، اوس نے کہا دیکھا سب برتن محفوظ تھے، کتے کا شک دور کرنے کے بعد اس شخص کو یقین ہو گیا کہ ٹیلہ پر کوئی اجنبی انسان ہے چنانچہ بیوی سے تیر و کمان منگا کر غالب پر دو تیر چلائے، ان مین سے ایک تیر غالب کے پہلو مین لگا، اور دوسرا کندھے پر لیکن انھون نے غیر معمولی استقلال سے کام لیا، دونون تیر کھینچ کر نکال دیئے، اور اپنی جگہ سے جنبش نہ کی، اون کے اس استقلال کی وجہ سے اس شخص کا شک جاتا رہا، بولا مین نے دو تیر مارے دونون لگے، اگر کوئی آدمی یا جاسوس وغیرہ ہوتا تو اپنی جگہ سے کچھ حرکت کرتا،

اس اطمینان کے بعد اوس نے بیوی کو ہدایت کی کہ صبح کو دونون تیر اٹھا لانا، اور اپنا راستہ لیا جب آبادی کے لوگ سو گئے تو پچھلے پہر کو مسلمانون نے شبخون مار کر آبادی لوٹ لی جبتک گاؤن کے منادی نے لوگون کو مدد کے لئے پکارا مسلمان مال غنیمت اور مالک بن برصا کو لیکر نکل گئے[۱]

اسکے بعد غالب اسامہ بن زید کے سریہ مین شریک ہوئے پھر عراق کی فوجکشی مین شرکت کی اور اس سلسلہ کی مشہور جنگ قادسیہ مین داد شجاعت دی ہرمز انھین کے ہاتھ سے مارا گیا[۲]

گورنری	امیر معاویہ کے زمانہ مین ابن زیاد نے خراسان کا گورنر مقرر کیا[۳]
وفات	زمانہ وفات غیر متعین ہے،

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۹۶، [۲] اصابہ ج ۵ ص ۱۸۷، [۳] ابن اثیر ج ۳ ص ۳۸۱

۹۹۔ حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ،

نام و نسب فروہ نام، ابو سبرہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، فروہ بن مسیک بن حارث بن سلمہ بن حارث ابن زوید بن مالک بن عتبہ بن عطیف بن عبداللہ بن ناجیہ بن مراد مرادی،

فروہ یمن کے باشندے اور اپنے قبیلہ کے معزز اور مقتدر لوگون مین تھے، زمانہ جاہلیت مین ان کے قبیلہ مراد اور ہمدان کے درمیان نہایت خون ریز جنگ ہوئی تھی جو "یوم دارم" کے نام سے موسوم ہے، اس جنگ مین قبیلہ مراد کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، فروہ اس سے سخت متاثر ہوئے، اور اس تاثر مین یہ اشعار کہے،

فلو خلد الملوک اذاً خلدنا،

ولو بقی الکرام اذاً بقینا

اگر بادشاہ ہمیشہ رہنے والے ہوتے تو ہم بھی ہمیشہ رہتے اور اگر اچھے لوگ ہمیشہ باقی رہنے والے ہوتے تو ہم بھی باقی رہتے،

اسلام اور اشاعتِ اسلام سنہ ھ مین سلاطینِ کندہ کا دربار چھوڑ کر شہنشاہِ کونین ؐ کے آستانہ پر حاضر ہوئے، آنحضرت صلعم نے پوچھا، فروہ مین نے سنا ہے کہ تم کو اپنی قوم کی شکست کا سخت صدمہ ہوا، عرض کی یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے جس کی قوم مصیبت مین مبتلا ہوئی ہو اور اوس کو اس سے تکلیف نہ پہنچی ہو، آپ نے فرمایا اس سے تمھارا کوئی نقصان نہین ہوا، بلکہ اس شکست نے اسلام مین تمھاری قوم کو فائدہ ہی پہنچایا، قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے اون کو مراد، زبید اور مذحج کا عامل بنایا، اور سعید بن العاص کو اون کا شریکِ کار

مقرر فرمایا،[۱]

چلتے وقت فروہ نے آنحضرت صلعم سے اجازت طلب کی کہ یا رسول اللہ میری قوم مین جو شخص قبول اسلام سے انکار کرے، اوس کا مین ان لوگون کی مدد سے جنھون نے اسلام قبول کیا ہے، مقابلہ کر سکتا ہون؟ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، اجازت لیکر فروہ وطن لوٹ آئے، اون کی واپسی کے بعد رسول اللہ نے پوچھا غطیفی (فروہ) کہان ہین معلوم ہوا جا چکے آپ نے فوراً آدمی دوڑا کر انھین واپس بلوایا، اور ہدایت فرمائی کہ تم اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینا، جو لوگ آمادہ ہون انھین مسلمان بنانا اور جو انکار کرین اون کے بارہ مین میری دوسری ہدایت کا انتظار کرنا[۲] اس ہدایت کے ساتھ اپنے وطن پہنچے اور اپنے قبیلہ کی رشد و ہدایت مین مشغول ہو گئے،

فتنۂ ارتداد حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو ان کے قبیلہ کا ایک مقتدر رئیس عمرو بن معدیکرب بھی اس کا شکار ہو گیا، فروہ نے اوس کی ہجو مین اشعار کہے[۳]

فضل و کمال گو فروہ بالکل آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، تاہم حدیث کی کتابین اون کی مرویات سے خالی نہین اور ابو داؤد اور ترمذی مین اون کی روایتین موجود ہین، شعبی اور ابو سبرہ نخعی ان کے رواۃ مین ہین،[۴]

---

[۱] ابن سعد [۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۰، [۳] اصابہ ج ۵ ص ۲۰۹، [۴] تہذیب الکمال ص ۳۰۸،

۱۰۰۔ حضرت فضالہ لیثیؓ

نام و نسب: فضالہ نام، باپ کے نام میں اختلاف ہے، بعض عبد اللہ، بعض وہب اور بعض عمیر بتاتے ہیں، عمیر زیادہ مرجح ہے، نسب نامہ یہ ہے، فضالہ بن وہب بن بجرہ بن بجیرہ بن مالک بن عامر لیثی،

اسلام: عام مشرکین کی طرح فضالہ بھی آنحضرت صلعم کے جانی دشمن تھے، فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلعم خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، فضالہ موقع پاکر قتل کرنے کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھے، قریب پہنچے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا فضالہ ہیں؟ کہا ہان یارسول اللہ فرمایا ابھی تمہارا دل تم سے کیا باتیں کر رہا تھا، کہا کچھ نہیں، اللہ عزوجل کو یاد کر رہا تھا، یہ مصنوعی جواب سنکر آنحضرت صلعم ہنس دیئے، اور استغفر اللہ کہہ کر ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا، اس سے فضالہ کو خاص سکون قلب محسوس ہوا، ان کا بیان ہے کہ ابھی آپ نے ہاتھ نہ ہٹایا تھا کہ میرا دل آپ کی محبت سے معمور ہوگیا اور تمام مخلوق میں کوئی آپ سے زیادہ محبوب باقی نہ رہا،

اس سعادت کے بعد گھر لوٹے، راستہ میں ایک عورت جس سے یہ باتیں کیا کرتے تھے ملی، اوس نے معمول کے مطابق انھیں بلایا، مگر انھوں نے انکار کر دیا، اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھ گئے،[1]

قالت ھلم الی الحدیث فقلت لا ۔۔۔ یابی علیک اللہ والاسلام

اس نے کہا آؤ بات چیت کریں میں نے کہا نہیں خدا اور اسلام نے تیری مخالفت کی ہو،

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۴۶

لو ما رأیت محمداً و قبیلہ   بالفتح یوم تکسر الاصنام

کاش تو محمد اور ان کے ساتھیوں کو فتح کے دن دیکھتی جب وہ بت توڑ رہے تھے،

لرأیت دین اللہ اضحی بیننا   والشرک یغشی وجہہ الاظلام

تو تجھے نظر آتا کہ خدا کا دین ہمارے درمیان روشن ہو گیا، اور شرک کے چہرے کو تاریکی نے چھپا لیا،

اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت صلعم نے اسلامی فرائض کی تعلیم دی اور ہدایت فرمائی کہ نماز پنجگانہ پابندی کے ساتھ پڑھا کرو[1]،

| فضل و کمال | ان سے ان کے لڑکے عبداللہ نے روایت کی ہے حفاظ محدثین کی روایت انھیں سے مروی ہیں،

| وفات | وفات کا زمانہ غیر متعین ہے،

۱۰۱ حضرت فیروز دیلمیؓ

| اسلام | فیروز نام ابو عبداللہ کنیت، نسلاً عجمی تھے، حمیری قبائل کے ساتھ رہتے تھے،

| اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہیں بتایا جا سکتا، ایک وفد میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے،

قبول اسلام کے وقت دو حقیقی بہنیں فیروز کے عقد میں تھیں، آنحضرت صلعم نے فرمایا ان میں سے ایک کو رکھو اور دوسری کو الگ کر دو صنعا میں انگور کی بڑی پیداوار تھی، اور اس کی شراب بنتی تھی، ان کے اسلام لانے کے وقت شراب حرام ہو چکی تھی، اس لئے آنحضرت صلعم سے پوچھا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں انگور کی کثرت ہے، لیکن شراب حرام ہو چکی

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۲،

ہے، اب اس کو کس مصرف مین لایا جائے، فرمایا انھین خشک کر لیا کرو، عرض کیا خشک کرنے کے بعد کیا کرین، فرمایا صبح کو بھگو دیا کرو اور شام کو پی لیا کرو اور شام کو بھگو کر صبح کو پی لیا کرو، انگور کا مسئلہ حل کرنے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کون ہین اور کہان رہتے ہین، آپ کس کو ہمارا والی بناتے ہین، فرمایا خدا اور رسول کو، عرض کیا یا رسول اللہ یہ ہمارے لئے بس ہے[1]

اسود عنسی کے قتل مین شرکت، مشہور مدعی نبوت اسود عنسی کی شورشون کو دبانے کے بعد اس کے کامل استیصال کے لئے قیس بن ہبیرہ کی ماتحتی مین جو مہم روانہ کی گئی تھی اس مین فیروز بھی تھے ان کا شمار اسود عنسی کے قاتلون مین ہی بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہی کہ قیس نے قتل کیا تھا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فیروز قاتل تھے، کچھ روایتون سے پتہ چلتا ہی کہ قتل فیروز نے کیا تھا لیکن سر قیس نے تن سے جدا کیا تھا حضرت عمرؓ اسود کے قتل کا سہرا فیروز کے سر باندھتے تھے، اور فرماتے تھے اس شیر نے قتل کیا ہے[2] بہر حال اگر فیروز نے تنہا قتل نہین کیا تھا تو اس کے قاتلون مین ضرور تھے، لاخلاف ان فیروز الدیلمی ممن قتل الاسود بن کعب عنسی۔[3]

اسود کے قتل کی خبر آنحضرت صلعم کی وفات سے چند روز پیشتر مدینہ مین آگئی تھی اور آپ کو اس پر بڑی مسرت تھی ایک دن صبح سویرے آپ نے فرمایا کہ کل مبارک اہل بیت کے ایک مبارک فرد نے اسود کو قتل کیا ہے[4]

وفات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین وفات پائی،[5]

فضل وکمال ان سے ان کے لڑکے ضحاک، عبداللہ اور سعید نے روایت کی ہے[6]،

———•———

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۳۲، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۱۳، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۳۵ [4] ایضاً [5] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۶، [6] تہذیب الکمال ص ۳۱۱،

۱۰۲- حضرت قباث بن اشیمؓ

نام ونسب | قباث نام، باپ کا نام اشیم تھا، نسب نامہ یہ ہے، قباث بن اشیم بن عامر بن ملوح بن لعیم ابن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی،

اسلام سے پہلے | بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے اس میں ان کی خاص اہمیت تھی،

اسلام وغزوات | غزوہ بدر کے بعد مشرف باسلام ہوئے[1] اور بعض غزوات میں آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا[2]،

شام کی فوج کشی اور دمشق کی سکونت | شام کی فوج کشی میں مجاہدانہ شرکت کی، جنگ یرموک میں فوج کا ایک حصہ انکے ماتحت تھا، شام کی تسخیر کے بعد دمشق میں مستقل سکونت اختیار کرلی[3]،

وفات | وفات کے بارہ میں ارباب سیر خاموش ہیں، لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عبدالملک اموی کے عہد تک زندہ تھے،

احترام نبوت، | آنحضرت صلعم کا اتنا احترام کرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں اپنے سن کی زیادتی کو بھی بڑائی سے تعبیر نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ عبدالملک نے اون سے پوچھا تم بڑے تھے یا رسول اللہ، قباث نے کہا آنحضرت صلعم مجھ سے بڑے تھے، البتہ میں اُن سے سن میں زیادہ تھا[4]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۰ [2] اصابہ ج ۵ ص ۲۲۵ [3] اسد الغابہ حوالۂ مذکور،

[4] استیعاب ج ۲ ص ۵۵

۱۰۳۔ حضرت قثم بن عباسؓ

نام ونسب قثم، حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے صاحبزادے اور آنحضرت صلعم کے چچیرے بھائی ہین، نسب نامہ یہ ہے، قثم بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم قرشی ہاشمی، ماں کا نام لبابہ تھا، ننھیالی شجرہ یہ ہے، لبابہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ، لبابہ حضرت خدیجہؓ کے بعد دوسری مسلمہ تھین[1]،

بچپن آنحضرت صلعم کے عہد مین بہت کم سن تھے، اس لئے بجز آنحضرت صلعم کی مہر ومحبت کے اس عہد کا انکا اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہین ہے، آپ کو حضرت عباسؓ کی اولاد سے بڑی محبت تھی، اور انھین بہت پیار کرتے تھے، ایکمرتبہ قثم، عبد اللہ اور جعفر ساتھ کھیل رہے تھے، آنحضرت صلعم کی سواری ادھر سے گذری تو جعفر اور قثم کو ساتھ بٹھا لیا[2]،

غسل جسم اطہر آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت کسی حد تک شعور کو پہنچ گئے تھے، چنانچہ آپ کے غسل میت اور تجہیز وتکفین مین شریک تھے اور غسل دیتے وقت حضرت علیؓ کے ساتھ جسد اطہر کو کروٹین بدلاتے تھے[3]، اور قبر انور مین اتارنے کیلئے بھی اترے تھے، اور جسد اطہر کو فرش خاک پر لٹانے کے بعد سب سے آخر مین قبر سے نکلے تھے، بعض راوی یہ آخری شرف حضرت مغیرہؓ کی طرف منسوب کرتے ہین، لیکن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ آخری شرف قثم کو حاصل ہوا[4]،

امارت وفات نبویؐ کے بعد شیخین کے اختتام خلافت تک کے حالات پردۂ خفا مین ہین، حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ مین باختلاف روایت مکہ یا مدینہ کی امارت پر سرفراز فرمایا[5]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷، [2] مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ جعفر، [3] مسند احمد بن حنبل ج اول ص ۲۶۰، [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۱، [5] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷،

شہادت | امیر معاویہ کے عہدِ خلافت مین سعید بن عثمان کے ہمراہ خراسان کی فوجکشی مین شریک ہوئے اس سلسلہ کی بعض فتوحات کے مالِ غنیمت مین سے سعید نے ایکزار حصہ انھین دینا چاہا، انھون نے کہا پہلے تم اپنا پانچوان حصہ لے لو اس کے بعد عام مجاہدین مین تقسیم کرو، ان سے بچنے کے بعد جو چاہے دیدینا[1]، اسی سلسلہ کے معرکۂ سمرقند مین جامِ شہادت پیا[2]

حلیہ | صورۃً بالکل آنحضرت صلعم کے ہم شبیہ تھے، بعض شعرا نے اس پر طبع آزمائی بھی کی ہے[3]،

فضل وکمال | علمی حیثیت سے وہ ممتاز صحابہ مین تھے، ابن سعد لکھتے ہین، کان قثم ورعاً فاضلاً، قثم پاکباز اور فاضل تھے[4]، ابو اسحٰق سبیعی نے ان سے روایت کی ہے[5]،

۱۰۴ حضرت قیس بن خرشہؓ

نام ونسب | قیس نام، باپ کا نام خرشہ تھا، نسباً قبیلہ بنو قیس بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے تھے،

بیعتِ اسلام | قیس کے زمانۂ اسلام کی صحیح تعیین نہین کیجا سکتی، انکے دل مین عرصہ سے حق کی تلاش تھی، چنانچہ وہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد بلا کسی خارجی تحریک کے اپنے وطن سے مدینہ آئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض گذار ہوئے، یارسول اللہ مین اس شے پر جو خدا کیجانب سے آپ کے پاس آئی ہے اور حق گوئی پر آپ کے ہاتھون پر بیعت کرتا ہون، آنحضرت صلعم نے فرمایا قیس ممکن ہے آیندہ تم کو ایسے والیون سے سابقہ پڑے جن کے مقابلہ مین تم حق گوئی سے کام نہ لے سکو، عرض کیا ایسا نہین ہوسکتا، خدا کی قسم جس چیز پر آپ سے بیعت کرونگا، اسکو ضرور پورا کردونگا، فرمایا اگر ایسا ہے تو تم کو کسی شر سے نقصان نہین پہنچ سکتا،

---

[1] ابن سعد ج ۴، ق ۲ ص ۱۰۱، [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۷، واستیعاب ج ۲ ص ۵۰۰، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۰، [4] ابن سعد ج ۴، ق ۲ ص ۱۰۱

[5] تہذیب الکمال ص ۳۱۸،

اس عہد پر اس سختی کے ساتھ قائم رہے کہ بنی امیہ کے زمانہ مین زیاد اور عبید اللہ بن زیاد جیسے ستمگیشون

اور ظالمون پر برملا نکتہ چینیان کرتے تھے، عبید اللہ نے ایکمرتبہ بلا کر کہا تم خدا اور رسول پر افترا پردازی

کرتے ہو، کہا خدا کی قسم ہرگز نہین مین ایسا نہین کرسکتا البتہ اگر تم کہو تو مین اس شخص کا نام بتادون جو

ایسا کرتا ہی، عبید اللہ نے پوچھا بتاؤ، قیس نے کہا جس نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو پس پشت ڈال

رکھا ہے، عبید اللہ نے کہا وہ کون جواب دیا تم اور تمھارا باپ[1]،

ان کی یہ حق گوئی صرف عبید اللہ ہی کی ذات تک محدود نہ تھی، بلکہ تمام ظالم حکام کے مقابلہ

مین اسی حق گوئی سے کام لیتے تھے، کان شدیدًا علی الولاۃ قوالا بالحق قیس والیون کے معاملہ مین نہایت سخت اور

بڑے حق گو تھے[2]

وفات، انکی اس سخت گیری اور حق گوئی پر عبید اللہ انکا دشمن ہوگیا اور آخری مرتبہ بلا کر کہا تمھارا خیال ہو کہ تمکو

کوئی نقصان نہین پہنچا سکتا، فرمایا بیشک میرا خیال ہے، عبید اللہ نے کہا اچھا آج ہی تمھارے اس جھوٹے

خیال کی قلعی کھلی جاتی ہے، یہ کہکر سزا دینے والون کو بلایا، ارباب سیر کا متفقہ بیان ہو کہ قبل اسکے

کہ سزا دینے والے پہنچین اور انکے جسم کو ہاتھ لگائین اون کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور

وہ سزا کے شر سے بچ گئے[3]،

صحت عقائد، قیس نہایت راسخ العقیدہ تھے، پیشین گوئی وغیرہ کے مطلقًا قائل نہ تھے اور انھین خلاف

مذہب سمجھتے تھے، ایک دن کعب کے ساتھ جارہے تھے صفین کے میدان کے پاس پہنچے تو کعب نے

ایک نظر ڈال کے کہا لا الٰہ الا اللہ اس خطۂ زمین پر مسلمانون کی اتنی خونریزی ہوگی کہ کسی خطہ مین نہ ہوئی

ہوگی، یہ سنکر قیس نے بگڑ کر کہا ابو اسحٰق یہ کیا کہتے ہو غیب کا علم صرف خدا کو ہی[4]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۱۲، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۴۳، [3] ایضًا ص ۵۴۴، [4] اسد الغابہ و استیعاب حوالۂ مذکور،

۱۰۵-حضرت قیس بن عاصمؓ

نام ونسب قیس نام، ابوعلی کنیت، نسب نامہ یہ ہے قیس بن عاصم بن خالد بن منقر بن عبید ابن مقاعس بن عمر بن کعب بن سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم تمیمی منقری،

قیس اپنے قبیلہ کے سردار تھے اور زمانہ جاہلیت مین بڑے وقار وتمکنت سے رہتے تھے، ایکمرتبہ انھون نے اپنی جاہلی زندگی کا حال بتایا کہ مین نے اس زمانہ مین کبھی کوئی برا کام نہین کیا اور نہ کبھی کسی تہمت سے متہم ہوا، ہمیشہ فوجی سوارون مین یا پنچایت کی مجلسون مین یا مجرمون کی حمایت مین رہتا تھا[1]،

البتہ لازمۂ امارت شراب بہت پیتے تھے، ایک دن بدمستی کی حالت مین اپنی لڑکی کے پیٹ کی ٹونوں پر ہاتھ ڈال دیا اور مان باپ کو نہایت فحش گالیان سنائین، شب ماہ تھی چاند دیکھکر ترنگ بڑھی اول فول بکنے لگے، اور مدہوشی کے عالم مین بادہ فروش کو ایک خطیر رقم دے ڈالی جب نشہ ہرن ہوا تو لوگون نے بدمستی کے واقعات سنائے انھین سنکر اس قدر نادم اور شرمسار ہوئے کہ اسی دن سے توبہ کر لی، اور پھر کبھی شراب کو منہ نہین لگایا[1]

اشعارِ ذیل اس واقعہ کی یادگار ہین[2]

رایت الخمر صالحۃ وفیھا خصال تفسد الرجل الحلیما

مین شراب کو اچھی چیز سمجھتا تھا لیکن اس مین بعض ایسے اوصاف ہین جو حلیم اور سنجیدہ آدمی کے اخلاق بگاڑ دیتے ہین،

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۲۵۸، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۴۰

فلا واللہ اشربہا صحیحا ولا اشفی بما ابدا سقیما

خدا کی قسم اب کبھی نہ اسکو صحت کی حالت مین پیونگا اور نہ بیماری مین دوا استعمال کرونگا،

اسلام، ۹ھ مین تمیم کے وفد کیساتھ مدینہ آئے، اور آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے، آپ نے فرمایا یہ بادیہ نشینون کے سردار ہین، کچھ دنون کے بعد امارت صدقہ کی خدمت سپرد ہوئی،[1]

غزوات قبول اسلام کے بعد غالباً سب سے اول غزوۂ حنین مین شریک ہوئے، اس غزوہ مین فوج کے اُس حصہ مین تھے جس نے پہلے بنو ہوازن کو پسپا کر دیا تھا، لیکن پھر مال غنیمت کی لوٹ مین شکست کھا گیا تھا،[2]

وصیت اور وفات بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان مستقل سکونت اختیار کر لی، یہین مرض الموت مین مبتلا ہوئے، جب زندگی سے مایوسی ہوگئی تو لڑکون کو بلا کر حسب ذیل وصیت کی،

"میرے بچو جب مین اس دنیا سے گذر جاؤن تو جو تم مین سب سے بڑا ہو اوس کو سردار بنانا اور اپنے بزرگون کا صحیح جانشین اور نمونہ بننے کی کوشش کرنا، اپنے چھوٹے کو سردار نہ بنانا ورنہ تمھارے ہمچشم تم پر نکتہ چینی کرین گے، مجھ پر نوحہ نہ کرنا، رسول اللہ صلعم نے اسکی ممانعت فرمائی ہے، مال کی اصلاح اور حفاظت مدنظر رکھنا اس سے شرفا کی شان بڑھتی ہے اور کمینون سے استغنا رہتا ہے، اپنے اونٹون کو بے محل نہ صرف کرنا لیکن برمحل صرف کرنے مین بخل بھی نہ کرنا، کم اصلون سے شادی نہ کرنا، ممکن ہے اس سے وقتی مسرت حاصل ہو لیکن اس سے جو خرابی پیدا ہوگی وہ اس مسرت سے کہین زیادہ نقصان رسان ہوگی، اپنے دشمن کی اولاد سے بچتے رہنا، وہ اپنے بزرگون کی طرح تمھاری

[1] ابن سعد ج، ق اول ص ۲۳ ہ سنہ کی تعیین اسد الغابہ سے کیگئی ہی [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۸۶،

دشمن ہوگی، مجھکو ایسے مقام پر دفن نہ کرنا جہان بکر بن وائل کا گذر ہو سکے، زمانہ جاہلیت مین اون کے ساتھ میرے اختلافات اور جھگڑے رہ چکے ہین، اس لئے خطرہ ہے کہ وہ انتقام مین میری قبر کھود ڈالین گے اور تم اس کے انتقام مین اون کی دنیا اور وہ تمھاری آخرت برباد کرین گے، پھر ترکش سے ایک تیر نکال کر بڑے لڑکے کو دیا، اور کہا اسکو توڑو اس نے توڑ دیا، پھر دو تیر ایک ساتھ توڑنے کو دیے اس نے کوشش کی مگر نہ توڑ سکا، یہ مثال مشاہدہ کرانے کے بعد کہا کہ اتحاد و اتفاق اور تشتت و اختلاف مین تمھاری حالت اسی تیر کی طرح ہے یعنی اگر متفرق رہوگے تو ہر شخص زیر کر لیگا اور اگر مل کر رہوگے تو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا[1]

اولاد | وفات کے بعد ۳۲ لڑکے یادگار چھوڑے ہزارون کی تعداد مین مویشی تھے جو صحرا نشینون کی سب سے بڑی دولت ہے[2]

فضل و کمال، | گو قیس بہت آخر مین مشرف باسلام ہوئے، تاہم چند احادیث اون کے حافظہ مین محفوظ تھین، اون کے لڑکے حکیم اور احنف نے اون سے روایت کی ہے[3] شاعر بھی تھے کلام کا نمونہ اوپر گذر چکا ہے،

اخلاق | نہایت عاقل و فرزانہ، حلیم الطبع اور فیاض تھے[4] جاہلیت کی حمیت مین اپنی لڑکی زندہ دفن کردی تھی، زمانۂ اسلام مین اوس کا کفارہ ادا کیا[5]

حلم، | طبیعت مین حلم غالب تھا، ایک مرتبہ اون کے بھتیجے نے اونکے ایک لڑکے کو مار ڈالا، لوگ اوس کو پکڑ کے مع مقتول کی لاش کے قیس کے پاس لائے، قیس نے بھتیجے کی اس

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۱ و ۶۱۲، [2] اصابہ ج ۵ ص ۲۵۹، [3] تہذیب الکمال ص ۷، ۳۱، [4] ایضاً [5] اصابہ حوالۂ مذکور،

شقاوت پر کوئی انتقام نہین لیا، بلکہ بحیثیت بزرگ کے اوس کو نصیحت کرنے لگے کہ تم نے کتنا برا کام کیا، خدا اور رسول کے گنہگار ہوئے، اپنے چچیرے بھائی کو قتل کرکے قطع رحم کیا، خود اپنے کو اپنے تیر سے زخمی کرکے اپنا جتھا کمزور کیا، یہ نصیحتین کرکے دوسرے بیٹے سے کہا، ان کی مشکین کھول دو اور اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو اور مقتول لڑکے کی ماں کو اپنے پاس سے دیت ادا کی[1]۔

تعمیل فرمان نبوی | قیس نہایت دولتمند تھے لیکن بہت سمجھ بوجھ کر خرچ کرتے تھے ایکمرتبہ آنحضرت صلعم سے اپنی دولت کے متعلق چند سوالات کیے، آپ نے فرمایا، تم کو اپنا مال پسند ہے یا اپنے موالی کا عرض کیا اپنا مال، فرمایا تمھارا مال تو وہی ہے جس کو کھا پی کر ختم کردو، پہن اوڑھ کر پرانا کردو، دے لیکر برابر کردو، ورنہ وہ تمھارے موالی کا ہی عرض کی اگر زندہ رہا تو اونٹ کے گلے اپنی زندگی ہی مین ختم کردونگا، چنانچہ بڑا حصہ زندگی مین ختم کردیا[2]،

۱۰۶۔ حضرت کرز بن جابر فہریؓ،

نام و نسب | کرز نام، باپ کا نام جابر تھا، نسب نامہ یہ ہے، کرز بن جابر بن حسیل بن لاحب ابن حبیب بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر بن مالک قرشی فہری،

اسلام سے پہلے | آغاز اسلام مین قریش کا بچہ بچہ مسلمانون کا دشمن تھا، اور متعدد رہ کر انھین تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا تھا، کرز بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر کوہ جمار کے قریب مسلمانون کے اونٹ چرا کرتے تھے، کرز نے سنہ ۲ھ مین چھاپا

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۰، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۲،

مار کر انھین لوٹ لیا، آنحضرت صلعم بہ نفس نفیس اون کے تعاقب مین نکلے، وادی صفوان مین پہنچکر معلوم ہوا کہ کرز نکل جا چکے، اس لئے آپ لوٹ گئے[۱]،

اسلام — اس واقعہ کے کچھ دنون بعد کرز مشرف باسلام ہو گئے[۲]،

ایک سریہ — ۶ھ مین قبیلہ عرینہ کے اٹھارہ آدمی مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے، یہان کی آب و ہوا انھین ناموافق ہوئی طحال ہو گیا، تھوڑے فاصلہ پر مقام ذی الجدر مین آنحضرت صلعم کے مویشی چرا کرتے تھے، یہان کی آب و ہوا اچھی تھی، آپ نے نومسلم عرینون کو حکم دیا کہ وہین جاکر رہو اور اونٹون کا دودھ استعمال کرو، کچھ دنون مین توانائی آجائیگی، چنانچہ یہ لوگ وہان جاکر رہنے لگے، جب کھا پی کر توانا و تندرست ہو گئے تو اونٹون کو لیکر بھاگ گئے، آپ کے غلام نے روکنے کی کوشش کی تو اوس کے ہاتھ پاؤن کاٹ کر آنکھون مین کانٹے چبھو دیئے، آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ نے کرز کو ۲۰ سوارون کے ساتھ اونکے تعاقب مین روانہ کیا، کرز انھین گرفتار کر کے لائے، آنحضرت صلعم نے اون سے اون کی شقاوت کا پورا قصاص لیا[۳]،

شہادت — فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، کرز اور حبیش خالد بن ولید کے دستہ مین تھے، اتفاق سے دونون خالد سے چھوٹ کر دوسرے راستہ پر جا پڑے، یہان کچھ مشرک ملے انھون نے حبیش کو شہید کر دیا، کرز نے اون کی لاش سامنے کر لی، اور یہ رجز:-

---

[۱] ابن سعد حصۂ مغازی ص ۴، [۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۳۳،

[۳] ابن سعد حصۂ مغازی ص ۷، و سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۷، یہ واقعہ صحیحین مین بھی ہے،

قد علمت صفراء من بنی فہر نقیۃ الوجہ لانقیۃ الصدر

بنی فہر کی زرد رنگ اور صاف چہرے اور سینہ والی عورتیں جانتی ہیں،

لاضربن الیوم عن ابی صخر

کہ آج میں ابی صخر (جیش) کی جانب سے لڑونگا'

پڑھتے ہوئے مشرکین پر حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے[1]

۷۰۔ حضرت کعبؓ و بجیر

نام و نسب: کعب نام، باپ کا نام زہیر تھا نسب نامہ یہ ہے، کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی بن رباح بن قرط بن حارث بن مازن بن حلاوہ بن تعلبہ بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان ابن عمرو بن ادبن طابخہ مزنی،

اسلام: کعبؓ دو بھائی تھے، کعب اور بجیر ان کے باپ زہیر جاہلیت کے مشاہیر شعراء میں تھے اس لئے شاعری ان دونوں کو وراثۃً ملی تھی،

ظہور اسلام کے بعد آنحضرت صلعم کا شہرہ سنکر دونوں کو آپ سے مل کر آپ کی باتیں سننے کی خواہش ہوئی، چنانچہ دونوں بھائی آپ سے ملنے کے لئے چلے مقام ابرق العزاف پہنچکر بجیر نے کعب سے کہا تم بکریاں لئے ہوئے یہیں ٹھہرے رہو، میں اوس شخص کے پاس جا کر سنوں کیا کہتا ہے؟

چنانچہ کعب کو چھوڑ کر خود آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے اسلام پیش کیا، دل میں عناد و سرکشی کا مادہ نہ تھا اسلئے مشرف باسلام ہو گئے، کعب کو ان کے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۲۰۳، بخاری کتاب المغازی میں بھی یہ مختصراً مذکور ہے،

اسلام کی خبر ہوئی تو انھون نے جوشِ انتقام مین آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کی شان مین گستاخانہ اشعار کہہ ڈالے، آنحضرت صلعم نے یہ اشعار سنے تو آپ کو بڑی تکلیف پہنچی اور آپ نے اعلان کر دیا، کہ کعب جہان ملے اوس کا کام تمام کر دیا جائے،

بجیر اس اعلان سے بہت گھبرائے اور کعب کو لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلعم نے تمھارا خون ہدر کر دیا ہے، اب تمھارے بچنے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ تم اسلام قبول کر لو، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین جو شخص بھی آکر لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کہہ دیتا ہے تو آپ اوس کی توبہ قبول کر لیتے ہین، اس لئے میرا خط پاتے ہی تم بلا تاخیر مشرف باسلام ہو جاؤ، کعب کو بھی اس کے سوا بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی اس لئے وہ خط پاتے ہی سیدھے مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی مین داخل ہوئے، اس وقت رسول اللہ صلعم صحابۂ کرام کے حلقہ مین تشریف فرما ان سے گفتگو فرما رہے تھے، کعب نے آپ کو دیکھا نہ تھا، قیاس و قرینہ سے پہچان کر آپ کے پاس آکر بیٹھ گئے، اور اشہدان لاالٰہ الااللہ وانک رسول اللہ کہہ کر امان کے طالب ہوئے، آپ نے پوچھا تم کون ہو، عرض کی کعب بن زہیر، فرمایا تم ہی نے وہ اشعار کہے تھے، پھر حضرت ابوبکرؓ سے استفسار فرمایا ابوبکر وہ کون اشعار مین حضرت ابوبکرؓ نے سنایا،

سقاک ابو بکر بکاس روية   وانھلک المامور منھا وعلکا

تم کو ابوبکر نے ایک لبریز پیالہ پلایا،   اور اسمین سے زیادہ لبریز پیالہ سے بار بار سیراب کیا،

کعب نے کہا یا رسول اللہ مین نے اس طرح نہین کہا تھا، فرمایا پھر کس طرح، انھون نے مامور کے لفظ کو مامون کے لفظ سے بدل کر سنا دیا، رحمت عالمؐ کے دربار مین اس قدر اظہار ندامت کافی تھا، آپ نے کعب کی گذشتہ خطاؤن سے درگذر فرمایا، اور ارشاد ہوا

تم مامون ہو، پھر کعب نے اپنا مشہور و معروف قصیدہ بانت سعاد سنایا جو اسی وقت کیلئے کہہ کر لائے تھے،

یہ قصیدہ بہت طویل ہے، مطلع اور تشبیب کے بعض اشعار یہ ہیں :۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول　　　متیم اثرها لم یفد مکبول

سعاد نے داغ مفارقت دیا جس سے میرا دل اس کے جانے کے بعد پریشان اور اسیر ہے،

وما سعاد غداة البین اذ ظعنوا　　　الا اغن غضیض الطرف مکحول

جدائی کے دن جبکہ لوگوں نے کوچ کیا تو سعاد ایک نرم آواز سرگین چشم اور نیچی نگاہ رکھنے والی ہرنی معلوم ہوتی تھی،

تجلو عوارض ذی ظلم اذا ابتسمت　　　کانها منهل بالکأس معلول

جب وہ مسکراتی ہو تو تاریکیات کے بادلوں کو چھانٹ دیتی ہو، گویا اس کے لب و دندان ایک چشمہ ہیں جو شراب کے پیالے سے لبریز ہیں،

قصیدہ سناتے سناتے جب ان اشعار پر پہنچے :۔

ان الرسول لسیف یستضاء به　　　مهند من سیوف الله مسلول

رسول اللہ اللہ کی ایسی کھنچی ہوئی ہندی تلوار ہیں جس سے روشنی حاصل کیجاتی ہے،

انبئت ان رسول الله اوعدنی　　　والعفو عند رسول الله مامول

مجھکو معلوم ہوا ہو کہ رسول اللہ نے مجھے دھمکی دی ہو، درآنحالیکہ رسول اللہ کے پاس عفو کی امید کیجاتی ہو،

فی فتیة من قریش قال قائلهم　　　ببطن مکة لما اسلموا زولوا

وہ قریش کے ایسے جوانوں میں ہیں کہ بطن مکہ میں جبکہ لوگ اسلام لائے تو انکے کہنے والوں نے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ،

تو رسول اللہ صلعم نے صحابۂ کرام کو توجہ سے سننے کیلئے اشارہ فرمایا،

اس حسن تلافی سے کعب نے رضائے نبوی اور شہرت دوام کا خلعت حاصل کیا، آنحضرت صلعم نے خوش ہوکر ردائے مبارک عطا فرمائی امیر معاویہؓ نے اپنے زمانہ میں یہ چادر کعب کی اولاد سے بیش قرار رقم پر خریدی، اسی چادر کو خلفا

عیدین اوڑھ کر نکلتے تھے۔[1]

۱۰۸ حضرت کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ

نام و نسب کعب، نام باپ کا نام عمیر تھا، قبیلۂ بنی غفار سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام اون کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، قیاس ہے کہ اپنے قبیلہ والون کے ساتھ کسی سنہ مین مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

امارت سریہ ربیع الاول ۸ھ مین آنحضرت صلعم نے انھین ایک سریہ کا امیر بنا کر بعض دشمنون کے مقابلہ مین ذات اطلاح (شام) بھیجا، یہان حریفون کی بہت بڑی جماعت موجود تھی، مسلمانون نے انھین اسلام کی دعوت دی، اس کا جواب تیرون سے ملا، مسلمانون نے بھی اس کا مدافعانہ جواب دیا، اور طرفین مین نہایت سخت مقابلہ ہوا، دونون کی قوت مین کوئی تناسب نہ تھا، مسلمان تعداد مین کل پندرہ تھے، اور اون کے مقابل کی تعداد دو چند اور سہ چند تھی، اس لئے ایک کے سوا سب کے سب مسلمان شہید ہو گئے،[2] علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کہ بچے ہوئے شخص کعب تھے،[3] لیکن دوسرے ارباب سیر کے یہان کوئی تصریح نہین ملتی، بہر حال جو بزرگ بچ گئے تھے وہ افتان خیزان کسی نہ کسی طرح مدینہ پہنچے، اور آنحضرت صلعم کو پورا واقعہ سنایا، آپ سنکر بیحد متاثر ہوئے، اور انتقام لینے کے لئے دوسرا سریہ بھیجنے کا ارادہ فرمایا، لیکن اسی دوران مین خبر ملی کہ دشمن کسی دوسرے مقام پر چلے گئے ہین، اس لئے ارادہ ملتوی فرما دیا،[4]

فضائل علامہ ابن عبد البر اور ابن اثیر لکھتے ہین کہ کعب کبار صحابہ مین تھے۔[5]

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۳۰۲، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۲ [3] استیعاب ج اول ص ۲۲۴،

[4] ابن سعد حوالۂ مذکور، [5] استیعاب حوالۂ مذکور و اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۴۶،

۱۰۹۔ حضرت کہمس الہلالی رضی اللہ عنہ

نام ونسب کہمس نام، باپ کا نام معاویہ تھا، نسب نامہ یہ ہے کہمس بن معاویہ بن ابی ربیعہ ہلالی،

اسلام ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہیں بتایا جا سکتا، اس سلسلہ مین صرف اس قدر معلوم ہے کہ اپنے جائے قیام پر مشرف باسلام ہوئے، اور مدینہ آکر آنحضرت صلعم کو اپنے اسلام کی اطلاع دی،

وطن کی واپسی وعبادت اطلاع دینے کے بعد پھر وطن لوٹ گئے اور ہمہ تن عبادت وریاضت مین مشغول ومنہمک ہوگئے، اور کامل ایک سال تک رات بھر جاگ کر عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے رہے، دوسرے سال پھر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، شدت ریاضت سے رنگ وروپ بدل گیا تھا، بدن سوکھ کر کانٹا ہو رہا تھا، آپ کو پہچاننے مین دشواری ہوئی، بار بار سر سے پاؤن تک غور سے ملاحظہ فرماتے تھے، مگر نہ پہچان سکے، آخر مین کہمس نے عرض کیا یا رسول اللہ! شاید آپ مجھے غور کر رہے ہین، فرمایا ہان تم کون ہو؟ عرض کیا کہمس الہلالی، گذشتہ سال حاضر ہوا تھا، اب مین بالکل سوکھ گیا ہون، آپ نے پوچھا ایسی حالت کیون ہوگئی، عرض کی گذشتہ حاضری کے بعد سے برابر رات کو جاگتا اور دن کو روزہ رکھتا رہا، فرمایا تم کو اس قدر تکلیف اٹھانے کا کس نے حکم دیا تھا، مہینہ مین صرف ایک روزہ کافی ہے، عرض کی مجھ مین اس سے زیادہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے، فرمایا خیر تین سہی،[1]

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۳۱،

۱۰۱حضرت لبید بن ربیعہؓ

نام ونسب | لبید نام، ابو عقیل کنیت، نسب نامہ یہ ہے، لبید بن ربیعہ بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری لبید کے والد ربیعہ اپنے قبیلہ کے بڑے فیاض سیر چشم اور غربا پرور لوگون مین تھے، اون کی غربا پروری نے قوم سے "ربیع المقترین" کا لقب حاصل کیا تھا،

اسلام سے پہلے | لبید زمانہ جاہلیت کے فحول شعرا مین تھے اون کی سحر بیانی زمانہ جاہلیت کے مشاعرون کو گرماتی اور ارباب ذوق کو تڑپاتی تھی،

ان کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتدا سے سلیم الفطرت تھے، اور اسلام سے پہلے بھی اون کی شاعری مین معارف وحقائق کے جذبات نظر آتے تھے حسب ذیل شعر زمانہ جاہلیت کا بیان کیا جاتا ہے[1]

وکل امری یوماً سیعلم سعیہ اذا کشفت عند الالہ المحاصل

اور ہر انسان کو اپنی کوششون کا نتیجہ اس وقت معلوم ہوگا جب اسکے نتائج خدا کے سامنے ظاہر ہونگے،

اسی لئے آنحضرت صلعم بھی اون کے بعض اشعار کو پسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ کو انکا یہ مصرعہ الا کل شیء ماخلا اللہ باطل بہت پسند تھا اس کے متعلق فرماتے تھے کہ شعرا کے کلام مین لبید کا یہ کلام بہت سچا ہے[2]

اسلام | لبید نے اسلام کا زمانہ پایا، فطرت ابتدا سے سلیم تھی اس لئے اپنے قبیلہ بنی جعفر بن کلاب

[1] طبقات الشعراء ابن قتیبہ، ص ۱۵۳، [2] استیعاب ج اول ص ۲۳۵،

کے وفد کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوگئے،[1]

اکثر ارباب سیر کا بیان ہے کہ اسلام کے بعد شاعری ترک کر دی تھی، قال اکثر اهل الاخبار ان لبید الم یقل شعراً منذ اسلم[2] اکثر اخباری کہتے ہین، کہ جب سے لبید نے اسلام قبول کیا شعر نہین کہا،

لیکن یہ بیان علی الاطلاق صحیح نہین معلوم ہوتا، اون کے بعض اشعار خود بتاتے ہین کہ وہ اسلام کے بعد کہے گئے ہین، ابن قتیبہ نے اس کے ثبوت مین یہ شعر نقل کیا ہوا

الحمد لله اذ لم یاتنی اجلی   حتی اکتسیت من الاسلام سربالا

خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس وقت تک موت نہین آئی جب تک مین نے اسلام کا خلعت نہین پہن لیا،

لیکن بعض اخباری اوپر کے شعر کی نسبت لبید کی طرف صحیح نہین سمجھتے اور اس کے بجائے یہ شعر نقل کرتے ہین:۔

ما عاتب المرء الکریم کنفسه   والمرء یصلحه القرین الصالح

شریف آدمی کو خود اوسکی ذات کی طرح دوسرا عتاب نہین کرتا، انسان کی اصلاح اوسکا صالح ہمجلیس کرتا ہو،

بہر حال دونون شعرون مین سے جو شعر بھی صحیح مانا جائے اس مین صاف اسلامی رنگ جھلکتا ہو، پہلے مین زیادہ واضح ہے اور دوسرے مین اس سے کم تاہم اس مین شبہہ نہین کہ قبول اسلام کے بعد انھین شاعری سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہگئی، اور قرآن کے پرتاثیر اور سحر آفرین کلام کے بعد وہ شاعری کرنا عبث سمجھتے تھے،

حضرت عمرؓ بڑے سخن فہم اور سخن سنج تھے، اپنے زمانۂ خلافت مین ایک مرتبہ اپنے ایک عامل کو لکھا کہ لبید سے پوچھو کہ زمانۂ اسلام مین تم نے کون سے اشعار کہے، انھون نے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۲۳۵، [2] ایضاً و اسد الغابہ (لبید بن ربیعہ)

جواب مین کہلا بھیجا کہ خدا نے شعر کے عوض مجھے بقرہ اور آل عمران دی ہے، یعنی اس سحر آفرین کلام کے بعد شاعری بے مزہ ہے، اس جواب پر حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ بڑھا کر دوہزار کر دیا[1]، امیر معاویہ نے اپنے زمانہ مین ان سے کہا لبید میرا تمھارا وظیفہ برابر ہے مین تمھارا وظیفہ گھٹا دون گا، انھون نے کہا کچھ دن اور ٹھہر جائیے، اس کے بعد اپنا اور میرا دونون کا وظیفہ تنہا خود لیجئے گا[2]، امیر معاویہ ان کے اس جواب سے بہت متاثر ہوئے اور وظیفہ کی رقم مین کوئی کمی نہین کی[3]،

وفات | سنہ ۴۱ھ مین کوفہ مین وفات پائی، وفات کے وقت ۱۵۷ سال کی عمر تھی[4]،

فضل وکمال | اون کے دیوان فضائل مین شاعری کا عنوان بہت جلی ہے، عرب کے فحول شعرا مین ہین، عرب کی صف شعرا مین اون کی ممتاز جگہ تھی، وہ جاہلیت کے مشاعرون کے صدر نشین تھے، بڑے بڑے ناقدین فن اون کی سحر بیانی کے مداح ومعترف ہین، مشہور ناقد شعر ابو عبداللہ بن سلام جمحی طبقات الشعرا مین لکھتے ہین کان عذب المنطق رقیق حواشی الکلام[5]، خود اون کے زمانہ کے بعض نامور شعرا اون کے کلام کا اتنا لوہا مانتے تھے کہ اسے سنکر سربسجود ہوجاتے تھے، عرب کا نامور شاعر فرزدق ایک مرتبہ اون کا یہ شعر

وجلا السیول عن الطلول کانہا	زبر تجد متونہا اقلامہا

اور سیلاب نے ٹیلون کو اس طرح صاف کر دیا، گویا وہ ٹیلے کتاب کے صفحات ہین جن کے متن کو قلم نے درست کیا،

پڑھکر سجدہ مین گر گیا، لوگون نے پوچھا یہ کیا، اس نے کہا جسطرح لوگ قرآن کے مقامات سجدہ کو پہچانتے ہین، مین شاعری کے مقام سجود کو پہچانتا ہون[6]،

---

[1] طبقات الشعرا ابو عبداللہ بن سلام جمحی ص ۹۹، [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۶۲، [3] ایضاً، [4] طبقات الشعرا ابو عبداللہ جمحی، [5] ص ۹۴ [6] اصابہ ج ۶ ص ۵،

عام حالات | لبید فیاضی، شہسواری، بہادری اور صداقت تمام اوصاف شرافت سے آراستہ تھے، فیاضی باپ سے وراثتہً ملی تھی، انھون نے جاہلیت مین عہد کیا تھا کہ جب بادِ صبا چلا کریگی تو جانور ذبح کرکے لوگون کو کھلایا کرین گے، اس فیاضانہ عہد پر ہمیشہ اور ہر حالت مین قائم رہے، چنانچہ کوفہ کے دورانِ قیام مین جب اون کی مالی حالت نہایت خراب ہوگئی تھی، اوس وقت بھی یہ رسم جاری رکھی، لوگ اون کے عہد اور اون کی حالت سے واقف تھے، اس لئے جب بادِ صبا چلتی تھی تو بطور امداد کے اونٹ جمع کرکے دیتے تھے اور لبید انھین ذبح کرکے اپنا عہد پورا کرتے تھے[1]،

شاعری اصطلاحی معنون مین جھوٹ کا دوسرا نام ہے، اسی لئے جھوٹ اور مبالغہ کو شاعری سے تعبیر کرتے ہین لیکن لبید کی زبان سے سچ کے علاوہ کبھی جھوٹ بات نہ نکلتی تھی[2]، اربابِ سیر اون کے اوصاف کی یہ تصویر کھینچتے ہین، کان لبید بن ربیعۃ ابو عقیل فارسا، شاعرا شجاعا شریفا فی الجاھلیۃ والاسلام، لبید بن ربیعہ ابو عقیل شہسوار، شاعر شجاع اور جاہلیت و اسلام دونون مین معزز اور شریف تھے[3]،

۱۱۱ حضرت ماعز بن مالکؓ

نام و نسب | ماعز نام، باپ کا نام مالک تھا، قبیلہ اسلم سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام | اون کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، غالباً اپنے قبیلہ کے ساتھ کسی وقت مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

توبۃ النصوح کی اعلیٰ ترین مثال | ماعز کی زندگی کا ایک مکروہ ترین خصوصاً ایک صحابی

---

[1] استیعاب ج اول ص ۲۳۴، [2] طبقات الشعرا ابو عبداللہ جمحی ص ۴۸، [3] استیعاب ج اول ص ۲۳۵،

کی شان سے بہت فروتر واقعہ صحاح مین ملتا ہے، یہ واقعہ گو بظاہر نہایت مکروہ ہے لیکن خطا کارون کے لئے اس مین بہت بڑا درس بصیرت اور بہترین اسوہ پنہان ہے اس سے بڑھ کر توبۃ النصوح کی مثال نہین مل سکتی، اس لئے اس کو قلم انداز نہین کیا جا سکتا، ممکن ہے اس اسوہ سے کسی خطا کار کو توبۃ النصوح کی توفیق ہو،

ماعزؓ گو صحابی تھے لیکن انسان تھے اور کوئی انسان نفسانی کمزوریون سے مستثنیٰ نہین، ایک مرتبہ وفور جذبات مین نفس پر قابو نہ رکھ سکے، اور زنا کی لغزش ہو گئی، اوس وقت جذبات کے طوفان مین کچھ نہ دکھائی دیا، جب ہوش آیا تو آنکھین کھلین، کہ انھون نے کیا کیا، اسی وقت دوڑتے ہوئے بیتابانہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے پاک کیجئے! آنحضرت صلعم سمجھ گئے، لیکن اس خیال سے کہ جب خدا نے پردہ ڈالا ہے تو اسے کیون اٹھایا جائے، فرمایا جاؤ خدا سے مغفرت چاہو، اور اوس کے حضور مین توبہ کرو، یہ جواب سنکر ماعزؓ لوٹ گئے، تھوڑی دور جا کر پھر لوٹ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے پاک کیجئے، پھر آپ نے وہی جواب دیا جاؤ خدا سے توبہ اور استغفار کرو، پھر یہ لوٹ گئے تھوڑی دور جا کر پھر واپس آئے اور کہا یا رسول اللہؐ مجھے پاک کیجئے، پھر وہی جواب ملا، ماعزؓ پھر لوٹ گئے، لیکن دل کا کانٹا کسی طرح قرار نہین لینے دیتا تھا اس لئے چوتھی مرتبہ پھر آئے اس مرتبہ آنحضرت صلعم نے صاف صاف پوچھا کس چیز سے پاک کرون، عرض کیا زنا کی گندگی سے، آنحضرت صلعم کو اس صریح اعتراف پر جس کا نتیجہ ہلاکت تھا پورا یقین نہ آیا، کہ کوئی عاقل انسان ایسے مکروہ فعل کا بھی اقرار کر سکتا ہے، اس لئے آپ نے لوگون سے پوچھا انھین جنون تو نہین ہے، معلوم ہوا انہین اس قسم کی کوئی شکایت نہین ہے، پھر دریافت فرمایا شراب تو نہین پی ہے، ایک شخص نے اٹھکر منہ سونگھا، مگر شراب کا کوئی اثر نہ تھا،

تمام شکوک دور کرنے کے بعد پھر آپ نے زیادہ وضاحت کے ساتھ دریافت فرمایا تم نے واقعی زنا کیا ہے، ماعز نے کہا ہان، اس اقرار کے بعد آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا، یہ حکم صادر ہوتے ہی ماعز لیجاکر سنگسار کر دیئے گئے، ایسے مواقع پر عموماً جتنے منہ ہوتے ہین اتنی باتین ہوتی ہین کوئی کہتا ماعز تباہ ہوگئے، اون کے گناہون نے انھین گھیر لیا کوئی کہتا ماعز سے بڑھکر کسی کی خالص توبہ نہین، انھون نے رسول اللہ صلعم کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر کہا کہ مجھے سنگسار کیجیئے، کئی دن تک اس قسم کی رائے زنیان ہوتی رہین، دو چار دن کے بعد آنحضرت صلعم صحابہ کے مجمع مین تشریف لائے اور سلام کرکے بیٹھ گئے، اور فرمایا تم لوگ ماعز بن مالک کے لئے مغفرت کی دعا کرو، سب نے مل کر مغفرت کی دعا کی، دعا کے بعد آپ نے فرمایا ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اوس کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو اس کے لئے تنہا یہی توبہ کافی ہے[1]،

اس واقعہ سے سبق | اس مین شبہہ نہین کہ ماعز کی یہ لغزش اون کے مرتبۂ صحابیت سے بہت فروتر تھی لیکن اس کے دوسرے روشن پہلو کو بھی نظر انداز نہین کیا جا سکتا اس واقعہ مین اُن کی فطری کمزوری سے زیادہ اہلِ نظر کو اون کے قلب کی صفائی اور اون کی روح کی پاکیزگی نظر آتی ہے،

ماعز سے زنا کی لغزش ہوتی ہے جس کی سنگساری جیسی دردناک سزا ہے، ماعز کو اسکا یقین ہے کہ اگر انھون نے اس کا اعتراف کیا تو پتھرون سے مار مار کر ہلاک کر دیئے جائینگے ان کے علاوہ کسی انسان کو اس لغزش کا علم نہین، اگر وہ چاہتے تو کسی کو کانون کان خبر نہ ہونے پاتی لیکن روح کی پاکیزگی معصیت کے اس دھبہ کو نہین برداشت کر سکتی ہے، اور ماعز آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر گناہ کا اقرار کرتے ہین، آنحضرت صلعم اس خیال سے کہ جب خدا نے

[1] مسلم کتاب الحدود باب من اعترف علی نفسہ بالزنا،

اون کے گناہ پر پردہ ڈالا ہے تو دنیا میں کیوں رسوا کیا جائے چشم پوشی فرماتے ہیں، اور ایک مرتبہ نہیں تین تین بار ماعز کو واپس کرتے ہیں، کہ جاؤ خدا سے مغفرت چاہو، اور اوس کے سامنے توبہ کرو لیکن ماعز کے دل کو تسکین نہیں ہوتی اور اس قانون کے مطابق[1]

من اصاب من ذالک شیئا فعوقب یعنی کفارۃ، جو شخص ان میں (شرک، چوری، زنا) سے کسی شے کا مرتکب ہوا اور اسکو اسکی سزا ملے تو یہ سزا اوس کا کفارہ ہے،

ظاہر میں دنیا میں اپنے کو رسوا کر کے اپنے اوپر حد جاری کراتے ہیں اور دنیا سے پاک صاف اٹھتے ہیں، کہ عاقبت میں کوئی مواخذہ باقی نہ رہے اس واقعہ میں ایسا نظر آتا ہے کہ اسلام نے اپنے پیرؤں میں ہر طرح کے اخلاقی نمونے پیدا کئے تھے ان نمونوں میں ایک ایسی مثال کی بھی ضرورت تھی کہ اگر کوئی مسلمان فطرت کی کمزوری سے آلودۂ معصیت ہو جائے تو اوس کا کفارہ کس طریقہ سے ادا کرنا چاہیئے، اس نمونہ کے لئے ماعز کی ذات انتخاب ہوئی جنھوں نے ایک لغزش کی سزا میں دنیا کی رسوائی اور انتہائی دردناک سزا برداشت کر کے مسلمانوں کو سبق دیدیا کہ اس طرح دنیا میں گناہوں کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے،

۱۱۲۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ

نام و نسب: مثنیٰ نام، باپ کا نام حارثہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، مثنیٰ بن حارثہ بن سلمہ بن ضمضم بن سعد بن مرہ بن ذہل بن شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل، ربعی شیبانی،

قبول اسلام سے پہلے ان کا اثر: مثنیٰ اپنے قبیلہ کے ممتاز رؤسا میں تھے، دعوت اسلام کے آغاز میں جب

---

[1] بخاری کتاب الحدود باب لعن السارق اذا لم یسم،

آنحضرت صلعم نے تبلیغ اسلام کے لئے قبائل عرب مین دورہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مثنیٰ کے قبیلہ بنی شیبان مین بھی تشریف لے گئے اور کلام اللہ کی ان آیات کو

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم	کہدو اے محمد آؤ مین تمھین پڑھ کر بتاؤن جو چیزین تمھارے ربنے تم پر حرام کی ہین،

اور

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ،	اللہ تعالیٰ تم کو انصاف، احسان اور قرابت دارون کو داد و دہش کا حکم دیتا ہے،

پیش کر کے بنی شیبان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، رؤسائے قبیلہ مین اس وقت مثنیٰ مفروق اور ہانی وغیرہ موجود تھے، ان سب نے بالاتفاق کلام ربانی کی سحر آفرین بلاغت اور اوس کی تعلیمات کی پاکیزگی کا اعتراف کیا، مثنیٰ نے کہا جیسی پاکیزہ تعلیم ہے ویسی ہی پاکیزہ کلام بھی ہے، پھر آنحضرت صلعم سے مخاطب ہوئے کہ مین نے تمھاری گفتگو سنی تمھاری باتین خوب ہین اور تمھارا کلام نہایت حیرت انگیز ہے، لیکن افسوس اس وقت ہم اسکو قبول کرنے سے مجبور ہین، اس لئے کہ ہم مین اور کسریٰ مین معاہدہ ہے کہ ہم نہ کسی جدید تحریک کو قبول کرین گے اور نہ کسی مجدد کو پناہ دین گے، ممکن ہے جس چیز کو تم پیش کر رہے ہو، وہ کسریٰ کے خلاف ہو، اس لئے اس وقت ہم اسے نہین قبول کر سکتے، اس کے لئے البتہ ہم تیار ہین کہ عرب کے قرب وجوار کے فرمان رواؤن کے مقابلہ مین تمھاری حفاظت اور اعانت کرین،

غرض مثنیٰ کلام پاک کی سحر آفرینی اور اوس کی تعلیمات سے پورے طور پر متاثر ہوگئے لیکن تقدم فی الاسلام کا شرف ان کے مقدر مین نہ تھا، اس لئے اس وقت اسلام کے شرف سے محروم رہگئے، آنحضرت صلعم نے اون کی کمزوری پر اون کی اخلاقی امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا،

اور فرمایا کہ اعتراف حق کے بعد اس سے اباکیسا خدا کا دین محض اس کا ایک شعبہ قبول کرنے سے قبول نہین ہوتا جب تک اسے کل نہ قبول کیا جائے[۱]

اسلام | بالآخر سنہ ۹ھ مین اپنے قبیلہ کے ساتھ مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے[۲]

فتوحات عراق | مثنیٰ بہت آخری زمانہ مین اسلام لائے ان کے اسلام لانے کے چند ہی دنون کے بعد رسالت کا بابرکت زمانہ ختم ہوگیا اس لئے اس عہد کا کوئی واقعہ ذکر کے قابل نہین ہے ان کے کارنامون کا آغاز عہد صدیقی سے ہوتا ہے، مثنیٰ کا قبیلہ اُن ستم کش قبائل مین تھا جو مدتون سے حکومت ایران کا تختہ مشق بنتے چلے آرہے تھے جس کا ثبوت کسریٰ اور اون کے قبیلہ کا معاہدہ ہے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب ایران مین سیاسی انقلابات ہوئے اور ایک عورت پوران تخت پر بیٹھی، اور ایرانیون کی قوت کمزور پڑی تو ان قبائل کو جنھین ایرانی حکومت عرصہ سے تختۂ مشق بناتی چلی آرہی تھی، ایرانیون سے انتقام لینے کا موقع ملا، چنانچہ مثنیٰ نے جو اسی تیر کے زخم خوردہ تھے حضرت ابوبکرؓ کو لکھا کہ اس وقت ایران کی حالت نہایت ابتر ہے اندرونی انقلابات اور اختلافات کی وجہ سے اون مین مدافعت کی قوت نہین ہے، اس سے بہتر فوج کشی کا موقع نہین مل سکتا[۳]

اس تحریری اطلاع بھیجنے کے بعد خود مدینہ پہنچے اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو مین اپنے قبیلہ کو لے کر ایرانیون کے مقابلہ مین نکلون، اپنی ہمت کیلئے تنہا مین کافی ہون، اونکی مستعدی دیکھکر حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دیدی[۴] مثنیٰ نے اجازت تو لے لی، مگر سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ ان کے قبیلہ کا بڑا حصہ ابھی اسلام سے بیگانہ تھا، مثنیٰ نے پہلے

---

۱ اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۰۸، ۲ استیعاب ج اول ص ۲۰۰، ۳ اخبار الطوال ص ۱۱۱،

۴ اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۹۹،

مشرف باسلام کیا[1]،

قبیلہ کو مسلمان بنانے کے بعد اسے ساتھ لیکر ایرانیون کے مقابلہ مین نکلے لیکن اتنی بڑی مہم سر کرنا تنہا مثنیٰ کے بس مین نہ تھا، اس لئے مثنیٰ کے جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کو فوجین دیکر مثنیٰ کی امداد کے لئے روانہ کیا، اور مثنیٰ کو لکھا کہ تم خالد کی ماتحتی مین اپنا کام کرو، خالد عراق پہنچکر مثنیٰ سے مل گئے، اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت بھر خالدؓ کے دست راست رہے، مثنیٰ ایرانیون کے قومی خصائص اور محاذ جنگ کے نقشون سے اچھی طرح واقف تھے اسلئے عجم کی فتوحات مین اون سے بڑی قیمتی مدد ملی، اور وہ شروع سے آخر تک قریب قریب ہر معرکہ مین پیش پیش رہے، سیر الصحابہ کے حصۂ پنجم مین خالد بن ولید کے حالات مین عراق کی فتوحات کی تفصیلات لکھی جاچکی ہین، اس لئے اس موقع پر انکو قلم انداز کیا جاتا ہے،

ابھی عراق کی مہم ناتمام تھی کہ شام پر فوجکشی ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کو عراق چھوڑکر شام جانے کا حکم دیا، وہ یہ حکم پاتے ہی عراق کے انتظامات مثنیٰ کے ہاتھون مین دیکر شام چلے گئے، اسی زمانہ مین حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا، اور حضرت عمرؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، خالد کے شام چلے جانے کے بعد سے عراق کی مہم رک گئی تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے تخت نشین ہونے کے ساتھ سب سے پہلے ادھر توجہ کی، اور تمام مسلمانون کو جمع کرکے جو بیعت خلافت کے سلسلہ مین مختلف گوشون سے مدینہ آئے ہوئے تھے، اون کے سامنے جہاد کا وعظ کہا، لیکن کچھ ایرانیون کے خوف اور کچھ اس خیال سے کہ بغیر خالد بن ولید کی موجودگی کے وہ عراق کی تسخیر ناممکن سمجھتے تھے، سب خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہین دیا، حضرت عمرؓ تین دن تک برابر مسلمانون کو ابھارتے رہے، چوتھے دن کچھ گرمی پیدا ہوئی، مثنیٰ نے اٹھکر کہا، مسلمانو عراق

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۰،

سے اس قدر خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہیں نے مجوسیوں کو خوب آزمالیا ہے، وہ اس میدان کے مرد نہیں ہیں، ہم نے سوادِ عراق کا بہترین حصہ تسخیر کر لیا ہے، انشاء اللہ ایک دن پورا عراق زیر نگین ہوگا۔ اس کے بعد اور حاضرین نے تقریریں کیں، ان تقریروں نے مسلمانوں کو گرما دیا اور لوگ جوق در جوق جہاد کے لئے آمادہ ہوگئے حضرت عمرؓ نے بنی ثقیف کے سردار ابو عبید ثقفی کو سپہ سالار مقرر کیا[1] اور عراق کی فوجکشی کا ٹوٹا ہوا سلسلہ پھر قائم ہوگیا، اس سلسلہ میں وہی واقعات لکھے جائیں گے جنکا تعلق مثنیٰ کی ذات سے ہے،

عربوں کی گذشتہ فتوحات نے ایرانیوں کو ان کی جانب سے ہوشیار کر دیا تھا، اس لئے اس مرتبہ پوران دخت نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایران کے نامور بہادر جابان کو ایرانی افواج کا سپہ سالار اعظم بنایا، اور جابان ایرانیوں کا ٹڈی دل لیکر مثنیٰ کی طرف جو اس وقت حیرہ میں تھے چلا، مثنیٰ اس خیال سے کہ ایرانی عقب سے حملہ آور نہ ہوجائیں خفان چلے آئے تھے، یہاں ابو عبید بھی مل گئے اور نمارق میں فریقین کا مقابلہ ہوا، ایک خونریز جنگ کے بعد ایرانیوں نے شکست کھائی، اور جابان مسطر بن فضہ کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگیا، مسطر اسکو پہچانتے نہ تھے اس نے مسطر سے کہا میں اپنے بدلہ میں تم کو دو غلام دیتا ہوں، تم مجھے رہا کر دو، مسطر نے غلام لیکر چھوڑ دیا لیکن بعد میں مسلمانوں نے پہچان کر پھر گرفتار کر لیا، اور ابو عبید کے پاس قتل کے لئے لائے، انھوں نے کہا کہ جس کو ایک مسلمان چھوڑ چکا اس کو قتل نہیں کیا جا سکتا،[2]

نمارق میں شکست کھانے کے بعد شکست خوردہ ایرانی فوجیں کسکر میں جمع ہوئیں، یہاں ایک ایرانی بہادر نرسی پہلے سے موجود تھا، اس دوران میں پوران دخت نے جابان کی

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۳، [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۵،

شکست کی خبر سنکر ایران کے ایک اور نامور بہادر جالینوس کو مسلمانون کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، ابوعبید کو معلوم ہوا تو انھون نے لشکر آگر ایرانیون کو شکست دی اور مثنیٰ نے بارو سما جا کر جالینوس کو بھگایا،

ان پیہم شکستون نے ایرانیون مین آگ لگادی، اور رستم نے مسلمانون کے سب سے بڑے دشمن مردان شاہ بہمن کو ایک لشکر جرار کے ساتھ بھیجا اور مقام قس ناطف مین دونون کا نہایت زبردست مقابلہ ہوا، اس مقابلہ مین ابوعبید کی غلطی سے مسلمانون کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، خود ابوعبید کو ہاتھیون نے پیرون سے مسل کر شہید کرڈالا، ان کے بعد سات آدمیون نے علم سنبھالا، اور سب یکے بادیگرے شہید ہوگئے، آخر مین مثنیٰ نے علم لیا، اس وقت مسلمانون کی حالت نہایت ابتر ہوچکی تھی، آگے ہاتھیون کی دیوار تھی اور پیچھے دریا تھا، دریا کا پل ٹوٹ چکا تھا، اور مسلمان نہایت بدحواسی سے بھاگ بھاگ کر دریا مین غرق ہورہے تھے، ایسی نازک حالت مین مثنیٰ نے نہایت دانشمندی اور بہادری سے باقی فوج کو بچالیا، خود چند مسلمانون کو لیکر ایرانیون کے مقابلہ مین ڈٹ گئے، اور عروہ بن زید طائی کو شکستہ پل کی طرف متعین کیا،[1] دونون ناکون کی حفاظت کے بعد مسلمانون کو اطمینان دلایا کہ اب بھاگنے کی ضرورت نہین، ڈوب کر جان نہ دو، مین پوری حفاظت کررہا ہون، انھین اطمینان دلانے کے بعد پل کی طرف لائے، اور اسکو درست کراکے سب کو پار اتار دیا،[2]

اس شکست خوردہ اور تباہ حال فوج کو لیکر جسمین کل ۳ ہزار مسلمان بچ رہے تھے، ثعلبیہ آئے اور یہان سے عروہ بن زید کو خبر کرنے کے لئے دارالخلافہ روانہ کیا، عروہ نے جا کر حضرت عمرؓ کو تمام تفصیلات سنائین، حضرت عمرؓ انھین سنکر زار و قطار رونے لگے، اور عروہ سے کہا واپس

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۱۹، [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۰۳،

جاکر مثنیٰ کو اطمینان دلادو، بہت جلد امدادی فوجین پہنچتی ہین، عروہ کو واپس بھیجنے کے بعد عرب کے قبائل کو جمع کرکے عبداللہ بن جریر کی ماتحتی مین انھین مثنیٰ کی مدد کے لئے روانہ کیا[1]،

ادھر مثنیٰ نے بھی اپنے طور پر انتظامات کر لئے تھے، اور قرب وجوار کے عرب قبائل مین ہرکارے دوڑا کر بہت سے آدمی جمع کر لئے تھے، اون کی دعوت پر انس بن ہلال نصرانی بھی اپنے قبیلہ کو لے کر آیا، اور کہا اس وقت قومیت کا سوال ہے، اس لئے ہم لوگ بھی تمھارے پہلو بہ پہلو لڑین گے[2]

ایرانیون کو ان تیاریون کی خبر ملی تو بوران دخت نے ۱۲ ہزار منتخب بہادر مہران بن مہرویہ کی ماتحتی مین مسلمانون کے مقابلہ کے لئے روانہ کئے، مقام بویب مین دونون کا سامنا ہوا، ایک طرف مسلمان تھے، دوسری طرف ایرانی، بیچ مین دریا حائل تھا، مہران نے کہلا بھیجا یا تم دریا کو عبور کرکے بڑھو یا ہم کو اجازت دو، مثنیٰ کو جسر کے واقعہ مین دریا پار کرنے کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے جواب دیا کہ تم ہی آؤ، چنانچہ ایرانی فوج فرات کو عبور کرکے دوسری جانب ساحل پر اتری، اور دونون فریق صف آرائی مین مشغول ہو گئے، ایرانیون نے اپنی فوج کو مختلف حصون اور صفون مین تقسیم کیا، ہر صف کے ساتھ ایک ہاتھی تھا، اور ایرانی اوس کے سامنے نعرہ لگا رہے تھے، مثنیٰ نے نعرہ سنکر مسلمانون سے کہا، یہ شور و شغب نامردی ہے ادھر کان نہ دھرو خاموشی کے ساتھ اپنے کام مین مشغول رہو، فوجین مرتب کرنے کے بعد اس کے چارون طرف چکر لگایا، ہر علم کے پاس کھڑے ہو کر جوش دلاتے تھے کہ آج ایرانی تمھارے مقابلہ مین کامیاب نہ ہونے پائین، فوجون کو تیار کرنے کے بعد آخر مین ہدایت کی کہ مین چار تکبیرین کہونگا، پہلی تین تکبیرون مین تیار ہو جانا، چوتھی پر حملہ کر دینا، یہ ہدایت دیکر جیسے ہی

[1] اخبار الطوال ص ۱۱۰، [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۳۹،

پہلی تکبیر کہی ایرانی حملہ آور ہوگئے، مسلمانون نے بھی بے قابو ہوکر جوابی حملہ کردیا، اس حملہ مین بنی عجل کا دستہ پھٹ گیا، مثنیٰ یہ دیکھکر غصہ سے بیتاب ہوگئے، اور اپنی داڑھی ہاتھون سے پکڑکے کہا خدا کے لئے آج تو مسلمانون کو رسوا نہ کرو، مثنیٰ کی زبان سے یہ طعنہ سنکر مسلمان دفعۃً رک گئے، اور بقیہ تکبیرون کا انتظار کرنے لگے، چوتھی تکبیر پر باقاعدہ حملہ کیا، اسکے بعد دونون فوجین آپس مین گتھ گئین، مثنیٰ نے انس بن ہلال نصرانی کے ساتھ ملکر اس زور کا حملہ کیا کہ مہران کے میمنہ تک گھستے چلے گئے، اور دونون فوجون کے قلب آپس مین اس طرح غلط ملط ہوگئے کہ غبار کی کثرت مین ایک دوسرے کی شناخت مشکل ہوگئی،[1]

دوسری طرف سے جریر نے حملہ کیا، ایرانیون نے برابر کا جواب دیا، اسلامی فوجین پھٹ کر پراگندہ ہوگئیں، اون کی بے ترتیبی دیکھ کر مثنیٰ نے داڑھی دانتون مین دبا کر للکارا کہ مسلمانو! کدھر جاتے ہو مین مثنیٰ ادھر ہون، اس للکار پر مسلمان سنبھل گئے، اور ہر طرف سے سمٹ کر نہایت زور و شور سے حملہ آور ہوئے، اس حملہ مین مثنیٰ کے بھائی مسعود شہید ہوئے، لیکن مثنیٰ کے استقلال مین کوئی فرق نہ آیا، انھون نے پکار کر کہا شرفا ایسے ہی جان دیا کرتے ہین علم کو بلند رکھو،[2]

اس ولولہ انگیز جملہ نے مسلمانون کو اور زیادہ گرما دیا، عدی بن حاتم اور جریر بن عبداللہ بجلی نے اپنے اپنے دستون کو ابھار کر آگے بڑھایا، اور مسلمانون کے اکھڑے ہوئے پاؤن پھر جم گئے، اور سب نے چارون طرف سے سمٹ کر نہایت زور کا حملہ کیا، اسے روکنے کیلئے مہران خود آگے بڑھا، اور دیر تک جم کر لڑتا رہا، اور لڑتے لڑتے مارا گیا، مہران کے گرتے ہی ایرانیون کے پاؤن اکھڑ گئے، اور پل کی طرف بھاگنے لگے، مسلمانون نے تعاقب کیا، مگر اونکے

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۰، [2] اخبار الطوال ص ۱۲۰،

پہنچتے پہنچتے ایرانی پار نکل گئے، جو ادھر رہ گئے تھے وہ گرفتار ہو گئے، اور مسلمان فاتحانہ اپنی فرودگاہ پر واپس ہوئے [1]، اس جنگ میں ایک لاکھ آدمی کام آئے، اوسطاً ایک ایک مسلمان نے دس دس ایرانیون کا کام تمام کیا [2]، اس کے بعد مسلمانون نے حیرہ، کسکر، سورا، بربیسا، صراۃ جاماسپ، عین التمر، حصن بلیقیا اور دجلہ و فرات کے درمیان علاقون مین فوجین پھیلا دین،

حیرہ والون نے مثنیٰ کو خبر دی کہ قریب ہی ایک قریہ ہے، جہان بہت بڑا بازار لگتا ہی، اس مین فارس، اہواز، اور تمام دور و دراز کے علاقون کے تاجر اپنا مال لیکر آتے ہین، اگر تم اوس پر حملہ کرو تو بہت مالِ غنیمت ہاتھ آئیگا، چنانچہ مثنیٰ خشکی کے راستہ سے بڑھے اور راستہ مین انبار کا محاصرہ کیا، اور اوس کے حاکم سے کہلا بھیجا کہ ہم تم کو امان دیتے ہین، تم آکر تخلیہ مین ہم سے مل جاؤ، اس پیام پر انبار کا مرزبان آیا، مثنیٰ نے اوس سے کہا کہ ہم سوق بغداد پر حملہ کرنا چاہتے ہین، اس لئے ہم کو ایسے رہنماؤن کی ضرورت ہے جو رہنمائی بھی کرین اور فرات پر پل بھی بنائین، مرزبان نے اپنے رہنما اون کے ساتھ کر دیئے، مثنیٰ انھین ساتھ لیکر سوق بغداد کی طرف بڑھے اور فرات پر اون سے پل بنوا کر اوسکو پار کر کے سوق بغداد پر حملہ کر دیا، اہل بازار بالکل غافل تھے، اس لئے وہ اس ناگہانی حملہ سے بالکل بدحواس ہو گئے اور کل سامانِ تجارت چھوڑ کر بھاگ گئے، یہ تمام سامان مسلمانون کے قبضہ مین آیا [3]،

وفات | سوقِ بغداد کے بعد اور چھوٹی چھوٹی لڑائیان ہوتی رہین، حضرت عمرؓ ایران پر عام لشکرکشی کی تیاریان کر رہے تھے کہ مثنیٰ کا وقت آخر ہو گیا، اور وہ واقعہ جسر کے صدمون سے قادسیہ سے پہلے وفات پا گئے [4]،

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۲۰، [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۱، [3] اخبار الطوال ص ۱۲۲، [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۹۹،

۱۱۳ حضرت محجن بن ادرعؓ

نام ونسب | محجن نام، باپ کا نام ادرع تھا، نسلاً اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے،

اسلام | دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے،

تیراندازی | محجن کو تیراندازی سے خاص شغف تھا، ایک مرتبہ وہ قبیلہ کے ساتھ تیراندازی کی مشق کر رہے تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے، آپ سپاہیانہ کھیلون کو بہت پسند فرماتے تھے، اس لئے خود بھی تیراندازی مین شریک ہوگئے اور فرمایا بنی اسمٰعیل تیراندازی کرو تمھارا باپ (حضرت اسمٰعیلؑ) بھی تیرانداز تھا، مین فلان کے ساتھ ہون[1] ابن سعد کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مین ابن ادرع کے ساتھ ہون[2]

عراق کا قیام | عراق کی فتوحات کے بعد جب بصرہ آباد ہوا تو مدینہ چھوڑ کر یہان کی سکونت اختیار کرلی، اور مسجد بصرہ کی بنیاد ڈالی[3]

مدینہ کی مراجعت اور وفات | کچھ دنون کے بعد دیارِ حبیب کی کشش نے پھر مدینہ بلا لیا، اور وہین امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پائی[4]

---

[1] بخاری کتاب الجہاد، [2] ابن سعد تذکرۂ محجن، [3] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۰۵، [4] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۶،

۱۴۱ حضرت محمد بن طلحہؓ

نام ونسب محمد نام، ابوالقاسم کنیت، سجاد لقب، مشہور صحابی حضرت طلحہؓ من العشرۃ المبشرہ کے صاحبزادہ ہین، نسب نامہ یہ ہے، محمد بن طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی، مان کا نام حمنہ تھا، حمنہ ام المومنین حضرت زینبؓ کی حقیقی اور آنحضرت صلعم کی پھوپھی زاد بہن تھین، اس رشتہ سے محمد آنحضرت صلعم کے بھانجے ہوئے،

پیدائش محمد زمانۂ اسلام مین پیدا ہوئے، اور حصولِ برکت کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کئے گئے، آپ نے پوچھا نام کیا رکھا گیا، کہا گیا، محمد، فرمایا میرے نام پر اچھا اون کی کنیت بھی ابوالقاسم ہے[1]،

حضرت عمرؓ کے بھائی زید کے پروتے کا نام بھی محمد تھا، ایک مرتبہ کسی نے اون کو پکار کر برا بھلا کہا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے بلا کر فرمایا کہ تمھارے نام کی وجہ سے اسم محمدؐ پر گالیان نہین پڑ سکتین، چنانچہ اسی وقت اون کا نام بدل کر عبدالرحمن رکھا، اور حضرت طلحہؓ کے لڑکون کے پاس آدمی بھیجا کہ ان مین سے جن جن کا نام محمد ہے بدل دیا جائے، یہ لوگ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے: محمد بن طلحہ نے عرض کیا امیر المومنین میرا نام محمد خود رسول اللہ صلعم کا انتخاب کردہ ہے، فرمایا اگر یہ سچ ہے تو جاؤ رسول اللہ کا رکھا ہوا نام مین نہین بدل سکتا[2]،

جنگ جمل مین شرکت اور کنارہ کشی جنگِ جمل مین محمد کا دلی میلان حضرت علیؓ کی طرف تھا، لیکن

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۴، [2] اصابہ تذکرہ محمد بن طلحہ بحوالہ صحیح بخاری،

اون کے والد حضرت عایشہؓ کے ساتھ تھے، اس لئے باپ کی خاطر سے ضمیر کے خلاف حضرت عایشہؓ کے ساتھ نکلے لیکن دل مطمئن نہ تھا، اس لئے حضرت عایشہؓ سے پوچھا، اماں بیٹے کے متعلق کیا حکم ہوتا ہے؟ حضرت عایشہؓ اون کا منشا سمجھ گئین، گو ان کا منشا حضرت عایشہؓ کے خلاف تھا لیکن آپ نے جواب دیا "ایسی حالت مین تم خیر بنی آدم کا طریقہ اختیار کرو، اور اپنا ہاتھ روک لو"[1]

شہادت | حضرت عایشہؓ سے اجازت ملنے کے بعد انھون نے تلوار میان مین کر لی، اور زرہ کو بچھا کر اس پر کھڑے ہو گئے[2] حضرت علیؓ کو ان کے دلی جذبات اور اون کی مجبوریون کا علم تھا، اس لئے اپنی فوج مین اعلان کرا دیا تھا کہ سیاہ ٹوپی والے (محمد) پر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے، مگر میدانِ جنگ مین کون امتیاز کرتا، اس لئے محمد کی غیر جانبداری اور حضرت علیؓ کے اعلان کے باوجود کسی نے ان کا کام تمام کر دیا، قاتل کا نام بعض مدلج بعض شداد اور بعض عصام بن مسعر بصری کو بتاتے ہین، زیادہ خیال آخری شخص کی طرف ہے[3]

حضرت علیؓ کا تاثر | اختتامِ جنگ کے بعد جب حضرت علیؓ، اور اون کے ساتھ حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسر اپنے مقتولین کی تلاش کرنے لگے تو حضرت حسنؓ کی نظر ایک لاش پر پڑی جو منہ کے بل زمین پر پڑی ہوئی تھی، قریب جا کر سیدھی کی اور صورت دیکھتے ہی منہ سے بے اختیار انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا، اور فرمایا واللہ یہ قریشی بچہ ہے،

حضرت علیؓ نے پوچھا خیر ہے، عرض کیا محمد بن طلحہ! ان کا نام سنکر فرمایا افسوس کیا جوان صالح تھا، یہ کہکر دیر مین ملول و غمزدہ بیٹھ گئے، محمد کی شہادت کا حضرت حسنؓ پر اتنا شدید اثر ہوا کہ انھون نے حضرت علیؓ سے کہا مین آپ کو اس جنگ سے روکتا تھا، لیکن آپ فلان فلان اشخاص کے کہنے مین آ گئے، فرمایا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا کاش مین آج سے ۲۰ سال پہلے مر گیا ہوتا،[4]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۵، [2] اسد الغابہ و اصابہ تذکرہ محمد بن طلحہ، [3] مستدرک حاکم ج ۳ فضائل طلحہ، [4] ایضاً و اسد الغابہ حوالہ مذکور،

فضائل اخلاق | محمد بن طلحہ یون تو تمام فضائلِ اخلاق کا ایک مجسم پیکر تھے، لیکن زہد و عبادت کا رنگ بہت غالب تھا، اتنی عبادت و ریاضت کرتے تھے کہ "سجاد" بڑا سجدہ کرنے والا لقب پڑگیا تھا، محمد پہلے شخص ہین جو سجاد کے لقب سے ملقب ہوئے[1] حضرت علیؓ نے جب اون کی لاش دیکھی تو اون کے دوسرے اوصاف بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "رب کعبہ کی قسم یہ سجاد ہین، انھون نے والد کی اطاعت مین جان دی[2] گو محمد دوسرے صحابہ کے مقابلہ مین بہت کم سن تھے، لیکن ان کے زہد و تقوی کی وجہ سے بڑے بڑے صحابہ اون سے برکت حاصل کرتے تھے، اور اون کی دعائین لیتے تھے[3]

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۲۲،

۱۱۵ حضرت مسلم بن حارثؓ

نام و نسب، مسلم نام، باپ کا نام حارث تھا، قبیلہ تمیم سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام و غزوات | اون کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جاسکتا، قبولِ اسلام کے بعد خاصۃً لوجہ اللہ جہاد مین شریک ہوتے تھے، اور اشاعتِ اسلام کے مقابلہ مین مالِ غنیمت کی مطلق پروا نہ کرتے تھے، اس بے لوثی اور اخلاص کی وجہ سے کبھی کبھی ان مجاہدین کا جو جہاد کیساتھ مالِ غنیمت کے بھی خواہان ہوتے تھے ہدفِ ملامت بننا پڑتا تھا، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے کسی دشمن کے مقابلہ مین ایک سریہ بھیجا، مسلم بھی اوس مین شریک تھے، قلعہ کے قریب پہنچے تو محصورین کا شور و غوغا سنکر پاس گئے، اور کہا اگر بچنا چاہتے ہو تو لا الہ الا اللہ کہو، ان کی اس فہمایش پر قلعہ والے مسلمان ہوگئے، اس پر اون کے بعض ساتھیون نے جو مالِ غنیمت کے خواہان تھے، انھین بڑی ملامت کی کہ تم نے ہمکو مالِ غنیمت سے محروم کردیا، اور واپس ہوکر آنحضرت صلعم سے واقعہ بیان کیا، آپ نے سنکر

[2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۳، [3] استیعاب ج اول ص ۲۴۳، [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۳،

مسلم کی بڑی توصیف فرمائی اور فرمایا تم کو قلعہ کے ہر فرد کے بدلہ مین اتنا اتنا اجر ملیگا اور خوشنودی کی سند کے طور پر آیندہ آنے والے خلفار اور ائمہ کے نام ایک سفارشی تحریر لکھ کر عطا فرمائی[1] اور ایک دعا تلقین فرمائی کہ اس کو سات مرتبہ فجر و مغرب کے بعد پڑھا کرو، اس سے تم کو فائدہ ہوگا[2]

عہد خلفار | حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین مسلم نے آنحضرت صلعم کا تحریری فرمان اون کی خدمت مین لیجا کر پیش کیا، آپ نے اوس کو پڑھکر انھین کچھ مرحمت فرمایا، مسلم چارون خلفار کے زمانہ مین زندہ تھے، اور ہر خلیفہ کے سامنے وہ تحریر پیش کرتے رہے اور ان سب نے انھین کچھ نہ کچھ ملتا رہا[3]

فضل و کمال | ان کے زمانۂ وفات کی تعیین کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین، اتنا معلوم ہوتا ہے، کہ عمر بن عبد العزیزؒ سے پہلے وفات پا چکے تھے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلفاے راشدین کے قدم بہ قدم چلتے تھے، چنانچہ اون کی سنت پوری کرنے کے لئے مسلم کے بیٹے حارث کو بلا کر کچھ دیا اور فرمایا اگر مین چاہتا تو خود تمھارے پاس آسکتا تھا، لیکن مین نے تم سے رسول اللہ صلعم کی حدیث سننے کے لئے تم کو زحمت دی ہے[4]

فضل و کمال | مسلم فضل و کمال کی حیثیت سے کوئی امتیاز نہ رکھتے تھے تاہم اُن کا دامن حدیث نبوی سے بالکل خالی نہین ہے، اون سے اون کے لڑکے حارث نے حدیث روایت کی ہے[5]

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۳۰، [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۷۶، [3] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۳۰، [4] ابن سعد حوالۂ مذکور، [5] تہذیب الکمال ص ۳۷۵،

۱۱۶ حضرت مسور بن مخرمہؓ

نام و نسب مسور نام، ابو عبد الرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، مسور بن مخرمہ بن نوفل بن اہیب بن زہرہ ابن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی زہری، مسور مشہور صحابی حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے بھانجے تھے،

پیدائش و بچپن مسور کی والدہ عاتکہ دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئی تھین اور شرفِ ہجرت سے بھی مشرف ہوئین، مسور انھین سیدہ خاتون کے بطن سے ۲؁ ہجری مین مکہ مین پیدا ہوئے، اور فتح مکہ کے بعد چھ برس کے سن مین مدینہ آئے،[1]

عہدِ نبوی مین بہت صغیر السن تھے، اس لئے اس عہد کے حالات مین طفلانہ واقعات کے سوا اور کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہین ہے، آنحضرت صلعم کی خدمت مین آیا جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ وضو فرما رہے تھے، اور مسور آپ کی پشت پر کھڑے تھے، اتفاقاً پشتِ مبارک سے چادر ہٹ گئی اور خاتمِ نبوت نظر آنے لگی، ایک یہودی ادھر سے گذرا، اُس نے مسور سے کہا محمدؐ کی پیٹھ پر سے چادر ہٹا دو، یہ بچے تھے ہٹانے لگے، آپ نے اُن کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارا،

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ چھوٹا سا تہ بند باندھے ہوئے، ایک وزنی پتھر اٹھائے ہوئے تھے، تہبند چھوٹا تھا کھل گیا، ہاتھ پتھر مین پھنسے تھے، اس لئے تہ بند نہ باندھ سکے اور اسی حالت مین پتھر لئے ہوئے چلے گئے، آنحضرت صلعم نے دیکھ کر فرمایا تہبند اٹھا لو ننگے نہ پھرو،[2]

اسی صغر سنی مین حجۃ الوداع مین شریک ہوئے لیکن واقعات سب یاد تھے، چنانچہ روایت

[1] اصابہ ج ۶ ص ۹۰، مسور کی پیدائش کے بعد اون کی ماں نے ہجرت کی تھی لیکن مسور چھ برس تک اسلئے مکہ مین رہے کہ ان کے والد مخرمہ بن نوفل فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے، مسور انھین کے ساتھ مکہ آئے، [2] ایضاً،

اسی صغر سنی میں حجۃ الوداع میں شریک ہوئے لیکن واقعات سب یاد تھے، چنانچہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے عرفات میں خطبہ دیا، اور حمد کے بعد فرمایا کہ "بت پرست اور مشرک دن رہے جب آفتاب پہاڑ کے سر پر ہوتا تھا یہاں سے چلے جاتے تھے، اور ہم غروب آفتاب کے بعد جائیں گے، اور لوگ مشعر حرام سے اوقت جاتے، جب آفتاب خوب پھیلا ہوتا تھا"[1]

عہد خلفاء۔ خلفاء اربعہ کے زمانہ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ مجلس شوریٰ کے رکن تھے جب وہ مشورہ وغیرہ کے لئے جانے لگتے تو مسور بھی ان کے ساتھ ہو لیتے تھے[2]

حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک مدینہ میں رہے، اون کی شہادت کے بعد مکہ میں اقامت اختیار کرلی، یزید اور عبد اللہ بن زبیرؓ کے اختلافات میں عبد اللہ بن زبیرؓ کے ساتھ تھے ۶۴ھ میں جب شامی فوجوں نے حرم کا محاصرہ کیا تو مسور بھی عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ محصور رہے اور حطیم میں نماز پڑھتے تھے[3]

شہادت۔ اسی محاصرہ کے زمانہ میں جب کہ حرم پر گولہ باری ہو رہی تھی، ایک دن مسور حسب معمول کھلے بندوں حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پتھر آکر اون کے لگا، اس کے صدمہ سے پانچویں دن وفات پا گئے، عبد اللہ بن زبیرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اس وقت ۶۸ سال کی عمر تھی[4]۔

فضل وکمال۔ گو مسور آنحضرت صلعم کی حیات میں بہت کم سن تھے، تاہم آپ سے سنی ہوئی بعض حدیثیں اون کے حافظہ میں محفوظ تھیں، اون کی صغر سنی کی وجہ سے بعض محدثین اون کے سماع کے منکر ہیں لیکن محدث حاکم نیشاپوری کے نزدیک اون کا سماع ثابت ہے[5]، تاہم اون کی مرفوع روایات بہت کم ہیں، اون کی روایات کی مجموعی تعداد جس میں مرفوع اور غیر مرفوع

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۴، [2] استیعاب ج اول ص ۲۱۹، [3] اسد الغابہ و مستدرک حاکم ترجمہ مسور، [4] مستدرک ج ۳ ص ۵۲۳ یہ محاصرہ ۶۴ھ تک جاری رہا تھا ۶۴ھ سے لیکر ۶۴ھ تک کسی وقت میں مسور کی شہادت ہوئی، [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۴

سب شامل ہین، بائیس[۲۲] ہے، ان مین سے ۲ متفق علیہ ہین اور ۳ مین امام بخاری، اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین[۱]،

اہل بیت نبوی سے روابط اور عقیدت

اہل بیت نبوی سے خاص تعلقات اور عقیدت رکھتے تھے، اور وہ سب بھی انھین مانتے تھے، حضرت عائشہؓ عبداللہ بن زبیرؓ کی خالہ تھین اس لئے ابن زبیر اون کی بڑی امداد کرتے تھے، حضرت عائشہؓ بڑی فیاض تھین، جوکچھ ملتا سب خرچ کر ڈالتین، اون کی غیر معتدل فیاضی پر ابن زبیرؓ نے کہا کہ اگر وہ اپنا ہاتھ نہ روکین گی تو مین آیندہ کچھ نہ دونگا حضرت عائشہؓ کو خبر ہوئی تو انھین اس کا بہت صدمہ ہوا، اور قسم کھائی کہ اب مین ابن زبیر سے کبھی نہ کچھ لونگی اور نہ اون سے بولونگی، اس عہد پر عرصہ تک قائم رہین، ابن زبیرؓ ان کے اس عہد سے بہت پریشان ہوئے اور بہت سے لوگون کو درمیان مین ڈال کر صفائی کی کوشش کی، لیکن حضرت عائشہؓ نے کسی کی سفارش نہ سنی، آخر مین ابن زبیرؓ نے مسور سے کہا کہ تم مجھے کسی طرح خالہ کے پاس پہنچادو، چنانچہ یہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور بڑی مشکلون سے ان کی خطا معاف کرائی[۲]،

ایک مرتبہ حضرت حسن بن حسن بن علیؓ نے مسور کی لڑکی کے ساتھ اپنا پیام بھجوایا، مسور جاکر اون سے ملے اور عرض کیا، "خدا کی قسم کوئی نسب کوئی تعلق اور کوئی رشتہ میرے نزدیک آپکے نسب، آپکے تعلق اور آپ کے ساتھ سسرالی رشتہ قائم کرنے سے زیادہ محبوب و معزز نہین ہے، لیکن رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "فاطمہ میرا گوشت پوست ہے، جس نے اس کو رنجیدہ کیا، اوس نے مجھکو رنجیدہ کیا، اور جس نے اوس کو خوش رکھا اوس نے مجھکو خوش رکھا، اور قیامت کے دن میرے نسبی اور سسرالی رشتہ اور تعلق کے سوا باقی تمام رشتے اور تعلقات ٹوٹ جائین گے" ایسی حالت مین میرے لئے آپ سے رشتہ قائم کرنا باعث شرف و افتخار ہے، لیکن فاطمہ کی لڑکی دپوتی،

---

[۱] تہذیب الکمال ص ۷۰۳، [۲] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ لخصا،

آپ کے نکاح مین ہے، اس لئے مین اپنی لڑکی آپ کے ساتھ بیاہ کر فاطمہ کی لڑکی کو رنج و تکلیف نہین پہونچا سکتا[1]،

آثار نبوی سے بڑی گہری عقیدت تھی، اور اوس کی حفاظت کا بڑا خیال رکھتے تھے، کربلا کے حادثۂ عظمیٰ کے بعد جب امام زین العابدین مدینہ واپس آئے، تو مسور نے اون کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ جو خدمت میرے قابل ہو اس کے بجالانے کے لئے بسر و چشم حاضر ہون، زین العابدین نے کہا کوئی اس قسم کی ضرورت نہین ہے، آنحضرت صلعم کی تلوار زین العابدین کے پاس تھی مسور کو خطرہ تھا کہ یہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائیگی، اس لئے عرض کیا آپ مجھ کو رسول اللہ صلعم کی تلوار دے سکتے ہین؟ مجھکو خطرہ ہے کہ وہ آپ کے ہاتھون سے نکل جائیگی، اور اگر میرے پاس رہیگی تو جب تک میری جان مین جان باقی ہے اوس کو کوئی ہاتھ نہین لگا سکتا[2]،

۱۷۔ حضرت مطیع بن اسودؓ

نام و نسب، | جاہلی نام عاص اور اسلامی مطیع ہے، نسب نامہ یہ ہے، مطیع بن اسود بن حارثہ بن نضلہ بن عوف بن علید بن عویج بن عدی بن کعب قرشی عدوی،

اسلام | فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے، اوس وقت اون کا نام "عاص" نافرمان تھا، آنحضرت صلعم نے بدل کر "مطیع" فرمان بردار رکھا[3]، تبدیل نام کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے، کہ ایکمرتبہ آنحضرت صلعم مسجد مین منبر پر تشریف فرما لوگون کو بٹھا رہے تھے، اسی دوران مین عاص گئے اور آنحضرت صلعم کا ارشاد سن کر سب سے آخر مین بیٹھ گئے، آنحضرت صلعم کے منبر سے اترنے کے بعد عاص جا کر آپ سے ملے، آپ نے پوچھا تم کو مین نے نماز مین نہین دیکھا، عرض کی فدیت

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۲۳، [2] ایضاً ۳۲۶، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۱۲،

بابی وامی یا رسول اللہ میں جس وقت مسجد میں داخل ہو رہا تھا، اس وقت آپ لوگوں کو بیٹھنے کا حکم دے رہے تھے، اسلئے میں سب کے آخر میں بیٹھ گیا، جہاں آپ کی آواز پہنچ جاتی تھی، یہ سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا تم عاص نہیں بلکہ مطیع ہو، اس دن سے ان کا نام مطیع ہو گیا[1]

وفات| حضرت عثمان کے عہد خلافت میں وفات پائی[2]

اولاد| ان کے کئی اولادیں تھیں، عبد اللہ اور سلیمان وغیرہ، عبد اللہ جنگ جمل میں حضرت عایشہ کی حمایت میں کام آئے[3]

۱۱۸- حضرت معاویہ بن حکم

نام ونسب| معاویہ نام، باپ کا نام حکم تھا، معاویہ بنو سلیم میں بود و باش رکھتے تھے، اور بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے،

اسلام| ہجرت کے بعد کسی سنہ میں مشرف باسلام ہوئے قبول اسلام کے بعد مکتب نبوت میں اسلام کی تعلیم حاصل کی، اپنی تعلیم اور اسلام کے واقعات کو وہ خود بیان کرتے ہیں، کہ جب میں رسول اللہ صلعم کے پاس آیا تو اسلام کے بعض احکام سیکھے منجملہ اور تعلیمات کی مجھکو ایک تعلیم یہ بھی ملی کہ جب کوئی چھینکے تو الحمد للہ کہو، اور جب کوئی چھینک کر الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہو، ایک دن میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی نے چھینکا اور الحمد للہ کہا میں نے باواز بلند یرحمک اللہ جواب دیا، لوگوں نے مجھکو گھورنا شروع کیا، میں نے کہا تم لوگ مجھے غضب آلود نگاہوں سے کیوں گھور رہے ہو، میرے اس سوال پر لوگوں نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا، جب آنحضرت صلعم نماز ختم کر چکے تو پوچھا نماز میں کون بولا تھا، لوگوں

---

[1] استیعاب ج اول ص ۲۹۲، [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۷۴، [3] استیعاب ج اول ص ۲۹۲،

نے مجھکو بتایا کہ یہ اعرابی تھا، آپ نے مجھکو بلا کر فرمایا نماز قرات قرآن اور اللہ عزوجل کے ذکر کے لئے ہے، جب تم نماز پڑھو تو تمھاری یہ شان ہونی چاہئے یعنی اللہ عزوجل کا ذکر، اور قرأت قرآن، معاویہ پر اس نرمی کا یہ اثر ہوا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے زیادہ نرم معلم نہین دیکھا،[۱]

اسی دوران تعلیم مین انھون نے جاہلیت کے اوہام کے متعلق چند سوالات کئے کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ابھی زمانۂ جاہلیت سے زیادہ قریب ہین، ابھی اسلام کو آئے ہوئے زیادہ زمانہ نہین گذرا، اس لئے ہم مین ابھی تک کچھ لوگ کاہنون کے پاس جاتے ہین، فرمایا تم ان کے پاس نہ جایا کرو، پھر پوچھا کہ بعض لوگ اوہام سے فال بد لیتے ہین فرمایا یہ دل کے اوہام ہین ان سے نہ متاثر ہونا چاہئے پھر یہ سوال کیا کہ

یا رسول اللہ ہم مین کچھ لوگ ایسے ہین، جو خط کھینچتے ہین (جاہلیت کے تفاؤل کا ایک طریقہ تھا) فرمایا بعض انبیا بھی خط کھینچتے تھے اس لئے اگر کوئی ایسا خط کھینچے تو کوئی مضائقہ نہین، آخر مین عرض کیا، یا رسول اللہ میری ایک لونڈی ہے، جو احد اور جوانیہ کی طرف بکریان چرایا کرتی تھی، ایک دن وہ اس پر چڑھ گئی، اور ایک بکری بھیڑیا لے گیا، مین انسان ہون مجھے غصہ آگیا، مین نے لونڈی کو مارا، آنحضرت صلعم کو یہ ناگوار ہوا، آپ کی ناگواری دیکھکر مین نے کہا اس کو اس کفارہ مین آزاد کرتا ہون، فرمایا، اس کو میرے پاس لاؤ، مین لے آیا، آپ نے اس سے پوچھا اللہ کہان ہے؟ اوس نے کہا آسمان پر، پوچھا مین کون ہون اُس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہین، فرمایا، اس کو آزاد کردو، یہ مومنہ ہے،[۲]

---

[۱] ابو داؤد کتاب ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ،

[۲] ایضاً ج اول ص ۱۳۹،

۱۱۹ حضرت معقل بن سنانؓ

نام ونسب، معقل نام ابو عبد الرحمٰن کینت، نسب نامہ یہ ہے، معقل بن سنان بن مظہر بن عرکی بن فتیان بن سبیع بن بکر بن اشجع اشجعی،

اسلام وغزوات، فتحِ مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، فتحِ مکہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب اور اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے[۱]

عہد فاروقی کوفہ آباد ہونے کے بعد یہان گھر بنا لیا حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ایک مرتبہ مدینہ آئے، بڑے صاحب جمال تھے، کسی (غالبًا عورت) نے ان کے حسن وجمال کی تعریف مین یہ شعر کہا۔

اعوذ برب الناس من شر معقل　　اذا معقل راح البقیع مرجلا

"مین لوگون کے رب سے معقل کے شر سے پناہ مانگتی ہون جب وہ گیسو سنوار کے بقیع کی طرف نکلتے ہین"

حضرت عمرؓ نے یہ شعر سنا تو ان کو مدینہ سے بصرہ بھیجدیا،[۲]

یزید کی مخالفت معقل یزید کے غیر شرعی طور وطریق کی وجہ سے اوس کے سخت خلاف تھے امیر معاویہؓ نے جب یزید کی بیعت کے لئے ممالک محروسہ سے وفود طلب کئے تو معقل بھی مدینہ والون کے ساتھ اظہار بیعت کے لئے بھیجے گئے، شام جانے کے بعد ایک دن یزید کے ندیم خاص مسلم بن عقبہ کے سامنے یزید کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے، کہ مین یزید کی بیعت کے لئے جبراً بھیجا گیا ہون، میری آمد کو قضائے الٰہی کے سوا کیا کہا جائے، جو شخص میخوار ہو محرمات کے ساتھ نکاح کرتا ہو،

[۱] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۵، [۲] ایضاً،

وہ کس طرح بیعت کا مستحق ہے، ؟ اسی سلسلہ میں انھوں نے یزید کی تمام برائیاں بیان کر ڈالیں اور مسلم سے کہا کہ میں نے تم سے یہ باتیں رازدارانہ کی ہیں اس لئے ان کو اپنی ہی ذات تک محدود رکھنا، مسلم نے کہا امیر المومنین سے تو نہ کہونگا، لیکن جب موقع ملیگا تمھاری گردن اڑا دونگا۔[1]

دینوری کا بیان ہے کہ معقل نے کہا تھا کہ میں مدینہ واپس جاکر فاسق و فاجر یزید کی بیعت توڑکر مہاجرین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا، اوس وقت مسلم اون پر قابو نہ پا سکا، مگر قسم کھائی کہ جب بھی تم میرے قابو میں آؤگے تمھاری گردن اڑا دونگا۔[2]

شہادت | مدینہ آنے کے بعد معقل نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا، جب عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز میں خلافت کا دعویٰ کیا اور یزید نے اون کے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کیں تو معقل ابن زبیرؓ کے ساتھ ہوگئے اور جب ابن زبیرؓ نے شکست کھائی، تو مدینہ کے لوگوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے اور مسلم کے سامنے پیش کئے گئے، معقل پیاسے تھے، مسلم نے کہا معقل پیاسے معلوم ہوتے ہو، انھوں نے اثبات میں جواب دیا، مسلم نے بادام کا شربت بنانے کا حکم دیا، اور شربت پلاکر کہا اب کبھی کسی مفرح چیز کی خواہش کرنے کا موقع نہ ملے گا، یہ کہکر اون کی گردن مارنے کا حکم دیا، فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی اور معقل حق پرستی کے جرم پر بنی امیہ کی ستم آرائی کا شکار ہوگئے۔[3]

فضل و کمال | فضل و کمال اور مذہبی حیثیت کا اندازہ علامہ ابن عبدالبر کی اس رائے سے کیجئے، کان فاضلا تقیا شابا معقل فاضل پاکباز اور جوان تھے۔[4]

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۳۲، [2] اخبار الطوال ص ۲۷۶، [3] مستدرک ج ۳ فضائل معقل، [4] استیعاب ج اول ص ۲۶۶،

۱۳۰۔ حضرت معقل بن یسارؓ

نام و نسب، معقل نام ابو عبد اللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے معقل ابن یسار بن عبد اللہ بن ناصفیر بن حراق بن لای بن کعب بن عبد بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر،

اسلام اور صلح حدیبیہ میں شرکت، معقل صلح حدیبیہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اور جس وقت آپ لوگون سے موت پر بیعت (بیعت رضوان) لے رہے تھے اس وقت معقل ایک شاخ سے آپ کے اوپر سایہ کئے ہوئے کھڑے تھے[1]

عہدۂ قضا، آنحضرت صلعم نے اون کو قبیلہ مزینہ کا قاضی بنانا چاہا، انھون نے معذرت کی کہ مجھ مین اس ذمہ داری کے سنبھالنے کی اہلیت نہین ہے، آپ نے دوبارہ فرمایا نہین تم ان کے فیصلے کیا کرو، انھون نے پھر معذرت کی کہ مین اچھی طرح فیصلہ نہین کر سکتا، تیسری مرتبہ پھر آپ نے باصرار فرمایا، نہین تم فیصلہ کرو، خدا قاضی کے ساتھ اوس وقت تک رہتا ہے، جب وہ عمداً ظلم و ناانصافی نہین کرتا،[2]

عہد فاروقی، معقل کی قوت فیصلہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ انھین بہت مانتے تھے، مہمات امور مین اون سے مشورہ کرتے اور بڑی بڑی خدمتین اون کے سپرد کرتے، عراق کی فوجکشی کے سلسلہ مین ۲۰ھ مین جب یزدگرد نے مردان شاہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانون کے مقابلہ کے لئے بھیجا تو حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہ سے مشورہ لیا اس مشورہ مین معقل بھی تھے[3]،

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۵، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۷، [3] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۶،

اسی زمانہ مین حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ مین ایک نہر کھدانے کا حکم دیا، اور فرمایا تیاری کے بعد معقل کے ہاتھون سے اوس مین پانی جاری کرایا جائے[1] امیر معاویہ کے زمانہ مین جب پانی دوبارہ اس نہر کو دوبارہ درست کرایا تو تبرکاً معقل ہی کے ہاتھون اس کا افتتاح کرایا[2]،

علالت اور وفات امیر معاویہ کے زمانہ مین بیمار پڑے، عبید اللہ بن زیاد اونکی عیادت کو آیا اس سے فرمایا میرا وقت آخر ہے، اگر زندگی کی امید ہوتی تو ایک حدیث جس کو مین نے ابھی تک نہین بیان کیا ہے نہ بیان کرتا لیکن اب وقت آخر ہے اس لئے بیان کئے دیتا ہون، مین نے آنحضرت صلعم کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ "جو شخص رعایا کی گلہ بانی کرتا ہے، اگر اوس نے رعایا کی خیانت کی اور اسی حالت مین مرگیا تو خدا اوس پر جنت حرام کر دیگا[3]"، اسی مرض مین وفات پائی، ساٹھ اور ستر کے درمیان عمر تھی[4]،

فضل وکمال حضرت معقلؓ بڑے صاحب کمال صحابی تھے، ان کے کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے انھین باصرار قبیلہ مزینہ کا عہدۂ قضا سپرد کیا، بہت سے ایسے مسائل جن کے متعلق کبار صحابہ نے آنحضرت صلعم سے کوئی فیصلہ نہ سنا تھا معقل کے علم مین تھے، ایک مرتبہ کسی شخص نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا کہ ایک شخص نے بلاتعین مہر ایک عورت سے شادی کی اور بلاخلوت صحیحہ مرگیا ایسی صورت مین عورت کو ترکہ اور مہر ملیگا یا نہین، انھون نے (غالباً قیاس سے) جواب دیا بلاشبہہ اس قسم کی منکوحہ کو اس کے جیسی اوصاف والی عورت کے برابر مہر ملیگا میراث بھی پائیگی اور عدت بھی پوری کرنی ہوگی، معقل بھی موجود تھے انھون نے کہا آنحضرت صلعم نے بروع بنت واشق کے بارہ مین یہی فیصلہ فرمایا تھا، عبد اللہ بن مسعودؓ کو آپ کا یہ فیصلہ معلوم نہ تھا اس لئے اپنے فیصلہ کے توارد پر بہت محظوظ ہوئے[5]،

---

[1] فتوح البلدان ص ۳۶۶، [2] ایضاً، [3] مسلم کتاب الایمان باب استحقاق الوالی الغاش لرعیۃ النار، [4] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۶، [5] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۹۷

اون سے چونتیس حدیثیں مروی ہیں، ان میں ایک متفق علیہ ہے، اور ایک میں امام بخاری اور ۲ میں امام مسلم منفرد ہیں[1] ان کے رواۃ کا دائرہ خاصہ وسیع ہے، عمران بن حصین، معاویہ بن قرہ، علقمہ بن عبد اللہ حکم بن اعرج، عمرو بن میمون، حسن بصری، نافع بن ابی نافع، ابی الملیح بن اسامہ، مسلم بن مخراق، عیاض اور ابو خالد وغیرہ، نے ان سے روایتیں کی ہیں[2]

غیرت وحمیت، معقل نہایت غیور اور باحمیت آدمی تھے، شادی اور طلاق عربوں میں معمولی بات تھی، مگر اون کی غیرت طلاق کو پسند نہ کرتی تھی، اور وہ اسے نہایت مکروہ سمجھتے تھے انھوں نے ایک شخص کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کی، اوس نے چند دنوں کے بعد طلاق دیدی، اور عدت گذرنے کے بعد پھر نکاح کا پیام دیا، معقل نے کہا میں نے تمھارے ساتھ شادی کرکے تمھاری عزت افزائی کی تھی تم نے طلاق دیدی اب کبھی تمھارے ساتھ شادی نہ کرونگا، اون کے انکار پر یہ حکم نازل ہوا،

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن — جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت

فلا تعضلوهن الخ — پوری کرچکیں تو ان کو نہ روکو،

اس حکم ربانی کے سامنے غیرت مندی اور خودداری کے تمام جذبات سرد پڑگئے، رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ، مجھے کوئی عذر نہیں، اور دوبارہ اوس شخص کے ساتھ بہن کی شادی کردی[3]

---

[1] تہذیب الکمال ص ۳۸۳، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۳۵، [3] بخاری کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی،

(۲۱) حضرت ناجیہ بن جندبؓ،

نام ونسب | ذکوان نام، ناجیہ خطاب، اور صاحب البدن لقب ہے، نسب نامہ یہ ہے، ناجیہ بن جندب ابن عمیر بن یعمر بن دارم بن عمرو بن واثلہ بن سہم بن مازن بن سلامان بن افصی اسلمی،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، لیکن حدیبیہ سے پہلے مشرف باسلام ہوچکے تھے، صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اور آنحضرت صلعم کے قربانی کے جانورون کے نگران تھے[1] مدینہ سے نکلنے کے بعد کچھ دور بڑھکر آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا کہ قریش نے خالد بن ولید کو روکنے کیلئے بھیجا ہے، آپ لڑنا پسند نہ فرماتے تھے، اس لئے ہمراہیون سے پوچھا تم مین کون ایسا شخص ہے جو ان لوگون (قریش) کا راستہ بچاکر ہم کو دوسرے راستہ سے نکال لیجائے، جندب نے عرض کی فدیت بابی وامی یارسول اللہ مین یہ خدمت انجام دونگا، چنانچہ قریش کا راستہ کاٹ کر ایک دوسرے راستہ سے مسلمانون کو حدیبیہ پہنچادیا[2]،

حدیبیہ کے جس میدان مین مسلمان خیمہ زن ہوئے تھے وہان پانی نہ تھا، جابجا خشک گڈھے تھے لوگون نے آنحضرت صلعم سے پانی کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر ناجیہ کو دیا کہ اون کو جاکر خشک گڈھے مین گاڑدو، انھون نے ایک گڈھے کے وسط مین گاڑدیا، اس کی برکت سے خشک گڈھے مین پانی کا فوارہ چھوٹنے لگا،

حدیبیہ کے پاس جب معلوم ہوا کہ قریش مکہ کے داخلہ مین مزاحم ہونگے، تو ناجیہ نے عرض کیا یارسول اللہ اجازت ہو تو مین جانورون کو حرم مین لیجاکر ذبح کردون، فرمایا موجودہ حالات مین تم کس طرح لیجاسکتے

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۴، [2] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۲

ہو، عرض کیا، مین ایسے راستہ سے لیجاؤن گا، کہ قریش کو پتہ تک نہ چلے گا، چنانچہ آپ نے جانور اون کے حوالے کردیئے، انھون نے حرم مین لیجا کر ذبح کردیا، [1]

عمرۃ القضاۃ مین بھی آنحضرت صلعم کے قربانی کے جانورون کو لیجانے اور اون کی نگرانی کی خدمت انھین کے سپرد ہوئی، چنانچہ یہ آنحضرت صلعم سے پہلے چار اسلمی نوجوانون کو ساتھ لیکر قربانی کے جانورون کو مکہ لے گئے، [2]

حجۃ الوداع حجۃ الوداع مین بھی ہمرکاب تھے، اس مین بھی آنحضرت صلعم کے قربانی کے جانورون کی نگرانی انھین کے سپرد تھی [3]، اسی لئے اون کو صاحب بدن رسول اللہ یعنی رسول اللہ کے قربانی کے جانوروالے کہا جاتا ہے [4]،

وفات امیر معاویہ کے عہد خلافت مین وفات پائی، [5]

۱۲۲- حضرت نبیشۃ الخیرؓ

نام ونسب نبیشہ نام، ابوطریف کنیت، خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے نبیشۃ بن عمرو بن عوف بن عبداللہ بن عتاب بن حارث بن حصین بن نابغہ بن لحیان بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر مضری،

اسلام ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جاسکتا، فتح مکہ کے بعد کسی وقت مشرف باسلام ہوئے،

خیر کا خطاب اسلام کے بعد دربار رسالت سے خیر کا لقب ملا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبیشہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اوس وقت آپ کے پاس کچھ قیدی تھے، نبیشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان پر احسان فرمائیے، اور فدیہ لیکر رہا کردیجئے، فرمایا تم نے نیک صلاح دی، تم

[1] اصابہ ج ۶ ص ۲۲۲، [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۴، [3] ایضاً، [4] استیعاب تذکرۂ ناجیہ،

[5] ابن سعد حوالۂ مذکور،

نبیشۃ الخیر ہوئی

وفات | زمانۂ وفات کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین،

فضل وکمال | حضرت نبیشہ رضؓ سے گیارہ حدیثین مروی ہین[1]،

تبلیغ فرمان رسول | فرمان نبوی کی تبلیغ کا جب کوئی موقع آجاتا خواہ وہ کتنا ہی غیر اہم کیون نہ ہوتا نبیشہ تبلیغ کا فرض ادا کردیتے، ایک مرتبہ چند آدمی ایک بڑے پیالہ مین کھانا کھارہے تھے، اتفاق سے نبیشہ بھی پہنچ گئے، انھون نے ان لوگون سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے جو شخص کھانے کے بعد پیالہ چاٹیگا مین اوس کے لئے دعائے مغفرت کرونگا[2]،

۱۲۳۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضؓ

نام ونسب | واثلہ نام، ابوقرصافہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، واثلہ بن اسقع بن عبدالعزیٰ بن عبد یالیل ابن ناشب بن عنزہ بن سعد بن لیث بن بکر بن کنانہ کنانی،

اسلام | سنہ ۹ھ مین غزوۂ تبوک سے چند دن پہلے قبول اسلام کے ارادہ سے مدینہ آئے، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا جاؤ پانی اور بیری کی پتیون سے نہاؤ اور زمانۂ کفر کے بالون کو صاف کراؤ، یہ کہکر اون کے سر پر دست شفقت پھیرا[3]،

غزوۂ تبوک | اون کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی غزوۂ تبوک کی تیاریان شروع ہوئین، تمام مجاہدین اپنا اپنا سامان درست کررہے تھے، واثلہ بھی تیاری کرنے کے لئے گھر گئے، لیکن یہان کچھ نہ تھا اس لئے واپس آئے، اون کی واپسی تک مجاہدین کا قافلہ روانہ ہوچکا تھا، اور اون کے لئے شرکت کی بظاہر کوئی صورت باقی نہ تھی، لیکن ذوق جہاد سے تاب کئے ہوئے تھا، چنانچہ انھون نے مدینہ کی گلیون

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۲۳، [2] تہذیب الکمال ص ۴۰۵، [3] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۲۲، [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۰،

مین پھر پھر صدا لگانا شروع کی کہ "کون مجھ کو میرے مالِ غنیمت کے بدلہ مین تبوک سلے چلتا ہے" اتفاق سے
ایک انصاری بزرگ بھی باقی رہ گئے تھے انھون نے کہا، مین لے چلونگا کھانا مین دونگا، اور اپنی سواری
پر بٹھاؤن گا، خدا کی برکت پر بھروسہ کرکے تیار ہوجاؤ، واثلہ کو تیاری ہی کیا کرنی تھی فوراً ساتھ ہوگئے، انصاری
بزرگ نے نہایت حسنِ سلوک اور شریفانہ طریقہ سے انھین رکھا، اور وہ غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے،
لڑائی ختم ہونے کے بعد اوس کے مالِ غنیمت مین سے چھ اونٹنیان واثلہ کے حصہ مین بھی آئین، شرط کے مطابق
وہ ان اونٹنیون کو انصاری بزرگ کے پاس لائے، انھون نے ان اونٹنیون کی چال ڈھال وغیرہ کو دیکھنے
کے بعد کہا تمھاری یہ سب اونٹنیان نہایت اچھی ہین، واثلہ نے کہا شرط کے مطابق سب حاضر ہین، انصاری
بزرگ نے کہا بھتیجے تمھاری اونٹنیان تمھین مبارک ہون تم انھین لیجاؤ، میرا مقصد صرف ثوابِ
آخرت تھا[1]،

بیت المقدس کا قیام، بصرہ آباد ہونے کے بعد کچھ دنون یہان رہے، پھر شام منتقل ہوگئے، اور دمشق سے
تین کوس کی مسافت پر بلاط نامی گاؤن مین اقامت اختیار کرلی، اور شام کی لڑائیون مین شریک ہوتے
رہے، آخر مین بیت المقدس مین سکونت اختیار کرلی تھی[2]،

وفات، ۸۳ھ مین ۱۰۵ سال کی عمر مین وفات پائی، واقدی کے بیان کے مطابق ۸۵ھ مین انتقال
کیا، اور ۹۸ سال کی عمر تھی[3]، آخر عمر مین بصارت جاتی رہی تھی، داڑھی مین زرد خضاب کرتے تھے[4]،

فضل وکمال، واثلہ اصحابِ صفہ مین تھے[5] اصحابِ صفہ کا مشغلہ تعلیم وتعلم تھا، اس لئے واثلہ کا بھی یہی
مشغلہ تھا، اس کے علاوہ وہ آنحضرت صلعم کی خدمت گذاری کی بھی سعادت حاصل کرتے تھے[6]، گو
اس سعادت کی مدت سال سوا سال سے زیادہ نہ تھی، تاہم اس تقریب سے انھین خدمتِ نبوی

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب الرجل یکری دابتہ علی النصف او السہم، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۷، [3] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۹،
[4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۷، [5] ابن سعد حوالۂ مذکور، [6] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۵،

کی حاضر باشی اور استفادہ کا کافی موقع ملتا تھا، اس لئے بہت سی احادیث نبوی اون کے حافظہ مین محفوظ تھین، چنانچہ اون کی مرویات کی مجموعی تعداد چھپن ۵۶ ہے، ان مین سے ایک مین بخاری اور ایک مین مسلم متفرد ہین[1] انسے ان کی لڑکیون فسیلہ، جمیلہ اور اسماء نے اور دوسرے رواۃ مین بسر بن سعد، بسر بن عبید اللہ، مکحول، عبد اللہ بن عامر اور شداد بن عمارہ وغیرہ نے روایتین کی ہین[1]،

روایتِ حدیث مین واثلہ کا اصول

روایتِ حدیث مین واثلہ الفاظ کی پابندی ضروری نہین سمجھتے تھے، اور صرف حدیث کا صحیح مفہوم اور منشا بیان کر دینا کافی سمجھتے تھے، ان کی حدیث دانی کی وجہ سے شائقین حدیث ان کے پاس سماع کے لئے آیا کرتے تھے، ایکمرتبہ مکحول نے آکر کہا ابو الاسقع کوئی ایسی حدیث سنایئے جس مین آپ کو کسی قسم کا شک وشبہہ نہ ہو، نہ اوس مین کوئی زیادتی ہو اور نہ کچھ بھولے ہون، یہ شرائط سنکر واثلہ نے حاضرین سے سوال کیا تم مین سے کسی نے گذشتہ شب کو قرآن پڑھا ہے؟ لوگون نے کہا ہان لیکن ہم حافظ نہین ہین، بولے جب قرآن کو جو تمھارے پاس لکھا ہوا موجود ہے، صحیح طور پر حافظہ مین محفوظ نہین رکھ سکتے اور اس مین تم کو کمی بیشی ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو حدیثین جن کو بیشتر حالتون مین ہم نے صرف ایک ہی مرتبہ سنا ہے بجنسہا کیونکر یاد رہ سکتی ہین، روایتِ حدیث مین تمھارے لئے اتنا کافی ہے کہ حدیث کا مفہوم اور اوس کے صحیح معنی بیان کردو[2]،

عبادت

واثلہ اوراد و وظائفِ ماثورہ نہایت پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے، ان کی صاحبزادی اسماء کا بیان ہے کہ والد نمازِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک قبلہ رخ بیٹھکر وظیفہ پڑھتے تھے، اور اس وقت جب کبھی مین ان سے کسی ضرورت سے بات کرنا چاہتی تو بولتے نہ تھے، ایک دن مین نے پوچھا آپ بولتے کیون نہین، فرمایا مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ جو شخص نماز کے بعد بغیر کسی سے بات کئے ہوئے سو مرتبہ قل ہو اللہ تلاوت کر لے تو اوس کے اس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہین[3]،

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۵ و تہذیب الکمال ص ۴۱۹، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۹، [3] ایضاً ص ۵۷۰،

فیاضی ابتدا میں نہایت نادار تھے، اسی لئے اصحاب صفہ کے زمرہ میں شامل ہو گئے تھے، بعد میں خدا نے فارغ البال کیا، فارغ البالی کے زمانہ میں نہایت فیاض اور سیر چشم تھے، اور صبح و شام دونوں وقت برابر لوگوں کو بلا کر کھانے میں شریک کرتے تھے[1]

۲۱۴ حضرت وائل ؓ بن حجر

نام و نسب وائل نام، ابو ہنیدہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، وائل بن حجر بن ربیعہ بن وائل بن یعمر حضرمی آپ کے والد حجر سلاطین حضر موت میں تھے، وائل خود حضر موت کے رئیس تھے،

اسلام فتح مکہ کے بعد جب عرب کے مختلف گوشوں کے وفود قبول اسلام کے لئے جوق در جوق مدینہ آنے لگے تو وائل بھی اپنے قبیلہ کے ساتھ مدینہ وارد ہوئے، آنحضرت صلعم نے ان کے ورود سے پیشتر صحابہ کو ان کی آمد کی اطلاع دیدی تھی، اور ان کا تعارف بھی کرادیا تھا، کہ "وائل بن حجر جو سلاطین حضر موت کی یادگار ہیں خدا اور رسول کے مطیع و فرمان بردار بنکر دور دراز کی مسافت طے کرکے حضر موت سے آرہے ہیں۔"

جب وائل مدینہ پہنچے، تو آنحضرت صلعم نے ان کے رتبہ کے مطابق اون کا استقبال کیا، قریب بلاکر ردائے مبارک بچھا کر اس پر بٹھایا، اور اون کے اور اون کی اولاد کے لئے دعا فرمائی کہ خدایا وائل ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر برکت نازل فرما اور انکو سرداران حضر موت کا حاکم بنا[2]

اسلام قبول کرنے کے بعد جب وائل واپس جانے لگے تو آنحضرت صلعم نے اون کو حضر موت میں زمین کا ایک قطعہ مرحمت فرمایا، اور ان کے بارہ میں ایک خط مہاجر بن امیہ کے اور دوسرا حضر موت کے رؤسا اور سرداروں کے نام لکھکر حوالہ کیا، اور چلتے وقت معاویہ کو کچھ دور تک مشایعت کے لئے ہمراہ کر دیا، وائل سوار تھے اور معاویہ سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے، گرمی کا موسم تھا، تپتی ہوئی ریت

[1] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۲۹، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۵،

پیرون کو جھلسائے دیتی تھی، معاویہ نے پاؤں جلنے کی شکایت کی، وائل نے کہا سواری کے سایہ مین آجاؤ، معاویہ نے کہا اس سے کچھ نہ ہوگا، اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیجئے، وائل ابھی نئے نئے اسلام لائے تھے، دماغ مین نخوت و رعونت بسی ہوئی تھی، جواب دیا خاموش تم بادشاہون کے ساتھ بیٹھنے کے قابل نہین ہو[1]

جنگ صفین مین شرکت | کوفہ آباد ہونے کے بعد یہان اقامت اختیار کرلی، جنگ صفین مین حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، اور حضرموت کا علم انھین کے ہاتھ مین تھا[2]

امیر معاویہ کے عہد خلافت مین ایک مرتبہ ان کے پاس گئے، امیر نے پہچان کر نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا اور اپنا واقعہ یاد دلایا، اور چلتے وقت نقدی سلوک کرنا چاہا، لیکن وائل نے انکار کردیا، ان کے انکار پر امیر معاویہ نے جاگیر پیش کی، مگر وائل نے اسے بھی قبول نہ کیا، اور کہا مجھکو اس کی ضرورت نہین کسی دوسرے حاجتمند کو دیدیا[3]

وفات | انھین کے عہد خلافت مین وفات پائی[4]

۱۲۵- وحشی بن حرب

نام ونسب | وحشی نام، ابو دسمہ کنیت، نسلاً حبشی اور حضرت جبیر بن مطعمؓ کے غلام تھے،

حمزہ کا قتل | جنگ بدر مین حضرت حمزہؓ نے جبیر بن مطعم کے چچا طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا، اس لئے جبیر کو انتقام کی بڑی فکر تھی، جب احد کی تیاریان شروع ہوئین تو جبیر نے وحشی سے کہا کہ اگر تم چچا کے انتقام مین حمزہ کو قتل کردو تو تم آزاد ہو، آزادی جیسی بیش قیمت شے کا نام سنکر وحشی فوراً تیار ہوگیا، میدان جنگ مین جب صف آرائی ہوئی اور مشرکین کی طرف "سباع" نے مبارز طلبی کی، تو حضرت حمزہؓ اس کے مقابلہ کو نکلے، اور ایک ہی وار مین اوس کا کام تمام کردیا، وحشی ایک چٹان کی آڑ مین گھات مین بیٹھا ہوا تھا

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۵، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۸۱، [3] استیعاب بحوالۂ مذکور، [4] اصابہ ج ۶ ص ۳۱۲،

جیسے ہی حضرت حمزہؓ "سباع" کو قتل کرکے ادھر سے گذرے اس نے نیزہ سے ایسا وار کیا کہ نیزہ ناف کے پار اتر گیا اور حضرت حمزہؓ اسی جگہ شہید ہوگئے[1]

اسلام | آنحضرت صلعم کو چچا کی شہادت کا انتہائی قلق تھا، اس لئے وحشی اشتہاری مجرم ہوگیا، اور جب مکہ فتح ہوا تو اوس نے طائف مین پناہ لی، جب طائف کا وفد آنحضرت صلعم کی خدمت مین جانے لگا تو لوگون نے وحشی سے کہا تم بھی وفد کے ساتھ چلے جاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلعم سفرا کے ساتھ برا برتاؤ نہین کرتے، لوگون کے کہنے سے وحشی ساتھ ہوگیا، اور مدینہ پہنچکر دفعۃً کلمہ پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے سامنے آگیا،[2]

حضرت حمزہؓ رسول اللہ صلعم کے محبوب ترین چچا تھے، آپ پر انکی شہادت کا نہایت شدید اثر تھا لیکن وحشی اولاً سفیر کی حیثیت سے اور پھر مسلمان ہوکر آئے تھے، اس لئے اون کے ساتھ کوئی برا سلوک نہین ہوسکتا، تاہم آپ نے اون کے چہرہ پر نظر ڈالن گوارا نہ کیا، وحشی سے پوچھا تم ہی نے حمزہ کو شہید کیا تھا، انھون نے محجوب ہوکر عرض کیا، آپ نے جو سنا ہے صحیح ہے، آپ نے فرمایا اگر ہوسکے تو تم اپنا چہرہ مجھے نہ دکھلاؤ، وحشی تعمیل ارشاد کے سوا کیا کرسکتے تھے، فوراً ہٹ گئے،[3]

حسن تلافی | حضرت حمزہؓ کی شہادت کا جرم وحشی کے دل پر ایک ایسا زخم تھا جو انھین چین نہین لینے دیتا تھا، اور وہ قبول اسلام کے بعد سے برابر اس کی تلافی کی کوشش مین لگے ہوئے تھے، خوش قسمتی سے بہت جلد انکو اس کا موقع مل گیا، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جب مشہور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا فتنہ اٹھا تو وحشی نے کہا اب وقت ہے کہ مین مسیلمہ کو قتل کرکے حمزہؓ کے خون کا کفارہ ادا کردون، چنانچہ وہی نیزہ جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا، لیکر مسیلمہ کے مقابلہ مین جانے والی مہم کے ساتھ ہوگئے،[4] اور میدان جنگ

[1] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ، [2] ابن ہشام ج اول ص ۹۴، [3] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ

[4] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۹۴،

مین پہنچکر مسیلمہ کی تاک مین لگے رہے، وہ ایک دیوار کے سوراخ کے پار نظر آیا، انھون نے نیزہ تان کر اوس کے سینہ پر ایسا وار کیا کہ نیزہ سینہ کے پار ہو گیا، جو کچھ کمی رہگئی، اوس کو ایک انصاری نے بڑھکر پوری کر دی[1]، اس طرح وحشی نے اسلام کے بہت بڑے دشمن کا خاتمہ کر کے حضرت حمزہؓ کا خونبہا ادا کر دیا،

۱۲۶ - حضرت وہبؓ بن قابوس

نام و نسب، وہب نام، باپ کا نام قابوس تھا، نسلاً قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتے تھے، اور ارض مزینہ مین رہتے تھے،

اسلام، جنگ احد کے زمانہ مین اپنے بھتیجے حارث کے ساتھ بکریان لے کر مدینہ آئے، یہان بالکل سناٹا تھا، پوچھا سب لوگ کہان گئے، معلوم ہوا کوہ احد پر آنحضرت صلعم کے ساتھ مشرکین کے مقابلہ مین گئے ہوئے ہین، یہ سنکر اسی وقت مشرف باسلام ہو گئے،

شہادت قبول اسلام کے بعد احد کی رزمگاہ مین پہنچے، ہنگامۂ کارزار گرم تھا، وہب مسلمانون کے ساتھ مل کر حملہ آور ہو گئے، اسی دوران مین مشرکین مین سے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل پشت کیجانب سے نمودار ہوئے، اور نہایت جگر مقابلہ کیا، ابھی یہ مقابلہ جاری تھا کہ مشرکین کا ایک اور جتھا نظر آیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا اس سے کون نپٹے گا وہب نے عرض کیا مین یا رسول اللہ! یہ وعدہ کر کے اسقدر تیر باری کی کہ جتھا ٹوٹ گیا، اسے واپس کیا تھا کہ دوسرا جتھا نمودار ہوا، آنحضرت صلعم نے فرمایا اس کے مقابلہ مین کون آتا ہے، وہب نے پھر اپنے کو پیش کیا، اور اس زور شور سے حملہ آور ہوئے کہ اس جتھے کا بھی منہ پھیر دیا، اس سے فارغ ہوئے تھے، کہ تیسرا جتھا دکھائی دیا، آنحضرت صلعم نے پھر فرمایا اس کے مقابلہ

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ،

کے لئے کون اٹھتا ہے، اس مرتبہ بھی اس سوال کے جواب مین وہب ہی کی آواز آئی، آنحضرت صلعم نے بشارت دی "جاؤ جاکر جنت لو" یہ مژدہ سنکر شادان و فرحان یہ کہتے ہوئے، کہ "نہ کسی کو چھوڑونگا اور نہ اپنے بچاؤ کی کوشش کرونگا"، مشرکین کے ہجوم غفیر مین گھس گئے، اور تلوار چمکاتے ہوئے اس پار سے اوس پار نکل گئے، مسلمان یہ جرأت اور بہادری دیکھکر عش عش کرتے تھے، آنحضرت صلعم دعا فرماتے تھے کہ، خدایا اس پر رحم کر، دیر تک وہب اپنی بے نظیر شجاعت کے حیرتناک مناظر دکھاتے رہے، آخر مین مشرکین چارون طرف سے ٹوٹ پڑے، اور ہر طرف سے نرغہ مین لیکر نیزون اور تلوارون کی بارش شروع کردی، تن تنہا اس ہجوم کا کب تک مقابلہ کرتے، بالآخر سینکڑون زخم کھا کر خلعت شہادت سے سرفراز ہوگئے[1]،

شہادت کے بعد شمار کیا گیا تو بیس زخم ایسے کاری تھے کہ اون مین سے ہر ایک زخم شہادت کے لئے کافی تھا، شہید کرنے کے بعد مشرکین نے نہایت بری طرح مثلہ کیا تھا، ان کے بھتیجے حارث یہ المناک منظر دیکھکر بے قابو ہوگئے، اور بے تابانہ اٹھکر اسی بہادری اور بے جگری سے لڑکر جام شہادت پیا، آنحضرت صلعم پر وہب کی شہادت کا نہایت سخت اثر ہوا، چچا بھتیجے دونون کی لاشون پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ "مین تم سے راضی ہون"، مشرکون نے وہب کی لاش کا اس بری طرح مثلہ کیا تھا کہ قریب جا کر نظر ڈالنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، آنحضرت صلعم خود تشریف لے گئے، اور دفن تک انکے پیرو کی سمت کھڑے رہے اور قبر مین رکھنے کے بعد اپنے ہاتھون سے سرخ لوٹونکی چادر کھینچ کر اڑھائی، ہاتف غیب نے صدا دی،

حلہا سوختہ اند اہل بہشت از غیرت — تا شہیدان تو گلگون کفنے ساختہ اند

چادر چھوٹی تھی پاؤن کھلے رہ گئے تھے، آنحضرت صلعم نے اون پر حرملہ ڈلوائی، اور اپنے کشتون کو اپنے ہاتھون سے سپرد خاک کر کے واپس ہوئے، اس حیثیت سے وہب کی شہادت بڑی

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۱۸۱

قابلِ رشک تھی، کہ قبولِ اسلام کے بعد ان کا ایک لمحہ بھی دنیاوی مشاغل میں صرف نہ ہوا، اور وہ سیدھے جنت الفردوس کو سدھارے، اس طیب و طاہر زندگی اور اس شہادت پر بڑے بڑے صحابہ رشک کرتے تھے، حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ کہتے تھے کہ کاش مزنی کی شہادت ہم کو نصیب ہوئی ہوتی[1]

۱۲۷۔ حضرت ہاشم بن عتبہؓ

نام و نسب | ہاشم نام، ابوعمر و کنیت، مرقال لقب، نسب نامہ یہ ہے، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص بن اہیب ابن عبد مناف بن زہرہ قرشی زہری، ہاشم مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتحِ ایران کے بھتیجے ہیں،

اسلام | فتحِ مکہ میں مشرف باسلام ہوئے،

فتوحات میں شرکت | شجاعت و شہامت اون کا خاندانی جوہر تھا، بہت آخر میں اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے تھے، اس لئے حیاتِ نبوی میں اس کے مظاہرہ کا موقع نہ ملا، سب سے اول فاروقی عہد میں اون کے جوہر نمایاں ہوئے، شام کی فتوحات میں خالد بن ولید کے دوش بدوش دادِ شجاعت دی، یرموک کی مشہور جنگ میں ایک آنکھ شہید ہوئی[2]

اس زمانہ میں بیک وقت شام اور ایران میں جنگ چھڑی تھی، ہاشم دونوں میں شریک ہوئے، ایران کی معرکہ آرائیوں کے سلسلہ میں قادسیہ کا معرکہ نہایت اہم شمار کیا جاتا ہے، اس کیلئے حضرت عمرؓ نے دار الخلافہ سے جو منتخب بہادر بھیجے تھے، اون میں ایک ہاشم بھی تھے، چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے حکم سے ۶ ہزار کی جمعیت کیساتھ شام سے روانہ ہوئے، اور ٹھیک تیسرے دن ایران کے حدود میں پہنچے اور یرموک کے معرکہ میں شریک ہوئے، اس جنگ میں انھوں نے اپنی شجاعت کے نہایت حیرت انگیز مناظر دکھائے اور بڑے بڑے

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۸۱، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۱،

کارہائے نمایاں کئے، مجاہدینِ قادسیہ مین کوئی بھی اون کے کارنامون کو نہین پہنچ سکا، فاتحینِ قادسیہ مین اون کا نام سرفہرست ہے، [1]

مدائن کی فتح کے بعد جب یزدگرد نے جلولا مین تیاریان شروع کین، اور سعد بن ابی وقاصؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انھون نے ہاشم کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کو بھیجا، ان کے جلولا پہنچنے سے پہلے ایرانی تمام انتظام مکمل کرکے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو چکے تھے، اور ہر ایرانی نے میدان جنگ مین جان دیدینے کا عہد کر لیا تھا، اور ان کے پاس حلوان سے امداد پر امداد چلی آرہی تھی،

اس لئے ہاشم کے آنے کے بعد مسلمانون نے طے کیا کہ بلا کسی توقف و انتظار کے حملہ کردینا چاہئے، ورنہ ایرانیون کی امدادی فوجون کا سلسلہ اون کی قوت بہت بڑھا دیگا، اور اس وقت مقابلہ مین زیادہ دشواری ہوگی، اس فیصلے کے بعد مسلمانون نے جنگ چھیڑ دی، پہلے تیر چلے پھر نیزے نکلے آخر مین تلوار کی نوبت آئی، اور اس گھمسان کی جنگ ہوئی کہ تلوارون کی دھارین الٹ الٹ گئین، ایرانی برابر کا جواب دے رہے تھے، آخر مین مسلمانون نے ہر طرف سے سمٹ کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ایرانیون کے پاؤن اکھڑ گئے، اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، مسلمان صبح سے شام تک تعاقب کرکے مارتے رہے، شام کی تاریکی مین مجبوراً علحدہ ہونا پڑا،

اس شکست فاش کے بعد یزدگرد حلوان چلا گیا، اور مسلمان دجلہ کے مشرقی ساحل کے دیہاتون پر قبضہ کرتے ہوئے مہرور پہنچے، یہان کے باشندون نے جزیہ دیکر اطاعت قبول کرلی، مہرور کے بعد بندنیجین پہنچے، یہان کے باشندون نے بھی جزیہ دیکر اطاعت قبول کرلی، خانقین مین ایرانیون کا ایک جتھا باقی رہ گیا تھا، اسے جریر بن عبداللہ بجلی نے ہٹا دیا، اور سواد دجلہ کا پورا علاقہ ہاشم کے زیر قیادت تسخیر ہوگیا، اس کے بعد ہاشم اور اشعث بن قیس، دقوقا، خانیجار ہوتے ہوئے باجرمی کے اضلاع کو فتح کرتے ہوئے سن بار کو عبور کرکے شہرزور کی سرحد

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۷،

تک پہنچ گئے[1]

جلولار کا معرکہ اپنی اہمیت کی وجہ سے فتح الفتوح کہا جاتا ہے، اس مین دس لاکھ مال غنیمت مسلمانون کے ہاتھ آیا، اوس کی کامیابی تمامتر ہاشم کی کوششون کا نتیجہ تھی،

جنگ جمل | اس کے بعد جب خانہ جنگی کا دور آیا اور مسلمانون کی تلوارین غیر قومون کے بجائے آپس ہی مین چلنے لگین تو ہاشم کی حق پرست تلوار، حقدار کی حمایت مین بے نیام ہوئی، ان کا رجحان ابتدا ہی سے حضرت علیؓ کیجانب تھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خبر شہادت سنکر حضرت ابو موسی اشعریؓ سے کہا کہ اب اس امت کے بہترین فرد کے ہاتھون پر بیعت کر لینی چاہئے، ابو موسیٰؓ نے کہا ابھی جلدی کی کیا ضرورت ہے، لیکن ہاشم کو توقف بالکل گوارا نہ تھا، انھون نے حضرت علیؓ کی خدمت مین جانے تک کی تاخیر گوارا نہ کی، اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھکر کہا یہ علیؓ کا ہاتھ ہے، اور یہ میرا، مین بیعت کرتا ہون، جب حضرت علیؓ نے جنگ جمل کی تیاریان شروع کین، تو حضرت حسنؓ عمار بن یاسر اور ہاشم کو کوفیون کے آمادہ کرنے کے لئے کوفہ روانہ کیا[2] اور اس کے بعد جب جنگ جمل کا آغاز ہوا تو ہاشم شروع سے آخر تک حضرت علیؓ کے ساتھ اور اون کے دست راست رہے،

جنگ صفین | جنگ جمل کے بعد صفین مین بھی پیش پیش تھے اور وقتاً فوقتاً کوفی فوجون کو لیکر شامیون کے مقابلہ مین آنکلتے تھے، اشہر حرم مین التوائے جنگ کے بعد جب دوبارہ جنگی تیاریان شروع ہوئین تو حضرت علیؓ نے بڑا علم ہاشم کو مرحمت فرمایا[3]،

شہادت | آخری فیصلہ کن معرکون کے سلسلہ مین ایک دن پھر حضرت علیؓ نے ہاشم کو علمبرداری کا اعزاز بخشا، انھون نے علمبرداری کا حق ادا کر دیا، صبح سے شام تک مسلسل لڑتے رہے، شام کی تاریکی مین اون کے ساتھیون کے پاؤن اکھڑ گئے، مگر وہ اپنے خاص آدمیون کے ساتھ برابر جمے رہے، حارث بن منذر تنوخی نے نیزہ سے زخمی کر دیا، زخم بہت کاری تھا، لیکن ہاشم کے استقلال مین کوئی فرق نہ آیا، اسی طرح لڑتے

---

[1] یہ تمام واقعات فتوح البلدان بلاذری ۲۰۳ و ۲۰۴ سے ماخوذ ہین، [2] اخبار الطوال ص ۱۵۳، [3] ایضاً ص ۱۸۲،

لڑتے رہے، اسی درمیان میں حضرت علیؓ کا پیام پہنچا کہ علم آگے بڑھاتے جاؤ، ہاشم نے پیام لانے والے سے کہا تم میری حالت کا مشاہدہ کرتے جاؤ، اس نے پیٹ پر نظر ڈالی تو دیکھا کئی شگاف پڑے ہوئے تھے زخموں نے بالکل نڈھال کر دیا تھا، چنانچہ قاصد کی واپسی کے بعد ہی وہ زمین پر گر پڑے، اون کے گرنے سے اون کے باقی ماندہ ساتھیوں کے بھی پاؤں اکھڑ گئے اور ہاشم نے اسی محشرستان قتال میں جان دیدی[1]،

اس معرکہ میں ان کا ایک پاؤں کٹ کر الگ ہوگیا تھا، لیکن شجاعت کا یہ عالم تھا کہ اس کٹے ہوئے پاؤں کو زمین پر ٹیک کر لڑتے تھے، اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے، الفحل یحمی شولہ معقولا

اولاد ان کی اولاد میں عبداللہ ان کے خلف الصدق اور بڑے نامور فرزند تھے، ہاشم کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے ان کو علم مرحمت فرمایا تھا[2]،

فضائل اخلاق ہاشم اس شجاعت وشہامت کے ساتھ دوسرے محاسنِ اخلاق سے بھی آراستہ تھے، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کان من الشجعان الابطال والفضلاء الاخیار، ہاشم بڑے نامور بہادروں اور اخیار فضلاء میں تھے[3]،

۱۲۸ حضرت ہشام بن حکیمؓ

نام ونسب ہشام نام، باپ کا نام حکیم تھا، نسب نامہ یہ ہے ہشام بن حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قرشی اسدی، ام المومنین خدیجہ صدیقہؓ ہشام کے والد حکیم کی پھوپھی تھیں،

اسلام فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے[4]، قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلعم سے قرآن کی بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی،

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۹۵ و ۱۹۶، [2] ایضاً، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹،

[4] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۱،

وفات | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین وفات پائی، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنادین کے معرکہ مین شہید ہوئے لیکن یہ بیان صحیح نہین، بروایت صحیح جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ہشام حمص اور فلسطین مین احتساب کرتے تھے، اور یہ دونون مقام اجنادین کے بعد فتح ہوئے،

امر بالمعروف و نہی عن المنکر | ہشام کے صحیفۂ اخلاق مین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عنوان بہت نمایان ہی، انھون نے اس کو اپنا مقصد حیات قرار دے لیا تھا، تمام ارباب سیر متفق اللفظ ہین کہ کان ممن یامر بالمعروف و ینہی عن المنکر، یعنی ہشام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والون مین تھے، اس فریضہ کے خاطر انھون نے کسی سے دوستانہ تعلقات نہین پیدا کئے اور اہل وعیال کے علائق سے بھی آزاد رہے، ایک سیاح کی طرح چکر لگا کر ہر جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کرتے پھرتے تھے[1]

اون کی اس تبلیغ کا دائرہ غربا کے جھونپڑون سے لیکر امراء و عمال کے قصور اور ابواب حکومت تک یکسان وسیع تھا، عہد فاروقی کے مشہور فوجی افسر اور عامل حکومت عیاضؓ نے فتوحات کے سلسلہ مین کسی کو کوڑے لگائے، ہشام نے اس پر انھین سخت تنبیہ کی، عیاضؓ ایک ممتاز افسر تھے، اس لئے اون کو ہشام کی یہ علانیہ تنبیہ سخت ناگوار ہوئی، اور اس سے انکو سخت تکلیف پہنچی، چونکہ ہشام کی اس مین کوئی ذاتی غرض شامل نہ تھی، اس لئے دو تین دن کے بعد انھون نے عیاضؓ سے معذرت کی اور آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد سنایا کہ "آخرت مین سب سے زیادہ عذاب اوس شخص پر ہوگا جو دنیا مین لوگون کو عذاب دیگا، عیاضؓ نے کہا تم نے رسول اللہ کے جو افعال دیکھے اور اقوال سنے وہ مین نے بھی دیکھے اور سنے لیکن تم رسول اللہ کا یہ فرمان بھول گئے، کہ "جو شخص کسی حاکم کو نصیحت کرنا چاہے تو اوس کو علانیہ نہ کرنا چاہئے، بلکہ اوس کا ہاتھ پکڑ کے الگ لیجا کر سمجھا دینا چاہئے، اگر وہ قبول کرے تو فبہا، ورنہ کہنے والا اپنے فرض سے سبکدوش ہوگیا[2]"

ایک مرتبہ چند ذمیون کو دھوپ مین کھڑا دیکھا، سبب پوچھا تو معلوم ہوا جزیہ نہ ادا کرنے کے جرم مین

---

[1] استیعاب و اصابہ تذکرۂ ہشام، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۰۴،

سزا دیجا رہی ہے، یہ سنکر بولے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا مین لوگون کو عذاب دیتا ہے خدا اسپر آخرت مین عذاب دیگا، یہ کہکر فلسطین کے حاکم عمیر بن سعد کے پاس گئے اور یہ حدیث سنا کر ذمیون کو تکلیف سے نجات دلائی[1]

حضرت عمرؓ کو ان کے اس احتساب پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جسے وہ ناپسند کرتے تو فرماتے جب تک مین اور ہشام زندہ ہون ایسا نہین ہو سکتا[2]

فضل وکمال | قرآن کریم کی بعض سورتون کی تعلیم براہ راست زبانِ وحی والہام سے حاصل کی تھی اسی لئے بعض مرتبہ قرات مین انکا علم کبار صحابہ کے مقابلہ مین زیادہ صحیح نکلتا تھا، ایک مرتبہ ہشام نماز مین سورۂ فرقان پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے سنا تو انھین عام قرات سے اون کی قرات مین اختلاف معلوم ہوا، ہشام نے سلام پھیرا تو حضرت عمرؓ نے اون کو چادر سے کس لیا اور پوچھا، اس طریقہ سے تمکو کس نے پڑھایا، انھون نے کہا رسول اللہ نے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو، مجھکو رسول اللہ نے ہی یہ آیتین تعلیم دی ہین، مگر اس مین اور تمھاری قرات مین اختلاف ہے اور انھین کشان کشان آنحضرت صلعم کی خدمت مین لاکر عرض کیا یا رسول اللہ قرآن کی قرأت یہ ایسے حروف مین کرتے ہین جس کے خلاف آپ نے مجھے تعلیم دی ہے آنحضرت صلعم نے دونون سے پڑھوا کر سنا اور فرمایا ان دونون قرأتون مین کوئی اختلاف نہین ہے، قرآن سات حرفون پر نازل ہوا ہے جو ان مین آسان معلوم ہو اوسے اختیار کرو[3]

حدیث مین ان کا کوئی قابلِ ذکر پایہ نہین ہے، تاہم حدیث کی کتابین ان کی مرویات سے بالکل خالی نہین ہین جبیر بن کثیر اور عروہ نے ان سے روایت کی ہے[4]

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۰۳، ۴۰۴ [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۱ [3] بخاری ابواب فضائل القرآن [4] تہذیب الکمال ص ۴۰۹

۱۲۹۔ حضرت ہند بن حارثہ رض

نام و نسب ہند نام، باپ کا نام، حارثہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، ہند بن حارثہ بن سعید بن عبد اللہ بن غیاث بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی اسلمی،

اسلام ہند آٹھ بھائی تھے اور آٹھوں صلح حدیبیہ کے پہلے مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے اور بیعت رضوان کے شرف سے مشرف ہوئے، ان میں دو بھائی ہند اور اسمار مستقل طور سے دامن نبوی سے وابستہ ہوگئے، شب و روز آنحضرت صلعم کی خدمت گذاری میں رہتے تھے، حضرت ابوہریرہ رض جیسے آستانہ نبوت کے حاضر باش روایت کرتے ہیں کہ اسمار اور ہند کی خدمت گذاری اور حاضر باشی کی وجہ سے میں انھیں آپ کا خادم سمجھتا تھا،[1]

ہند نہایت مسکین تھے، معاش کا کوئی سہارا نہ تھا، اس لئے اصحاب صفہ کے زمرہ میں شامل ہوگئے تھے،[2] آنحضرت صلعم نے عاشورہ کے روزہ کا حکم بنی اسلم میں انھیں کے ذریعہ سے بھجوایا تھا،[3]

وفات امیر معاویہ کے عہد خلافت میں وفات پائی،[4]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۱، [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۱، [3] اسد الغابہ حوالۂ مذکور،

[4] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۱،

۱۳۰ حضرت یاسرؓ بن عامر

نام ونسب | یاسر نام، ابوعمار کنیت، یاسر مشہور صحابی حضرت عمارؓ کے والدین، نسب نامہ یہ ہے، یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن حصین بن ودیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر الاکبر بن یام بن عنس بن مالک بن اود بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب قحطان عنسی قحطانی،

اسلام سے پہلے | حضرت یاسرؓ قحطانی النسل اور یمن کے باشندے تھے، اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش میں یہ اور ان کے دو بھائی حارث اور مالک مکہ آئے، حارث اور مالک تو لوٹ گئے، لیکن یاسر نے ابوحذیفہ بن مغیرہ سے حلیفانہ تعلق پیدا کرکے مکہ میں اقامت اختیار کرلی، ابوحذیفہ نے اپنی ایک لونڈی سمیہ سے ان کی شادی کردی، انھیں کے بطن سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے تھے، قانوناً عمار ابوحذیفہ کے غلام تھے لیکن انھوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا، اور باپ بیٹے دونوں ابوحذیفہ کے ساتھ رہتے تھے[1]،

اسلام | ابوحذیفہ کی وفات کے بعد مکہ میں جب اسلام کا غلغلہ پیدا ہوا تو تینوں ماں باپ بیٹے مشرف باسلام ہوگئے[2]، اس وقت بہت کم لوگوں نے اس دعوتِ حق کا جواب دیا تھا، بروایتِ صحیح اس وقت ان کی تعداد تیس پینتیس سے زیادہ نہ تھی،

آزمائش | دعوتِ اسلام کے آغاز میں بڑے بڑے ذی وجاہت مسلمان جبابرۂ قریش کی ستم آرائیوں سے محفوظ نہ تھے، تو ان تینوں بے یار و مددگار غریبوں کا کیا شمار تھا، انھیں کوئی دنیاوی وجاہت اور امداد بھی حاصل نہ تھی، حضرت سمیہؓ بنی مخزوم کی غلامی میں تھیں اور تینوں ان کے زیر بار احسان تھے، اسلئے بنی مخزوم نے انھیں مشقِ ستم بنا لیا، طرح طرح کی اذیتیں دیتے، ٹھیک دوپہر کی دھوپ میں تپتی ہوئی ریگ پر لٹاتے،

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۱۰۰، [2] ایضاً، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۳،

حضرت عمار خصوصیت کے ساتھ اس آزمایش کا نشانہ بنتے آنحضرت صلعم ان بےکس غریبون کو اس حال مین دیکھکر تسلی دیتے کہ آلِ یاسر خدا تم کو اس کے بدلہ مین جنت عطا کریگا[۱]،

شہادت | بنی مخزوم نے اپنی تمام سختیان ان تینون پر ختم کردین لیکن انکی زبان کلمۂ توحید سے نہ پھری، آخر مین سمیہ کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقے سے نیزہ سے زخمی کرکے شہید کرڈالا حضرت یاسر ضعیف و ناتوان تھے ان وحشیانہ سزاؤن کی تاب نہ لاسکے اور کچھ دنون کے بعد وہ بھی شہید ہوگئے[۲]،

۱۳۱ حضرت یزید بن ابی سفیان رضہ

نام ونسب | یزید نام، ابوخالد کنیت خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے، یزید بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ ابن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی قرشی اموی، ماں کا نام زینب تھا، یزید حضرت امیر معاویہ کے سوتیلے بھائی تھے اور ابوسفیان کی اولاد مین سب سے زیادہ نیک اور سلیم الطبع تھے، اس لئے یزید الخیر لقب ہوگیا تھا،

اسلام وغزوات | فتح مکہ مین اپنے اہل خاندان کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے، غزوات مین سب سے اول حنین مین شرکت کی، آنحضرت صلعم نے حنین کے مال غنیمت سے چالیس اوقیہ (سونا یا چاندی) اور سو اونٹ مرحمت فرمائے[۳] اور بنی فراس کا امیر بنایا[۴]،

شام کی فوجکشی اور امارت | یزید نہایت شجاع اور بہادر تھے، لیکن بہت آخر مین اسلام لائے تھے، اس لئے عہد نبوی مین انھین کارگذاری دکھانے کے کم مواقع ملے، عہد صدیقی سے اون کے کارنامون کا آغاز ہوتا ہے، چنانچہ جب شام پر فوج کشی ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے یزید کو شرف امارت عطا کیا اور روانگی کے وقت کچھ دور تک پیادہ پا رخصت کرنے کے لئے نکلے، یزید نے خلیفۂ رسول اللہ کو پیادہ دیکھکر عرض کیا

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۳، [۲] اصابہ ج ۷ ص ۳۳۳ و ابن سعد ج ۳ ق اول تذکرہ عمار بن یاسر،

[۳] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۷، [۴] اصابہ ج ۶ ص ۳۴۱،

یا آپ بھی سوار ہو جائیے یا مجھے پیدل چلنے کی اجازت مرحمت فرمائیے، فرمایا نہ مجھکو سوار ہونے کی ضرورت ہے نہ تم کو اترنے کی، مین جتنے قدم رکھتا ہون اون کو راہ خدا مین شمار کرتا ہون، رخصتی کے وقت فرمایا تمکو شام مین تارک الدنیا راہب ملین گے اون سے اور اون کی رہبانیت سے تعرض نہ کرنا، تم کو جنگ مین ایسے لوگون سے واسطہ پڑیگا جو بیچ سے سر منڈاتے ہین، اسی حصہ پر تلوار مارنا، مین تمکو دس نصیحتین کرتا ہون، اون کا ہمیشہ خیال رکھنا، عورتون، بچون اور بڈھون کو نہ مارنا، پھلے پھولے درختون کو نہ کاٹنا، آبادیان نہ ویران کرنا، بکری اور اونٹ کھانے کے علاوہ بے کار نہ ذبح کرنا، درخت نہ جلانا، پانی مین نہ ڈبانا، خیانت اور بزدلی نہ کرنا[1]،

ان زرین ہدایات کو لے کر یزید شام روانہ ہوئے اور ارض شام مین پہنچنے کے بعد سب سے پہلے خالد بن ولید کے ساتھ بصریٰ پر حملہ آور ہوئے، بصریٰ والون نے صلح کرلی، بصریٰ کے بعد فلسطین کا رخ کیا، اجنادین مین رومیون کا مقابلہ ہوا، رومیون نے شکست کھائی[2]، اردن کی فتح کے بعد ابو عبیدہ بن الجراح نے یزید کو ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کیا، انھون نے عمرو بن العاص کے ساتھ مل کر اس کو زیر نگین کیا[3]،

دمشق کے محاصرہ مین شہر پناہ کے ہر ہر حصہ پر علحدہ علحدہ افسر متعین تھے چنانچہ باب صغیر سے لیکر باب کیسان کی نگرانی یزید کے سپرد تھی، دمشق کی فتح کے بعد جب ابو عبیدہؓ نے حمص کا ارادہ کیا تو یزید کو دمشق پر اپنے قائم مقام کی حیثیت سے چھوڑ گئے[4]،

اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین یزید ایک حصہ فوج کے افسر تھے، حضرت ابو عبیدہؓ کی وفات کے بعد ۱۸ھ مین حضرت عمرؓ نے یزید کو فلسطین کا حاکم بنایا، اور قیساریہ کی مہم ان کے سپرد کی، مسلمان اسوقت قیساریہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، یزید حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق سترہ ہزار فوج لے کر اون کی مدد کو قیساریہ پہنچے، اور اپنے بھائی معاویہ کو اپنا قائم مقام بنا کر پھر فلسطین لوٹ آئے، امیر معاویہ نے یہ مہم سر

---

[1] موطا امام مالک کتاب الجہاد باب النہی عن قتال النساء والولدان فی الغزو، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۱۲، [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۳
[4] ایضاً ص ۱۲۶ و ۱۲۷

سر کرکے ان کے پاس اطلاع بھیجی، انھوں نے دار الخلافہ اطلاع دی[1] غرض یزید شام کی فتوحات مین شروع سے آخر تک امتیازی حیثیت سے شریک رہے، اور اون کی شجاعت و تجربہ سے فتوحات مین بڑی قیمتی مدد ملی، ان سب کی تفصیلات خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کے حالات مین لکھی جاچکی ہین، اس لئے اس موقع پر خاص خاص واقعات کے سوا انھین قلم انداز کردیا گیا،

وفات: ۱۸ھ کے آخر یا ۱۹ھ کے شروع مین طاعون کی وبا مین ارض شام مین انتقال کیا[2]،

۱۳۲۔ حضرت یزیدؓ بن شجرہ رہاوی

نام و نسب: یزید نام، باپ کا نام شجرہ تھا، قبیلۂ مذحج کی ایک شاخ سے نسبی تعلق رکھتے تھے، ان کے جد اعلی رہا سے اوپر نسب نامہ یہ ہے، رہا بن یزید بن عتیبہ بن حرب بن مالک بن آذر شامی،

اسلام: ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، غالباً عہد رسالت کے آخر مین مشرف باسلام ہوئے،

ذوق جہاد: ان کا خاص اور امتیازی وصف جہاد کا شوق و ولولہ تھا، عہد رسالت مین ان کا کہین پتہ نہین چلتا، اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ تاخیر اسلام کی وجہ سے اس عہد مین انھین اس سعادت کا موقع نہین ملا، خلفاے راشدین کے زمانہ مین بعض لڑائیون مین شرکت کا پتہ چلتا ہے، اون کی تلوار پورے طور پر امیر معاویہ کے زمانہ مین بے نیام ہوئی، اس عہد مین رومیون کے مقابلہ مین اکثر مہمین ابن شجرہ ہی کی قیادت مین بھیجی جاتی تھین[3]، ان کی ایک تقریر سے جو انھون نے مسلمانون کے سامنے ترغیب جہاد کے لئے کی تھی، ان کے ولولۂ جہاد کا اندازہ ہوتا ہے،

لوگو! کاش تمھین بھی سیاہ سپید اور سرخ و سبز رنگون لشکر جو گوگو ج مین وہ کچھ نظر آتا جو مین دیکھتا ہون

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۷، [2] ایضاً، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۴،

میدان جنگ میں جب مسلمان نماز کے لئے صف بستہ ہوتے ہیں تو جنت و دوزخ اور آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور حوریں اپنی پوری آرایشِ جمال کے ساتھ نکل آتی ہیں، اور ہر اس مجاہد کے لئے جو میدانِ کارزار میں قدم رکھتا ہے دعا کرتی ہیں کہ خدایا اسے ثابت قدم رکھ اور اس کی مدد فرما، اور جو پیچھے ہٹتا ہے اس سے اپنا چہرہ چھپا لیتی ہیں، پس لے قوم کے معززین اور امرے ماں باپ تم پر فدا ہوں جنگ میں پوری کوشش اور ثابت قدمی دکھاؤ، یاد رکھو کہ تم میں سے جب کوئی میدانِ جنگ کی طرف قدم بڑھاتا ہے، تو خون کے فوارہ کی پہلی پھوار سے اس کے عصیان خزان رسیدہ پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں، اور اور حوریں آکر اپنے ہاتھوں سے اس کا گرد و غبار جھاڑتی ہیں[1]،

امارت حج | ۳۹ھ میں امیر معاویہ نے ان کو اپنی جانب سے امیر الحج بنا کر بھیجا تھا حضرت علیؓ کی جانب سے قثم بن عباس مکہ کے حاکم تھے، اس لئے امارتِ حج کے بارہ میں اختلاف ہوا، حضرت ابو سعیدؓ خدری نے ایک تیسرے شخص شیبہ بن عثمان کا نام امارتِ حج کے لئے پیش کیا، ان پر فریقین رضامند ہو گئے[2]،

وفات | ۵۸ھ میں رومیوں کے مقابلہ میں کسی معرکہ میں شہید ہوئے[3]،

۱۳۳- حضرت ابو امامہ باہلیؓ،

نام ونسب | صدی نام، ابو امامہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابو امامہ بن عجلان بن وہب بن عریب بن وہب بن رباح بن حارث بن وہب بن معن بن مالک بن اعصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر، باہلہ معن بن مالک کی بیوی تھیں، معن کی اولاد اپنی ماں کی نسبت سے باہلی مشہور ہوئی،

---

[1] حاکم نے پوری تقریر لکھی ہے، ہم نے اس کا ابتدائی ٹکڑا نقل کیا ہے، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۴۱، [3] مستدرک حاکم حوالہ مذکور و استیعاب ج ۲ ص ۶۲۹،

اسلام اور بیعت رضوان | ابو امامہ ان خوش قسمت بزرگون مین ہین جنھون نے اسلام کی دعوت کا جواب اس وقت دیا جب اوس کا جواب نوکِ سنان اور تیر و خنجر سے ملتا تھا اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ حدیبیہ مین شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا جب مسلمانون کو رضوانِ الٰہی کی یہ

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک   اللہ راضی ہوا مسلمانون سے جب انھون نے تمھارے

تحت الشجرۃ   ہاتھون پر درخت کے نیچے بیعت کی،

سند ملی تو ابو امامہ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ مین بھی ان لوگون مین ہون جو بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے، آپ نے فرمایا تم مجھ سے ہو اور مین تم سے ہون،[1]

دعوت اسلام | قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے انھین ان کے قبیلہ مین دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا جس وقت یہ قبیلہ مین پہنچے اوس وقت اہل قبیلہ اونٹون کو پانی پلانے کے بعد اون کا دودھ دھوکر پی رہے تھے، ابو امامہ کو دیکھا تو مرحبا بالصدی بن عجلان "صدی بن عجلان خوش آمدید" کہہ کر استقبال کیا قبیلہ مین ان کے اسلام کی خبر ہو چکی تھی چنانچہ استقبال کے بعد سب سے پہلا سوال یہ ہوا کہ ہم نے سنا ہے کہ اس شخص (رسول اللہ) کے ساتھ تم بھی بے دین ہو گئے؟ ابو امامہ نے جواب دیا نہین بے دین تو نہین ہوا، البتہ خدا اور اوس کے رسول پر ایمان لایا ہون اور رسول اللہ نے تمھارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمھارے سامنے اسلام اور اس کے قوانین پیش کرون ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ بعض اہل قبیلہ ایک بڑے کاسہ مین خون لائے، سب حاضرین بڑے ذوق و شوق سے کھانے لگے، اور ابو امامہ کو بھی شرکت کی دعوت دی، انھون نے کہا تم لوگون پر افسوس آتا ہے، مین اس شخص کے پاس سے آرہا ہون جس نے بحکم خدا اس چیز کو حرام قرار دیا ہے، لوگون نے وہ حکم پوچھا، ابو امامہ نے یہ آیہ حرم علیکم المیتۃ و الدم ولحم الخنزیر ... ما ذکیتم تک تلاوت کرکے سنائی، اسی سلسلہ مین انھون نے اسلام کی

---

[1] اصابہ ج ۳ ص ۴۱۴،

تبلیغ شروع کردی، اس کا جواب انکار کی صورت مین ملا، ابو امامہ کو پیاس معلوم ہوئی، پانی مانگا لیکن دعوت اسلام کے بعد ابو امامہ کو وہ مقبولیت باقی نہ رہگئی تھی، بلکہ اس جرم کے بعد تمام اہل قبیلہ ان کے دشمن گئے تھے، چنانچہ جنھون نے ابھی تھوڑی دیر پہلے مرحبا کہکر استقبال کیا تھا انھین کیجا نب سے یہ جواب ملا کہ تم تڑپ تڑپ کر مرجاؤ، لگر تم کو پانی کا ایک قطرہ نہین مل سکتا، یہ خشک جواب سنکر ابو امامہ تپتی ہوئی ریت پر سو گئے، خواب مین قدرتِ الٰہی نے سیراب کردیا سوکر اٹھے تو قبیلہ والے اپنی بدخلقی پر آپسمین باتین کر رہے تھے کہ تمھارے سردارون مین سے ایک شخص تمھارے پاس آیا اور تم نے دودھ اور خرمے تک سے اوس کی تواضع نہ کی، اس احساس کے بعد اہل قبیلہ نے ان کے سامنے دودھ اور خرما پیش کیا، مگر انھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور کہا خدا نے مجھکو سیراب کردیا[1]، حافظ ابن حجر کی روایت کے مطابق اون کا قبیلہ آخر مین اون کی کوششون سے مشرف باسلام ہوگیا،[2]

وفات جنگ صفین مین حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، پھر شام مین اقامت اختیار کرلی اور یہین عبد الملک اموی کے عہد ۸۶ھ مین وفات پائی، وفات کے وقت ایک سو چھ برس کی عمر تھی، ابن سعد نے ۹۱ برس کی عمر لکھی ہے، لیکن یہ صریحاً غلط ہے، اس لئے کہ اس صورت مین حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ابو امامہ کی پیدائش ماننی پڑے گی،

فضل وکمال فضل وکمال مین امتیازی پایہ رکھتے تھے، حدیث کی تبلیغ واشاعت ان کا خاص مشغلہ تھا، جہان دوچار آدمی ایک جگہ ملجاتے اون کے کانون تک احادیثِ نبوی پہنچا دیتے، سلیم بن عامر راوی ہین کہ جب ہم لوگ ابو امامہ کے پاس بیٹھتے تو وہ ہم کو احادیث کی بہت اہم باتین سناتے اور کہتے کہ ان کو سنو، سمجھو، اور جو سنتے ہو اس کو دوسرون تک پہنچاؤ،[3] لوگون سے کہتے کہ ہماری یہ مجلسین تم لوگون کے لئے خدائی تبلیغ دگاہین) ہین رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے جو احکام ہمارے لئے بھیجے گئے

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۴۲، [2] اصابہ ج ۳ ص ۱۸۲، [3] مسند دارمی باب البلاغ عن رسول اللہ صلعم وتعلیم السنن،

اون کو آپ نے ہم تک پہنچایا، اب تم لوگ ہم سے جو اچھی باتین سنو اون کی تبلیغ کرو اور دوسرون تک پہنچاؤ،[1]

ان کے اس مشغلہ کی وجہ سے تشنگانِ علم اکثر اون کے سرچشمۂ فیض کے گرد جمع رہتے اور شائقینِ حدیث اون سے حدیثین سننے کے لئے آتے تھے، سلیمان بن حبیب محاربی روایت کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ مین حمص کی مسجد مین داخل ہوا مکحول اور ابن ابی زکریا بیٹھے ہوئے تھے مکحول نے کہا کیا اچھا ہوتا اگر ہم لوگ اس وقت رسول اللہ صلعم کے صحابی ابوامامہ کے پاس چلتے، ان کا حق ادا کرتے اور ان سے حدیث سنتے اس تجویز پر ہم لوگ اٹھ کر ابوامامہ کے پاس پہنچے سلام وجواب کے بعد انھون نے کہا تمھارا آنا تمھارے لئے رحمت اور تم پر حجت ہے مین نے رسول اللہ صلعم کو اس امت کے لئے جھوٹ اور عصبیت سے زیادہ کسی چیز کے لئے خوف کرتے ہوئے نہین دیکھا، اس لئے خبردار جھوٹ اور عصبیت سے ہمیشہ بچتے رہنا، آپنے ہمکو یہ حکم دیا تھا کہ آپکا یہ فرمان تم لوگون کے کانون تک پہنچا دیا جائے، ہم اپنا فرض ادا کر چکے، اب اسے دوسرون کے کانون تک پہنچانا تمھارا فرض ہے،[2]

ان کے مرویات کی مجموعی تعداد (۲۵۰) ہے ان مین سے پانچ روایتین بخاری مین اور تین مسلم مین ہین[3]، ان کے رواۃ اور تلامذہ مین، سلیمان بن حبیب محاربی، شداد بن عمار دمشقی، محمد بن زیاد الالہانی ابو سلام الاسود، مکحول الشامی، شہر بن حوشب، قاسم بن عبد الرحمن، رجاء بن حیوۃ، سالم بن ابی الجعد، خالد بن معدان، ابو غالب الراسبی، اور سلیم بن عامر وغیرہ قابلِ ذکر ہین،[4]

---

[1] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۳۲، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۷، [3] تہذیب الکمال ص ۱۷۸،

[4] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۲۰،

۳۴- حضرت ابو بصیرؓ

نام ونسب عتبہ نام، ابو بصیر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عتبہ بن اسید بن جاریہ بن اسید بن عبداللہ بن ابی سلمہ بن عبداللہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف، ماں کا نام سالمہ تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے، سالمہ بنت عبد بن یزید بن ہاشم بن مطلب،

اسلام اور قید محن ابو بصیر اس زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے جب تعزیراتِ مکہ مین اس کی ادنیٰ سزا قید وبند تھی، چنانچہ ابو بصیر اسلام کے جرم مین قیدِ محن مین ڈال دیئے گئے،[1]

صلح حدیبیہ کے زمانہ مین جب آنحضرت صلعم مکہ تشریف لائے تو ابو بصیر کسی نہ کسی طرح قید سے چھوٹ کر آپ کے پاس پہنچے، اسوقت صلح ہو چکی تھی اسکی دفعات مین ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ جو مسلمان مشرکین کے پاس سے بھاگ کر رسول اللہؐ کے پاس چلا جائیگا، اوس کو آپ واپس کردین گے اس لئے ان کے آنے کے بعد ہی ازہر بن عبد عوف اور اخنس بن شریق نے آنحضرت صلعم کے پاس آدمی بھیجے، کہ وہ معاہدہ کے روسے ابو بصیر کو واپس لے آئین، آنحضرت صلعم کو ابو بصیر کی واپسی کے نتائج معلوم تھے لیکن معاہدہ کی پابندی کے خیال سے آپ نے ابو بصیر سے فرمایا کہ ہم نے ان لوگون سے جو معاہدہ کیا ہے، وہ تمکو معلوم ہے، ہمارے مذہب مین بدعہدی اور فریب بہت بری چیز ہے، اس لئے اس وقت تم واپس چلے جاؤ، آیندہ خدا تمہاری اور دوسرے ناتوان اور مظلوم مسلمانون کی رہائی کا کوئی نہ کوئی سامان کردیگا،" ابو بصیر مشرکین کے مظالم کا تجربہ کر چکے تھے، اس لئے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھکو مشرکین کے حوالہ کرتے ہین کہ وہ میرے مذہب مین مجھے فتنہ مین مبتلا کرین، آپ نے فرمایا، ابو بصیر جاؤ عنقریب اللہ تعالیٰ تمھارے اور دوسرے کمزور مسلمانون کے لئے کوئی راہ نکال دیگا، اس مکرر حکم کے بعد زیادہ چون وچرا کی گنجائش نہ تھی، اسلئے راضی برضا ہوکر

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۷۲ و ۱۷۳،

قریش کے آدمیون کے ساتھ واپس چلے گئے،

ذوالحلیفہ پہنچ کر ساتھ لیجانے والے آدمی کھجورین کھانے کیلئے ٹھہر گئے، ابو بصیر نے ان مین سے ایک سے کہا واللہ تمھاری تلوار کتنی اچھی ہے، دوسرے نے بھی اون کی تائید کی اور تلوار میان سے کھینچ کر کہا ہان واللہ نہایت عمدہ تلوار ہے، مین نے اس کا بارہا تجربہ کیا ہے، ابو بصیر نے کہا لاؤ ذرا مین بھی دیکھون، اور اوس سے تلوار لیکر ایک شخص کو وہین ڈھیر کر دیا، دوسرا آدمی خوف سے بھاگ نکلا، اور مدینہ جاکر مسجد نبوی مین پہنچا، آنحضرت صلعم نے اسے بدحواس دیکھکر فرمایا، یہ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے، قریب جاکر اُس شخص نے واقعہ بیان کیا کہ میرا ایک ساتھی اس طرح سے مار ڈالا گیا اور میری جان بھی خطرہ مین ہے، ابھی یہ شخص واقعہ بیان کر رہا تھا کہ ابو بصیر بھی پہنچ گئے اور عرض کی یا نبی اللہ آپ کو خدا نے ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا آپ نے مجھے معاہدہ کے مطابق واپس کر دیا تھا خدا نے مجھے نجات دلا دی، آنحضرت صلعم نے اون کی باتین سنکر فرمایا کہ یہ شخص بھی آتش جنگ بھڑکانے کا آلہ ہے، اگر اسے کچھ مددگار اور ساتھی مل جائین، ابو بصیر نے یہ سنا تو سمجھے کہ آپ پھر لوٹا دینگے اس لئے مدینہ سے ساحلی مقامات کی طرف نکل گئے، کچھ دنون کے بعد اسی قسم کے ایک اور ستم رسیدہ بزرگ حضرت ابو جندل بھی پہنچ گئے، ان دونون نے دوسرے بلاکشان ستم کے لئے راستہ کھول دیا اور مظلوم مسلمان قریش کے پنجہ ظلم سے بھاگ بھاگ کر یہان آنے لگے، چند دنون مین اون کی خاصی جماعت ہو گئی، اتفاق سے قریش کے کاروان تجارت کا گذرگاہ یہی تھا، جب کوئی قافلہ گذرتا تو یہ لوگ اہل قافلہ کو قتل کر کے سامان لوٹ لیتے اس سے قریش کی تجارت خطرہ مین پڑ گئی، چنانچہ انھون نے عاجز آکر آنحضرت صلعم کے پاس آدمی بھیجا کہ خدا اور صلہ رحمی کا واسطہ اس مصیبت سے ہمکو نجات دلاؤ، آیندہ سے جو مسلمان بھاگ جائیگا وہ آزاد ہے، اس پر کلام اللہ کی یہ آیت نازل ہوئی ہے[1]

هو الذی کف ایدیهم عنکم وایدیکم عنهم — وہی جس نے مشرکین کا ہاتھ تم سے اور تمھارا ہاتھ اون سے روکدیا،

---

[1] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل الحرب وسیرۃ ابن ہشام حالات صلح حدیبیہ،

وفات | اس کے بعد آنحضرت صلعم نے اس آزاد گروہ کے پاس لکھ بھیجا کہ ابو جندل اور ابو بصیر ہمارے پاس چلے آئیں اور دوسرے لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں، یہ خط ایسے وقت پہنچا کہ حضرت ابو بصیر بستر مرگ پر تھے، خط ہاتھ میں لیکر پڑھنے لگے، اور پڑھتے پڑھتے روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، ابو جندل نے نماز جنازہ پڑھا کر اسی ویرانہ میں سپرد خاک کیا، اور یادگار کے طور پر قبر کے پاس ایک مسجد بنادی[۱]

۱۳۵ حضرت ابو بکرہ

نام و نسب | نفیع نام، ابو بکرہ کنیت، باپ کا نام مسروح تھا، امیر معاویہ کے مشہور گورنر زیاد کے ماں جائے بھائی تھے، طائف کے ایک رئیس کی غلامی میں تھے،

اسلام و آزادی | جب آنحضرت صلعم نے طائف کا محاصرہ کیا تو عام اعلان فرمادیا کہ جو آزاد ہم سے مل جائیگا وہ مامون ہے، اور جو غلام چلا آئیگا وہ آزاد ہے، یہ اعلان حریت سنکر رؤسائے طائف کے بہت سے غلام اسلام کے دامنِ حریت میں آگئے، ان میں ایک ابو بکرہ بھی تھے، اعلان کے مطابق آپ نے انھیں آزاد فرمادیا، لیکن آزادی کے بعد بھی وہ اپنے کو آقائے دوعالم کا غلام ہی کہتے رہے[۲]

لوگوں سے کہتے تھے میرے لئے یہ فخر کافی ہو کہ تمہارا دینی بھائی اور سرکار رسالت کا غلام ہوں، اور اگر تم لوگوں کو آبائی نسبت پر اصرار ہے، تو نفیع بن مسروح کہا کرو[۳] آزادی کے بعد قدیم آقا نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا غلام میرے حوالہ کیا جائے، آپ نے فرمایا، وہ خدا و رسول کے آزاد کردہ ہیں، اس لئے اب واپس نہیں کئے جاسکتے[۴]

حد قذف کا اجراء | حضرت عمرؓ کے آغاز عہد خلافت تک دیارِ حبیب ہی میں رہے، بصرہ آباد ہونے کے بعد یہاں سکونت اختیار کرلی، اسی زمانہ میں زنا کے ایک مقدمہ میں بحیثیت شاہد پیش ہوئے لیکن شہادت ناکافی

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۶۴۷، [۲] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۹، [۳] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۱، [۴] ابن سعد حوالہ مذکور۔

تھی اس لئے ان پر حدِ قذف جاری ہوئی، اس کے بعد عہد کر لیا کہ آیندہ سے کسی دو آدمیوں کے درمیان شہادت نہ دیں گے[1]

فتنہ سے کنارہ کشی حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب دورِ فتن کا آغاز ہوا اور بڑے بڑے صحابی اس میں مبتلا ہوگئے، اس وقت ابوبکرہ نے اپنے کو اس میں پڑنے سے بچائے رکھا، فرماتے تھے کہ جنگِ جمل میں قریب تھا کہ میں اصحابِ جمل کے ساتھ ہو جاؤں، مگر رسول اللہ صلعم کے اس فرمان نے کہ جس قوم نے اپنا حاکم عورتوں کو بنایا، وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتی، مجھے بچا لیا[2]،

جنگِ صفین سے بھی علحدہ رہے، اور حتی الامکان دوسروں کو بھی ان خانہ جنگیوں میں مبتلا ہونے سے بچانے کی کوشش کی، ایک شخص ہتھیار لگا کر حضرت علیؓ کی مدد کو جا رہا تھا، راستہ میں ابوبکرہ ملے، پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ اسنے کہا ابن عم رسول اللہ کی مدد کو جا رہا ہوں، ابوبکرہ نے کہا رسول اللہ کا یہ فرمان بھی سنا ہے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نکالیں تو دونوں جہنمی ہیں[3]،

وفات امیر معاویہ کے عہدِ حکومت میں بصرہ میں وفات پائی،

اولاد حضرت ابوبکرہؓ اولاد کی جانب سے بڑے خوش نصیب تھے، اپنے بعد متعدد لڑکے عبد اللہ، عبید اللہ، عبد الرحمن، عبد العزیز، مسلم، رواد، یزید اور عتبہ وغیرہ یادگار چھوڑے[4]، عبید اللہ سجستان کے گورنر تھے، عبید اللہ کے علاوہ اور لڑکے بھی علم و فضل اور مال و زر سے مالا مال تھے[5]،

فضل و کمال گو ابوبکرہ بہت آخر میں مشرف باسلام ہوئے، لیکن غلامی کی نسبت سے انہیں آنحضرت صلعم کی صحبت اور آپ کے سرچشمۂ فیض سے استفادہ کا کافی موقع ملا، چنانچہ ان سے ۱۳۲ حدیثیں مروی ہیں ان میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں، اور پانچ میں امام بخاری منفرد ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں زیادہ تر ان کے صاحبزادگان ہیں[6]،

---

[1] استیعاب و اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۱، [2] بخاری کتاب النبی صلعم الی کسری و قیصر، [3] بخاری کتاب الفتن باب اذا التقی المسلمان بسیفہما، [4] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۸، ۱۳۹، [5] ایضاً، [6] تہذیب الکمال ص ۴۰۴،

ذوق عبادت ابوبکرہ کے صحیفۂ اخلاق مین زہد و عبادت کا عنوان بہت جلی ہے، وہ زہد و ورع کا ایک پیکر مجسم تھے عبادت وریاضت انکا مشغلۂ حیات تھا جو آخری لمحہ تک قائم رہا، کان ابوبکرہ کثیر العبادۃ حتی مات[1]،

۱۳۶ حضرت ابوجہم بن حذیفہؓ

نام و نسب عامر یا عبید نام، ابوجہم کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابوجہم بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ ابن عبید بن عویج بن عدی بن کعب قرشی عدوی، مان کا نام یسیرہ تھا، ننھالی شجرہ یہ ہے، یسیرہ بنت عبداللہ بن اواہ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب، ابوجہم قریش کے نہایت معمر اور بااثر لوگون مین تھے، قریش مین اون کی بڑی عظمت و وقعت تھی،

اسلام فتح مکہ کے زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے[2]،

رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ہدیہ آنحضرت صلعم کے ساتھ خاص روابط تھے، ایکمرتبہ ابوجہم نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین ایک بوٹے دار قمیص ہدیہ کی آپ نے اسے پہنکر نماز پڑھی، بوٹون کی وجہ سے آپ کا خیال بٹ گیا اس لئے نماز پڑھنے کے بعد واپس کردی[3]،

امارت صدقہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے اونکو صدقہ وصول کرنے پر مامور فرمایا، ایک آدمی نے صدقہ دینے مین جھگڑا کیا، ابوجہم نے اسے مارا، اتفاق سے وہ زخمی ہوگیا، اس کے قبیلہ والون نے آنحضرت صلعم کیخدمت مین حاضر ہوکر کہا کہ یارسول اللہ صلعم ہمکو اس کا معاوضہ ملنا چاہئے آپ نے فرمایا، اتنی اتنی رقم لے لو، وہ راضی نہ ہوئے، آپ نے دوسری مرتبہ پھر فرمایا، پھر وہ لوگ رضامند نہ ہوئے، آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا، اس مرتبہ راضی ہوگئے، آنحضرت صلعم نے فرمایا، آج رات کو مین لوگون کے سامنے تقریر کرکے تمھاری رضامندی کی اطلاع دونگا، انھون نے کہا مناسب ہے، چنانچہ شب کو اُن کی

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۱، [2] ایضاً ص ۱۶۲، [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۵ خفیف تغیر کیساتھ یہ واقعہ حدیث کی کتابون مین بھی ہے،

موجودگی مین صحابہ کے سامنے تقریر کی کہ یہ لیثی زخمی کرنے کا معاوضہ مانگنے کے لئے آئے تھے، مین نے اون کے سامنے اتنی اتنی رقم پیش کی، یہ لوگ راضی ہوگئے، یہ ارشاد فرماکر لیثیون سے خطاب فرمایا کہ تم لوگ راضی ہو؟ اسوقت یہ لوگ انکار کر گئے، ان کے انکار پر مہاجرین نے انھین مارنے کا ارادہ کیا لیکن آنحضرت صلعم نے روک دیا، اسکے بعد رقم مین اور زیادہ اضافہ کر کے فرمایا اب راضی ہو؟ اُنھون نے کہا ہان، آپ نے فرمایا مین لوگون کے سامنے تقریر کر کے تمھاری رضامندی کی اطلاع دونگا، انھون نے اجازت دی، چنانچہ آنحضرت صلعم نے تقریر کر کے لوگون کے سامنے اونکی رضامندی کی تصدیق کرادی[1]،

تدفین عثمان غنی حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت مدینہ مین نہایت سخت فتنہ برپا ہوا، مدینہ باغیون کے قبضہ مین تھا، اور اون کے خوف سے کسی کو خلیفۂ مظلوم کی لاش دفن کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، دوسرے دن چند سرفروش مسلمانون نے ہتھیلیون پر سر رکھکر بے گور و کفن لاش کو دفن کیا تھا، اُن مین ایک ابو جہم بھی تھے[2]،

وفات، ابو جہم نے کافی عمر پائی، اون کی طوالت عمر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُنھون نے کعبہ کی دو تعمیرین دیکھین ایک زمانہ جاہلیت مین رسول اللہ صلعم کے بچپن مین قریش کی تعمیر، دوسری ابن زبیرؓ کے زمانہ خلافت مین انکی تعمیر، ان دونون زمانون مین کم و بیش ایک صدی کا فصل تھا، اس طویل عمر کے بعد عبد الملک کے عہد حکومت مین وفات پائی[3]، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پاچکے تھے لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے،

فضل و کمال، ابو جہم کا مذہبی علوم مین کوئی پایہ نہ تھا لیکن نسابی مین جو جاہلیت کا نہایت ممتاز علم تھا، بڑا کمال رکھتے تھے، اور ان چار علمائے نسب مین سے ایک تھے، جو اس عہد مین سارے عرب مین استاد مانے جاتے تھے[4]،

---

[1] ابو داؤد ج ۲ کتاب الدیات باب العامل یصاب علی یدیہ خطأ، [2] اصابہ ج ۷، ص ۳۴، [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۵۰، [4] ایضاً،

۱۳۷۔ حضرت ابوجندل بن سہیلؓ

نام ونسب۔ عاص نام، ابوجندل کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابوجندل بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر ابن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی عامری،

اسلام اور قید محن۔ ابوجندل اس وقت مشرف باسلام ہوئے جب اون کا گھر اسلام دشمنی سے تیرہ و تار ہو رہا تھا، انکے والد سہیل نے اسلام کے جرم مین اون کے پیرون مین بیڑیان ڈال کر قید کردیا اور کئی برس تک قید محن جھیلتے رہے ۶ھ مین صلح حدیبیہ کے موقع پر ان کے والد سہیل قریش کیجانب سے معاہدہ صلح لکھانے کے لئے آئے جب معاہدہ کی کتابت شروع ہوئی، اور یہ دفعہ زیر بحث تھی کہ "قریش کا جو آدمی بھی خواہ وہ مسلمان ہی کیون نہو اگر مسلمانون کے پاس چلا آئیگا تو مسلمان اسے واپس کرنے پر مجبور ہون گے،" ابھی اسپر بحث ہو رہی تھی اور قلمبند نہ ہوئی تھی کہ ابوجندل جو کسی طرح موقع پاکر نکل آئے تھے، بیڑیان پہنے ہوئے پہنچ گئے، اور اپنے کو مسلمانون کے سامنے ڈال دیا، سہیل نے کہا محمد شرائط صلح پورا کرنے کا یہ پہلا موقع ہے آپ نے فرمایا ابھی صلحنامہ مکمل نہین ہوا ہے، سہیل نے کہا اگر ابوجندل واپس نہ کئے گئے تو پھر ہم کو کسی شرط پر صلح منظور نہین، آپ نے فرمایا ابوجندل کو یہین رہنے دو، سہیل نے کہا یہ نہین ہو سکتا، آپ نے بہت اصرار کیا، لیکن سہیل کسی طرح ابوجندل کو مسلمانون کے پاس چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا، آنحضرت صلعم کو معاہدہ کی پابندی کا بڑا خیال تھا، اس لئے سہیل کے اصرار پر ابوجندل کو حوالہ کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے، ابوجندل کو کافرون نے اتنا مارا تھا، کہ ان کے بدن پر نشان پڑ پڑ گئے تھے جب انھون نے دیکھا کہ رسول اللہ انھین واپس کردینگے تو مجمع کو مار کے نشانات دکھا کر کہا، مسلمانو! پھر مجھے کفار کا نشانۂ ستم بنانے اور اس مصیبت مین مبتلا رہنے کے لئے کافرون کے حوالہ کئے دیتے ہو، اون کی فریاد پر حضرت عمرؓ بہت متاثر ہوئے، اور آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کیا آپ پیغمبر برحق نہین ہین؟ فرمایا بیشک ہون، پھر پوچھا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہین ہین؟ فرمایا بیشک ہین عرض

کیا پھر ہم کیون دبکر صلح کرین، آپ نے فرمایا مین خدا کا پیغمبر ہون اوراُسکے حکم کی نافرمانی نہین کرسکتا، وہی میرا مددگار رہیگا[۱]

غرض اسی طرح ابوجندل کو پابجولان واپس کردیا، ابوجندل نے پھر فریاد کی، کہ مسلمانو! کیا میرے مذہب مین رخنہ ڈلوانے کیلئے مجھے قریش کے حوالہ کرتے ہو، آنحضرت صلعم نے اُنکی دلدہی کی کہ "ابوجندل صبر وضبط سے کام لو خدا تمھارے اور دوسرے مظلوم مسلمانون کیلئے کوئی راستہ پیدا کردیگا، ہم صلح کرچکے اور صلح کے بعد اُن سے بدعہدی نہین کرسکتے"

رہائی اور غزوات ۔ اس ارشاد کے بعد مزید چون وچرا کی گنجائش نہ تھی، چنانچہ ابوجندل خاموشی کے ساتھ چلے گئے اور کچھ دنون بعد کسی طرح قید سے چھوٹ کر ابوبصیر کی جماعت مین شریک ہوگئے اور عرصہ تک اون کے ساتھ رہے، (دیکھو حالات ابوبصیر) پھر جب کفار مکہ نے صلح حدیبیہ کی وہ دفعہ جس کی روسے ابوجندل واپس کئے گئے تھے، واپس لے لی تو آنحضرت صلعم نے ابوجندل اور اون کے ساتھی ابوبصیر کو مدینہ بلا بھیجا، ابوبصیر کو مدینہ آنے کی نوبت نہین آئی، اور وہ اسی وادی غربت مین پیوند خاک ہوگئے، ابوجندل مدینہ واپس ہوئے، مدینہ آنے کے بعد جس قدر غزوات ہوئے سب مین شرکت کی سعادت حاصل کی[۲]

شام کی فوج کشی مین شرکت اور وفات ۔ آنحضرت صلعم کی زندگی بھر مدینہ مین رہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب شام پر فوجکشی ہوئی تو اُسمین مجاہدانہ شرکت کی اور پانچ چھ سال تک مسلسل جہاد فی سبیل اللہ مین مشغول رہے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت ۱۸ھ مین طاعون کی وبا مین عمواس مین وفات پائی[۳]

فضل وکمال ۔ فضل وکمال مین شاعری کے علاوہ اور کوئی شے قابل ذکر نہین ہے حافظ ابن عبدالبر نے انکے اشعار نقل کیے ہین

۱۲۸ حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ

نام ونسب ۔ انکے نام مین بڑا اختلاف ہے اکثر ارباب سیر جرثوم لکھتے ہین، ابوثعلبہ کنیت ہے، نسب کا سلسلہ خشین بن وائل سے ملتا ہے، وائل سے اوپر شجرہ یہ ہے، وائل بن نمر بن وبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران بن حاف بن قضاعہ،

---

[۱] بخاری باب الشروط والمصالحہ مع اہل الحرب، [۲] استیعاب ج ۲ تذکرۂ ابوجندل وابوبصیر، [۳] ایضاً،

اسلام و بیعتِ رضوان دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اور بیعتِ رضوان مین رضائے الٰہی کی سند حاصل کی،[1]

غزوات غزوات کی شرکت کے متعلق کوئی تصریح نہین ملتی، خیبر کے مالِ غنیمت مین سے آنحضرت صلعم نے ایک حصہ مرحمت فرمایا تھا،[2] اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ شاید اس غزوہ مین شریک ہوئے ہون گے،

اشاعتِ اسلام البتہ دوسری خدماتِ جلیلہ پر مامور ہوتے رہتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلعم نے انھین ان کے قبیلہ مین مبلغ بنا کر بھیجا تھا، اور ان کی کوششون سے انکا قبیلہ آنحضرت صلعم کی حیات ہی مین مشرف باسلام ہوگیا،[3]

وفات شام فتح ہونیکے بعد یہان قیام پذیر ہو گئے گو شام مین قیام تھا، لیکن جنگِ صفین مین غیر جانبدار رہے،[4] امیر معاویہ کے عہد مین سربسجدہ واصل بحق ہوئے،[5] زندگی مین اکثر کہا کرتے تھے کہ خدا مجھکو تم لوگون کی طرح ایڑیان رگڑا کے اور دم گھٹا کے نہ اٹھائیگا، ان کا یہ کہنا بالکل صحیح نکلا، ایک شب کو آدھی رات گئے نماز مین مشغول تھے، انکی لڑکی نے خواب دیکھا کہ والد کا انتقال ہوگیا، اس خواب پر پریشان ہو کر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی، اور آواز دی معلوم ہوا نماز پڑھ رہے ہین، تھوڑی دیر کے بعد دوسری آواز دی کوئی جواب نہ ملا، پاس جاکر دیکھا تو سر سجدہ مین تھا، اور روح پرواز کر چکی تھی،[6]

فضل و کمال فضل و کمال کے اعتبار سے کوئی امتیازی پایہ نہ تھا، تاہم عام صحابہ کی جماعت مین وہ کسی سے کم بھی نہ تھے، ان سے چالیس حدیثین مروی ہین، انمین سے تین متفق علیہ ہین، اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین، جبیر بن نفیر، ابن مسیب اور مکحول نے ان سے روایتین کی ہین،[7]

فضائلِ اخلاق یون تو ابو ثعلبہ کی ذات تمام فضائلِ صحابیت کی جامع تھی لیکن حقگوئی اور راست گفتاری انکا خاص وصف تھا، سچ بات کے علاوہ کبھی جھوٹ سے زبان آلودہ نہ ہوئی، انکے معاصرین کہتے ہین کہ ہم نے ابی ثعلبہ سے زیادہ سچی بات کہنے والا نہین دیکھا، کائناتِ عالم پر نظر ڈال کر قدرتِ خداوندی پر غور و فکر کیا کرتے تھے، رات کے سناٹے اور تاریکی مین باہر نکل کے آسمان پر نظر ڈالتے اور قدرتِ خداوندی پر غور کرتے کرتے سجدہ مین گر جاتے،[8]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۵، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۹ و اسد الغابہ حوالۂ مذکور، [4] اصابہ ج ۷ ص ۲۹، [5] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۵، [6] اصابہ ج ۷ ص ۲۹، [7] تہذیب الکمال ص ۴۴۶، [8] اصابہ ج ۷ ص ۲۹،

۱۳۹- حضرت ابو رفاعہ عدوی رض

نام و نسب: تمیم نام، ابو رفاعہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، تمیم بن اسید بن عدی بن مالک بن تمیم بن دؤل بن جبیل بن عدی بن عبد مناۃ بن اد بن طابخۃ بن الیاس بن مضر عدوی مضری،

اسلام: غالباً فتح مکہ کے بعد کسی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم مسجد میں خطبہ دیرہے تھے کہ ابو رفاعہ پہنچے اور قریب جاکر عرض کیا یا رسول اللہ! ایک غریب الدیار اپنے دین کی بابت سوال کرنے آیا ہے، وہ نہیں جانتا کہ اوس کا مذہب کیا ہے، اس سوال پر آنحضرت صلعم نے خطبہ روک دیا اور پاس بلاکر ایک کرسی پر بیٹھ کے جس میں لوہے کے پایے لگے ہوئے تھے، اون کو ضروری تعلیم دی[1]،

جہاد فی سبیل اللہ اور شہادت: ابو رفاعہ کی رگ رگ میں جہاد فی سبیل اللہ کا خون دوڑتا رہتا تھا، وہ خدا سے دعا مانگا کرتے تھے، کہ خدایا مجھے ایسی طاہر اور پاکیزہ موت دے جس پر دوسرے مسلمانوں کو رشک آئے اور وہ موت تیری راہ میں ہو[2]، اون کی یہ پر اخلاص دعا مقبول ہوئی،

سنہ ۴۴ھ میں عبد الرحمن بن سمرہ کی ماتحتی میں کابل پر فوج کشی ہوئی، اس فوج میں بنو حنیفہ کا پورا قبیلہ شریک ہوا، ابو رفاعہ نے بھی شرکت کا ارادہ کیا، ابو قتادہ عدوی نے روکا کہ تمھارے بال بچے بالکل تنہا ہیں اس لئے تم نہ جاؤ، لیکن یہ ذوق شہادت میں بے تاب تھے، جواب دیا میں مصمم ارادہ کر چکا ہوں اس لئے ضرور شریک ہونگا، چنانچہ فوج میں شامل ہوکر کابل روانہ ہوگئے، بحستان پہنچنے کے بعد رات بھر فوج ایک قلعہ کے گرد چکر لگاتی رہی، اور ابو رفاعہ شہادت کی تیاری میں ساری رات عبادت کرتے رہے، آخری شب میں نیند کا غلبہ ہوا، ڈھال کا تکیہ لگاکر سو گئے، صبح کو اسلامی فوج دشمن کے رخ کا اندازہ لگانے میں ایسا مشغول

---

[1] مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ، [2] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۴۰،

ہوئی کہ کسی کو ابو رفاعہ کا خیال نہ رہا، ابو رفاعہ رات بھر کے جگے تھے صبح کو بھی آنکھ نہ کھلی، دشمنون نے انھین تنہا پاکر ذبح کر دیا، کچھ دیر کے بعد جب لوگون کو ان کا خیال آیا اور ان کی تلاش مین نکلے تو دیکھا کہ وہ خاک و خون مین غلطان ہین، اور تین گبر جنھون نے اون قتل کیا تھا، ان کے کپڑے اتار دیئے ہین، کہ اتنے مین مسلمان پہنچگئے اور قاتلون کو بھگا کر شہید فی سبیل اللہ کی لاش ساتھ لے گئے[۱]

فضل و کمال، فضل و کمال کے لحاظ سے ممتاز صحابہ مین تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کہ ابو رفاعہ فضلاے صحابہ مین تھے[۲]، قرآن کی متعدد صورتین براہ راست زبان نبوی سے یاد کی تھین، حدیثون سے بھی تہی دامن نہ تھے، حمید بن ہلال اور صلہ بن اشیم نے ان سے روایتین کی ہین[۳]،

ذوق عبادت، عبادت اور ریاضت ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا، تلاوت قرآن سے غیر معمولی شغف و انہماک تھا، تہجد نہایت التزام اور پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک موقع پر انھون نے خود بیان کیا تھا کہ جب سے مین نے رسول اللہ صلعم سے بقرہ اور دوسری آیات قرآنی سیکھی ہین اس وقت سے نہ بقرہ نے میرا ساتھ چھوڑا اور نہ قیام لیل سے کسل پیدا ہوا[۴]،

۱۴۰ حضرت ابو سفیان بن حارثؓ

نام و نسب، مغیرہ نام، ابو سفیان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن ہاشم ہاشمی، مان کا نام غزنہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، غزنہ بنت قیس بن طریف بن عبد العزیٰ بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر، ابو سفیان کے والد حارث آنحضرت صلعم کے حقیقی چچا تھے اور ابو سفیان نے حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا، اس لئے وہ نسبی اور رضاعی دونون رشتون سے آنحضرت صلعم کے بھائی

[۱] ابن سعد ج، ق اول ص ۸۴، سنہ شہادت اور مقام شہادت کی تعیین استیعاب سے لی گئی ہو[۲] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۲، [۳] تہذیب الکمال ص ۴۴۹، [۴] ابن سعد ج، ق اول ص ۸۴،

تھے، سن میں بھی آپ کے برابر تھے، اس لئے دونوں میں غایت درجہ الفت و محبت تھی[1]

آنحضرت صلعم اور اسلام کی مخالفت | لیکن الفت و محبت کا یہ رشتہ ظہورِ اسلام کے بعد ٹوٹ گیا، دوسرے عمائدین قریش کی طرح ابوسفیان بھی رسول اللہ صلعم کے سخت مخالف ہوگئے، اور ان کی مخالفت دشمنی اور عناد کے درجہ تک پہنچ گئی تھی، آنحضرت صلعم کی مخالفت اور اسلام کے استیصال کو انھوں نے اپنا مقصدِ حیات بنا لیا تھا، چنانچہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جس قدر معرکے ہوئے، ابوسفیان ان سب میں پیش پیش تھے، ان کی ساری قوتیں آنحضرت صلعم اور اسلام کے خلاف صرف ہوتی تھیں[2]، شاعر تھے اس لئے آنحضرت صلعم کی ہجو کہہ کے کوچہ و بازار میں سناتے پھرتے تھے، طوطیِ اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ نے ان اشعار

الا ابلغ ابا سفیان عنی مغلغلۃ فقد برح الخفاء

"ابوسفیان کو میری جانب سے یہ پیام پہنچا دو کہ پردہ اٹھ گیا"

ھجوت محمدًا فاجبت عنہ وعند اللہ فی ذاک الجزاء

"تم نے محمد کی ہجو کی میں نے اس کا جواب دیا، اور اس جواب میں خدا کے پاس میرے لئے جزا ہے"

میں انھیں کی ہجو کا ذکر کیا ہے[3]

اسلام | کامل بیس برس تک یہ معاندانہ روش قائم رہی، فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے جب آنحضرت صلعم فتحِ مکہ کی تیاریوں میں مصروف تھے، اور مکہ میں آپ کی آمد کی خبر پھیل رہی تھی، ابوسفیان نے ایک دن بیوی سے کہا محمد آیا چاہتے ہیں، تم لوگ یہاں سے نکل چلو، نیک خاتون نے جواب دیا عرب و عجم محمدؐ کے مطیع و منقاد ہوتے جاتے ہیں، لیکن تم اب تک اسی بغض و عداوت پر قائم ہو، حالانکہ تم پر ان کی امداد و اعانت کا زیادہ حق ہے۔" بیوی کی بات دل میں اتر گئی، اسی وقت سواری کا انتظام کیا، اور اپنے لڑکے جعفر کو ساتھ لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں چل کھڑے ہوئے، اس وقت مسلمانوں کا مقدمۃ الجیش مقام ابواء تک پہنچ چکا تھا، ابوسفیان

---

[1] ابن سعد ج ۴ ص اول ص ۳۴، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۴، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۳

اشتہاری مجرم تھے، ہر آن جان کا خطرہ لگا ہوا تھا، ڈرتے ڈرتے چھپتے چھپاتے کسی طرح مسلمانون کے لشکرگاہ تک پہنچے اور دفعۃً رسول اللہ صلعم کے سامنے آگئے، آپ کا دل ان کے گذشتہ اعمال کی وجہ سے سخت متنفر تھا، اس لئے نظر پڑتے ہی منہ پھیر لیا، ابوسفیان اس رخ پر گئے تو آپ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا، یہ دیکھ کر مسلمان انھین پکڑنے کے لئے بڑھے ابوسفیان سمجھے کہ اب کام تمام ہوا چنانچہ رسول اللہ صلعم کے رحم و کرم عفو و درگذر اور آپ کے ساتھ اپنی گوناگون قرابتون کا واسطہ دلاکر مسلمانون کو روکا،[1]

ابوسفیان کی پوری زندگی، آنحضرت صلعم، اسلام اور مسلمانون کی مخالفت مین گذری تھی، اُنھون نے آپ کی تحقیر و تذلیل مسلمانون کی ایذا رسانی اور اسلام کے استیصال کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا، اس لئے رسول اللہ صلعم کے دل مین ان کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہ گئی تھی، اور آپ کسی طرح درگذر فرمانے پر آمادہ نہ ہوئے، آخر مین ابوسفیان نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو درمیان مین ڈالا، اُنھون نے سفارش کی کہ اپنے ابن عم کو مایوس نہ کیجئے، فرمایا مجھے ایسے ابن عم کی ضرورت نہین ہے، انھون نے میری آبروریزی کا کون سا دقیقہ اُٹھا رکھا ہے، ابوسفیان سے کچھ بن نہ پڑتا تھا، گذشتہ زندگی پر سخت نادم اور شرمسار تھے لیکن بارگاہ نبوی مین کوئی شنوائی نہ ہوئی جب بالکل مایوس ہو گئے، تو کہا خیر اگر عفو و کرم کا دروازہ بالکل بند ہو چکا ہے تو

ع — جان سے ہم بھی گذر جائینگے سوچا ہے یہی،

اور اس کمسن بچہ کو ساتھ لیکر دربدر مارے مارے پھرین گے، اور بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دیدینگے، ابوسفیان لاکھ مجرم سہی پھر بھی چچیرے بھائی تھے، آنحضرت صلعم کے کانون تک اس عزم کی خبر پہنچی تو دل بھر آیا اور نفرت و حقارت کے سارے جذبات مہر و محبت سے بدل گئے،[2]

ابوسفیان کو سامنے آنے کی اجازت ملی، دونون باپ بیٹے عمامہ باندھے ہوئے سامنے لائے گئے اور السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر آگے بڑھے، آپ نے فرمایا، ان کے چہرون سے ڈھاٹا ہٹاؤ،

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۴۳، [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۲،

صورت تو دکھائی دے، لوگوں نے فوراً ڈھاٹا ہٹا دیا، اور رسول اللہ صلعم کو اثر پذیر کرنے کے لئے اون کا نسب بیان کیا، اس کے بعد باپ بیٹے دونوں کلمہ پڑھکر مشرف باسلام ہو گئے، آنحضرت صلعم نے ان کی ایک ہجو کیطرف اشارہ کرکے فرمایا، ابو سفیان تم نے مجھکو کب نکالا تھا، عرض کی یا رسول اللہ اب زیادہ ملامت کرکے شرمندہ نہ کیجئے، فرمایا اب کوئی ملامت نہین، اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اپنے ابن عم کو لیجاؤ اور وضو اور سنت کی تعلیم دیکر میرے پاس لاؤ، حضرت علیؓ ساتھ لیگئے اور نہلا کر واپس لائے، آنحضرت صلعم نے نماز پڑھائی پھر مسلمانون کو حکم دیا کہ اعلان کردو کہ "ابو سفیان سے خدا اور اوس کا رسول راضی ہو گیا، اس لئے تم لوگ بھی راضی ہو جاؤ[1]"

غزوات | اسلام کے بعد تلافی مافات کی فکر ہوئی، ابھی غزوہ فتح نہین ہوا تھا اب سے پہلے اس مین شریک ہوئے پھر غزوہ حنین مین شمشیر ہاشمی کے جوہر دکھائے، اس غزوہ مین غیر معمولی شجاعت دکھائی، مشرکین کے ریلے مین جب مسلمان آنحضرت صلعم کے چارون طرف سے منتشر ہو گئے اور ایک عام بے ترتیبی پھیل گئی اس وقت بھی ابو سفیان اپنی جگہ پر جمے رہے، اور شمشیر برہنہ گھوڑے کی پیٹھ سے موت کے منہ مین کود پڑے، حضرت عباسؓ نے یہ جانبازی دیکھکر رسول اللہ صلعم سے کہا کہ اپنے ابن عم اور بھائی کی خطاؤن کو معاف کردو، فرمایا مین نے معاف کردیا، خدا ان کی تمام عداوتون کو جو انھون نے میرے ساتھ کی ہین معاف فرمائے، اور شفقت برادرانہ مین ابو سفیان سے فرمایا میری عمر کی قسم تم میرے بھائی ہو، اس برادرانہ اور شفقت آمیز خطاب پر ابو سفیان نے قدم مبارک چوم لئے، اور رہوار نبوی کی لگام تھام کر مشرکین کے سامنے سینہ سپر ہو گئے[2]، آنحضرت صلعم نے اس فدویت وجان نثاری پر "اسد اللہ" اور "اسد الرسول" کا معزز لقب عطا کیا[3]، طائف مین بھی ہمرکاب تھے غرض اسلام کے بعد کسی غزوہ مین انکا قدم پیچھے نہین رہا،

وفات | آنحضرت صلعم کی وفات تمام مسلمانون کے لئے ایک مصیبت عظمی تھی، ابو سفیان پر ایک کوہ الم ٹوٹ پڑا، وہ اس حادثہ سے سخت متاثر ہوئے ابھی یہ زخم مندمل نہ ہونے پایا تھا کہ تھوڑے ہی دنون کے بعد انکے

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۶، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۵ و ۲۵۶، [3] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۷،

بھائی نوفل چل بسے، ان حوادث نے انھیں دنیا سے بالکل برداشتہ خاطر کر دیا، خدا سے دعا مانگتے تھے کہ خدایا رسول اللہ اور بھائی کے بعد زندگی بے مزہ اور دنیا بے لطف ہو گئی، اس لئے جلد دنیا سے اٹھا لے خدا نے یہ دعا قبول کی اور اس دعا کے چند ہی دنوں کے بعد ایک معمولی اور اتفاقی واقعہ موت کا سبب بن گیا، حج کے موقع پر منی میں سر منڈایا، سر میں ایک پھنسی تھی وہ چھل گئی، اس سے خون جاری ہو گیا، اور ایسا جاری ہوا کہ کسی طرح نہ رکا، مدینہ واپس آکر خود ہی اپنی قبر کھود کر اپنی پہلی منزل تیار کی، جب حالت یاس ناک ہوئی تو خویش و اقارب نے رونا دھونا شروع کیا انکا گریہ و بکا سنکر فرمایا، اسلام کے بعد سے آج تک کوئی لغزش نہیں ہوئی اس لئے رونا دھونا بند کرو، قبر کھودنے کے تیسرے دن وفات پا گئے حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور ابو سفیان جنت البقیع دکن ابی طالب میں سپرد خاک کئے گئے،[۱]

حلیہ| صورۃً آنحضرت صلعم کے ہم شبیہ تھے،

اولاد| ابو سفیان نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، اور ان سے بہت سی اولادیں ہوئیں، بیویوں میں جمانہ، نعمہ، ام عمرو، اور دُرام ولد تھیں ان سے جعفر، عبد اللہ، جمانہ، حفصہ، عاتکہ، امیہ اور کلثوم بہت سی اولادیں تھیں، لیکن ان میں سے آیندہ کوئی اولاد باقی نہ رہی، اور ابو سفیان کی نسل منقطع ہو گئی،[۲]

فضائل اخلاق| قبول اسلام کے بعد تلافیِ مافات کے لئے ابو سفیان اسلامی تعلیم کا ایک پیکر مجسم بن گئے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے ولولے اور جوش کا اندازہ اوپر ہو چکا، یہی جہاد مذہب کے ہر شعبہ میں تھا، شبانہ یوم کا بڑا حصہ نمازمیں گذرتا تھا، گرمیوں کے طولانی دنوں میں صبح سے لیکر نصف النہار تک نمازیں پڑھتے تھے نصف النہار کے وقت رک جاتے اور ظہر کے وقت سے لیکر پھر عصر تک یہ سلسلہ جاری رہتا،[۳] اس عبادت و ریاضت کو دیکھکر آنحضرت صلعم نے انکو "جوانانِ جنت کے سردار" کا لقب عطا فرمایا،[۴]

---

[۱] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱، واسد الغابہ تذکرہ ابو سفیان بن حارث، [۲] ابن سعد حوالہ مذکور، [۳] ایضاً،

[۴] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۵،

آنحضرت صلعم کے ساتھ بچپن میں دلی تعلق تھا، ظہورِ اسلام کے بعد درمیان میں یہ تعلق منقطع ہوگیا تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد پھر وہی لطف قائم ہوگیا، آنحضرت صلعم انھیں بہت محبوب رکھتے تھے، کان احب قریش الی رسول اللہ صلعم وکان شدیدا علیہ فلما اسلم کان احب الناس الیہ یعنی قریش میں آنحضرت صلعم کو زیادہ محبوب ابو سفیان تھے، اس کے بعد وہ آپ کے سخت دشمن ہوگئے، اس کے بعد جب اسلام لائے تو پھر سب سے زیادہ محبوب ہوگئے، آنحضرت صلعم انھیں فرطِ محبت میں "خیراہلی" فرماتے تھے[1] ابو سفیان کو بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ غایت درجہ الفت تھی آپ کی وفات سے ابو سفیان پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا تھا، اکثر رویا کرتے تھے، اور موت کی دعا مانگا کرتے تھے، اسی تاثر کی حالت میں ایک نہایت رقت انگیز مرثیہ کہا، یہ مرثیہ حافظ ابن عبد البر نے نقل کیا ہے[2]

۱۸۱- حضرت ابو سفیان بن حرب

نام ونسب: صخر نام، ابو سفیان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی، ابو سفیان کا خاندان بنی امیہ قریش کی نہایت مقتدر شاخ تھی، اور عقاب یعنی قریش کے قومی نشان کا حامل یہی خاندان تھا، علمدار اسی خاندان کے ارکان بنائے جاتے تھے، ظہورِ اسلام کے وقت اس عہدہ پر ابو سفیان ممتاز تھے، جب قریش میں کوئی جنگ چھڑنے والی ہوتی تھی، تو معززین قریش جمع ہوکر علمدار کے ہاتھ میں علم دیتے تھے[3]

اسلام سے پہلے: ظہورِ اسلام کے وقت اس کی سب سے زیادہ مخالفت انھیں لوگوں کی جانب سے عمل میں آئی جو قریش کے سب سے با اثر رئیس تھے، اور جن کا اثر واقتدار نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا تھا، ابو سفیان بھی رؤسائے قریش میں تھے، اور بنی ہاشم کے حریف تھے، اس لئے اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ انھیں دوہری مخالفت

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۵، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۸، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۶،

تھی، چنانچہ وہ آنحضرت صلعم کی ایذا رسانی، مسلمانون کی مخالفت اور اسلام کے استیصال مین سب سے پیش پیش رہتے تھے، اسلام کے مٹانے مین انھون نے اپنی پوری قوتین صرف کر دین، آغاز دعوت اسلام سے لیکر فتح مکہ تک اسلام کی مخالفت اور اس کی بیخ کنی کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے، دعوت اسلام کے آغاز مین قریش کا جو وفد آنحضرت صلعم کے چچا ابو طالب کے پاس آپ کی شکایت لیکر گیا تھا اس کے ایک رکن ابو سفیان بھی تھے[1]

پھر آنحضرت صلعم کے قتل کرنے کی جو سازش ہوئی تھی جس کے سبب سے آپ نے ہجرت فرمائی تھی اسمین بھی ابو سفیان کا ہاتھ شامل تھا، کفر و اسلام کا سب سے پہلا مقابلہ بدر مین ہوا، اس مین ابو سفیان نہ شریک ہوسکے اس وقت وہ کاروان تجارت لیکر گئے ہوے تھے،

بدر مین بڑے بڑے معززین قریش مارے گئے تھے اس لئے سارا قریش جذبۂ انتقام مین دیوانہ ہو رہا تھا، ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ مارے جاچکے تھے، ان کے بعد قریش کی مسند ریاست پر ابو سفیان بیٹھے، اس لئے بحیثیت سردار قوم کے مقتولین بدر کا انتقام ان کا پہلا فرض تھا، اس کے علاوہ خود ان کا ایک فرزند حنظلہ مارا گیا تھا اس لئے یہ انتقام اور زیادہ موکد ہو گیا تھا، اور انھون نے حلف لے لیا تھا کہ "جب تک محمد سے بدر کا انتقام نہ لین گے اس وقت تک عورتون کو نہ چھوین گے" اس حلف کے بعد دو سو سوارون کا دستہ لیکر مدینہ پہنچے، مدینہ کے یہود مسلمانون کے خلاف تھے اس لئے ابو سفیان ایک یہودی رئیس حیّ بن اخطب کے پاس گئے، رات کا وقت تھا، گھرون کے دروازے بند ہو چکے تھے، ابو سفیان نے حیّ کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر اس نے دشمن کے خوف سے نہ کھولا، اس لئے ابو سفیان اوس کے دروازہ سے لوٹ آئے اور ایک دوسرے یہودی اور بنی نضیر کے سردار اور خزانچی سلام بن مشکم کے پاس پہنچے، اس نے نہایت پرتپاک استقبال کیا اور بڑی خاطر و تواضع کی، کھانا کھلایا، شراب پلائی، اور ابو سفیان کی مہم کے متعلق بہت سی راز کی باتین بتائین، صبح کو ابو سفیان نے مدینہ کے قریب عریض پر حملہ کر کے کھجور کے باغون کی ٹٹیان جلا ڈالین، اور

[1] سیرۃ ابن ہشام ج اول ص ۱۳۰،

ایک انصاری اور ان کے حلیف کو قتل کرکے لوٹ آئے، آنحضرت صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے تعاقب کیا، قرقرۃ الکدر مین پہنچکر معلوم ہوا کہ ابوسفیان بہت آگے نکل چکا ہے، اس لیئے واپس تشریف لے آئے[1]

اس واقعہ سے ایک حد تک ابوسفیان کی قسم پوری ہوگئی، لیکن ابھی مقتولین بدر کا انتقام باقی تھا، اور جن جن لوگون کے اعزہ واقربا مارے گئے تھے، وہ انتقام کے لئے بیچین و مضطرب تھے، چنانچہ ابوجہل کا لڑکا عکرمہ، عبداللہ بن ربیعہ، صفوان بن امیہ، اور جن جن لوگون کے اعزہ واقربا مارے گئے تھے ابوسفیان کے پاس پہنچے، اور کہا آپ لوگ اپنے کاروان تجارت (یہ وہی کاروان تجارت ہے جو بدر کے زمانہ مین سامان تجارت لے کر گیا تھا) کا نفع ہم کو دیدیجئے، کہ اس کے ذریعہ سے ہم لوگ محمدؐ کے مقابلہ کا سامان کرین، ابوسفیان نے کہا مین اپنا حصہ سب سے پہلے دیتا ہون، اس کے علاوہ قریشی خاندان کے ہر ممبر نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ چندہ دیا[2]،

غرض قریش تیاریان کرکے بڑے سروسامان سے مسلمانون کے استیصال کو روانہ ہوئے، اور مدینہ کے پاس کوہ احد پر فوجین اتارین، آنحضرت صلعم سات سو جان نثارون کی مختصر جماعت لیکر مدافعت کے لئے نکلے، احد پر دونون کا مقابلہ ہوا، مسلمانون کی جانفروشی نے کفر کے ٹڈی دل کو پسپا کردیا، آنحضرت صلعم نے صف بندی کے وقت مسلمانون کا ایک دستہ پشت پر حفاظت کے لئے متعین کردیا تھا، تاکہ مخالفین عقب سے حملہ آور نہ ہوسکین، مشرکین کی پسپائی کو دیکھکر اس دستہ نے مال غنیمت کی طمع مین اپنا مرکز چھوڑ دیا، خالد بن ولید مشرکین کے دستہ کو لئے ہوئے منڈلا رہے تھے انھون نے میدان خالی پاکر عقب سے حملہ کردیا، مسلمان اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لاسکے، اور بہت بری طرح پیچھے ہٹے، بہت سے مسلمان اس پسپائی مین شہید ہوگئے، آنحضرت صلعم کا چہرۂ انور زخمی اور دندان مبارک شہید ہوئے، آپ کے پاس چند جان نثارون کے علاوہ کوئی باقی نہ رہگیا تھا، ہر شخص اپنی جگہ بدحواس ہو رہا تھا، اس لئے آپ کی شہادت کی خبر اڑگئی،[3]

---

[1] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۳۶۹،۴ [2] ایضاً ص ۲۴۳،۴ و ابن سعد حصہ مغازی ص ۲۵، [3] ایضاً ص ۲۹،

ابوسفیان یہ خبر سنکر فرط مسرت سے پہاڑ پر چڑھ گیا اور فاتحانہ نشہ مین بآواز بلند پوچھا محمد ہین؟ آنحضرت صلعم نے لوگون کو منع کردیا کہ جواب نہ دیا جائے جب ابوسفیان کے سوال کا کوئی جواب نہ ملا، تو سمجھا نصیب دشمنان محمد (صلعم) کا کام تمام ہوگیا، دوسری آواز دی ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکرؓ) ہین اس سوال پر بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ اس نے حضرت عمرؓ کو پکارا، اس مرتبہ بھی جواب نہ ملا، یہ خاموشی دیکھکر وہ سمجھا کہ سب ختم ہوگئے، حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہوسکا آپ پکار اٹھے او دشمن خدا تیرے رسوا کرنیوالون کو خدا نے زندہ رکھا ہے، یہ سنکر اوس نے ہبل کی جے پکاری "اعل ہبل" ہبل بلند رہ، صحابہ نے آنحضرت صلعم کے حکم سے جواب مین کہا "اللہ اعلی واجل" خدا برتر اور بڑا ہے، یہ جواب سنکر ابوسفیان بولا "لنا عزی ولا عزی لکم" ہمارے پاس ہمارا معبود عزی ہے اور تمھارے پاس نہین ہے، صحابہ نے جواب دیا، "اللہ مولنا ولا مولی لکم" خدا ہمارا مولا ہے اور تمھارا کوئی مولی نہین،[1]

ابوسفیان کامیابی کے نشہ مین مخمور تھا، بولا آج کا دن بدر کا جواب ہے، لوگون نے بغیر میرے حکم کے مسلمان لاشون کے ہاتھ پاؤن کاٹ لئے ہین، لیکن مجھے اس کا کوئی افسوس بھی نہین ہے،[1] بروایت ابن اسحق حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا ہمارے شہدا جنت مین ہین، اور تیرے مقتولین جہنم مین، ابوسفیان نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو پاس بلا کر پوچھا سچ سچ بتاؤ محمد (صلعم) کا کام تمام ہوگیا یا زندہ ہین؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم وہ زندہ ہین، اور تمھاری گفتگو سن رہے ہین، یہ سنکر ابوسفیان نے کہا ابن قمئہ نے کہا تھا کہ مین نے محمد کا کام تمام کردیا، لیکن مین تم کو اس سے زیادہ سچا سمجھتا ہون،[2]

اختتام جنگ کے بعد آنحضرت صلعم نے احتیاطاً قریش کے تعاقب مین ستر آدمی بھیجے تاکہ وہ دوبارہ نہ لوٹ سکین، دوسرے دن خود بنفس نفیس مقام حمراء الاسد تک تعاقب مین تشریف لے گئے، آپ کا خطرہ صحیح تھا، ابوسفیان یہ خیال کرکے کہ ابھی مسلمانون کا پورا استیصال نہین ہوا ہے، مقام روحا سے دوبارہ

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ احد [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲،

واپسی کا قصد کر رہا تھا کہ اس دوران مین قبیلہ خزاعہ کے رئیس معبد سے جو مسلمانون کی شکست کی خبر سنکر تصدیق کے لئے آیا تھا، اور اب واپس جا رہا تھا، ملاقات ہوئی، اس سے ابوسفیان نے اپنا خیال ظاہر کیا اس نے کہا مین ابھی اپنی آنکھون سے دیکھتا چلا آ رہا ہون، محمد (صلعم) اس سروسامان کے ساتھ آ رہے ہین کہ ان کا مقابلہ سخت دشوار ہے، یہ خبر سنکر ابوسفیان نے ارادہ بدل دیا[1]،

احد کے بعد یہودیون نے مسلمانون کے خلاف تحریک شروع کی، ابوسفیان اسمین بھی پورے طور سے معاون و مددگار تھے، ۵ھ مین جب تمام عرب قبائل نے مسلمانون کے استیصال کے لئے مدینہ پر ہجوم کیا، تو قریش بھی ابوسفیان کی قیادت مین جمع ہوئے، لیکن یہ طوفان ہوا کی طرح اڑگیا، یہی متحدہ اجتماع جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے،

۶ھ مین جب آنحضرت صلعم نے قرب وجوار کے تمام امرا اور فرمان رواؤن کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے، تو ایک خط ہرقل کے نام بھی بھیجا، وہ صحیح عیسوی مذہب کا پیرو اور حق کا متلاشی تھا، اسلئے اس نے آنحضرت صلعم کے حالات معلوم کرنے چاہے، اتفاق سے اس وقت قریش کا کاروانِ تجارت شام آیا ہوا تھا، اس مین ابوسفیان بھی تھا، ہرقل نے آنحضرت صلعم کے حالات دریافت کرنے کے لئے اس قافلہ کو ایلیا طلب کیا، اور تمام ارکانِ سلطنت کے روبرو ترجمان کے ذریعہ سے سوالات شروع کئے، سب سے پہلے پوچھا تم مین کون اس شخص سے جو اپنے کو نبی کہتا ہے زیادہ قریبی تعلق رکھتا ہے، ابوسفیان نے اپنے کو پیش کیا کہ مین اوس کا قریب تر عزیز ہون، ہرقل نے اسے قریب بلایا، اور دوسرے قریشیون سے کہا مین اس سے اُس شخص (آنحضرت صلعم) کے متعلق سوالات کرون گا، جہان وہ غلط جواب دے تملوگ فوراً ٹوک دینا، ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر اُس وقت مجھکو اپنے ہمراہیون کی تردید کرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو مین جھوٹ بول دیتا، اس اہتمام کے ساتھ سوالات وجوابات شروع ہوئے،

---

[1] یہ تمام حالات ابن سعد سے ماخوذ ہین،

ہرقل، قریش مین اس شخص کا نسب کیسا ہی؟

ابوسفیان، قریش کا عالی نسب آدمی ہی؟

ہرقل، اس سے پہلے تم مین سے کسی نے نبوت کا دعوی کیا تھا،

ابوسفیان، نہین،

ہرقل، شرفا معززین اوس کے پیرو ہین یا کمزور و ناتوان،

ابوسفیان، ناتوان وکمزور،

ہرقل، اون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے یا گھٹتی ہے،

ابوسفیان، بڑھتی جاتی ہے،

ہرقل، کوئی شخص اس مذہب کو قبول کرنے کے بعد اس سے بیزار ہو کر مرتد بھی ہوتا ہی،؟

ابوسفیان، نہین،

ہرقل، کبھی اوس نے دھوکہ اور فریب دیا ہی،

ابوسفیان، نہین البتہ اس دوران مین حال معلوم نہین، (ابوسفیان کا بیان ہو کہ اس سوال کے علاوہ اور کسی مین مجھے اپنی طرف سے ملانے کا موقع نہین ملا،)

ہرقل، اس شخص سے اور تملوگون سے کبھی کوئی جنگ بھی ہوئی ہی،

ابوسفیان، ہان،

ہرقل، اوس کا کیا نتیجہ رہا،

ابوسفیان، کبھی ہم غالب رہے اور کبھی وہ،

ہرقل، وہ تم کو کس چیز کا حکم دیتا ہے،

ابوسفیان، وہ کہتا ہی، تنہا خدائے واحد کی عبادت کرو، اس مین کسی کو شریک نہ کرو، اور

اپنے آبا و اجداد کے مذہب کو چھوڑ دو، نماز پڑھو، خیرات کرو، صلہ رحمی کرو، پاک دامن رہو،

اس گفتگو کے بعد ہرقل کو آنحضرت صلعم کی صداقت اور آپ کی نبوت کا پورا یقین ہوگیا، اور اس نے بطارقہ کے سامنے علی الاعلان آپ کی صداقت اور پیغمبری کا اعتراف کیا[1]،

بنی خزاعہ اور بنی بکر کے قبائل مدتون سے حریف چلے آرہے تھے، لیکن اسلام کے مقابلہ مین دونون متحد ہوگئے تھے، صلح حدیبیہ کے زمانہ مین بنی خزاعہ مسلمانون کے اور بنی بکر قریش کے حلیف ہوگئے، اس تفصیٰ تحالف نے پھر دونونکو ایک دوسرے کے خلاف کردیا، اور بنی بکر نے عین حرم مین بنی خزاعہ پر حملہ کرکے انھین خوب قتل کیا، بنی خزاعہ کے ارکان آنحضرت صلعم کے پاس فریاد لیکر پہنچے، بنی خزاعہ آپ کے حلیف تھے، اس لئے صلح حدیبیہ کی رو سے ان پر قریش یا اون کا کوئی حلیف حملہ نہین کرسکتا تھا، چنانچہ آنحضرت صلعم نے قریش کے پاس ضمرہ کو یہ پیام دیکر بھیجا کہ یا بنی خزاعہ کے مقتولین کا خونبہا ادا کیا جائے یا قریش اون کی حمایت سے الگ ہوجائین، ورنہ اعلان کردیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا، یہ شرائط سنکر قرظہ ابن عمر نے کہا ہمکو تیسری صورت منظور ہے، ضمرہ نے آکر آنحضرت صلعم کو یہ جواب سنادیا، قرظہ نے یہ جواب تو دیدیا، لیکن بعد مین جب قریش نے اس جواب اور اس کے نتائج پر غور کیا، تو بہت نادم ہوئے اور اسی وقت ابوسفیان کو حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کے لئے مدینہ بھیجا، انھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین جاکر کہا کہ ہم حدیبیہ کے موقع پر موجود نہ تھے، اس لئے چاہتے ہین کہ تم دوبارہ ہمارے سامنے اس معاہدہ کی تجدید کردو، اور اس کی مدت مین بھی اضافہ کردو، آپ نے پوچھا کیا تم مخصوص اسی کے واسطے آئے ہو، انھون نے کہا ہان، فرمایا اس درمیان مین کوئی جدید واقعہ تو نہین پیش آیا، ابوسفیان نے کہا پناہ بخدا ہم لوگ سابق معاہدہ پر قائم ہین اس مین کوئی تبدیلی نہین کی، آنحضرت صلعم اصل حقیقت سے واقف تھے اس لئے تجدید معاہدہ پر راضی نہوئے لیکن ابوسفیان کسی نہ کسی طرح قریش کی غلطی کی تلافی چاہتا تھا اس لئے آنحضرت صلعم سے جواب پانے کے

---

[1] بخاری،

بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو درمیان مین ڈالنا چاہا، لیکن ان دونون بزرگون نے انکار کیا، ان کے انکار کے بعد وہ حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس آیا اور اون سے کہا، اگر اس وقت حسنؓ درمیان مین پڑکر محمد (صلعم) سے کہدے تو ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار کہلائیگا، لیکن اس پر فاطمہ زہراؓ رضامند نہ ہوئین، ان سب سے مایوس ہوکر مہاجرین و انصار کے پاس جاکر کہا، لیکن سبنے صاف انکار کردیا، جب ہر جگہ مایوسی ہوئی، تو آخر مین حضرت علیؓ کے مشورہ سے مسجد نبوی مین کھڑے ہوکر خود سے تجدید معاہدہ کا اعلان کرکے مکہ لوٹ گیا[1]،

فتح مکہ، [سنہ ۸] ھ مین جب آنحضرت صلعم نے تطہیر کعبہ کے لئے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو گو اسے مخفی رکھنے کا اہتمام کیا لیکن مکہ مین آپ کی آمد کی خبرین پہنچ گئین اسوقت وہ مشرکین اور جابرہ قریش جنھون نے آپ کو نہایت بے کسی کی حالت مین اس ارض مقدس سے جلائے وطن کیا تھا، اپنے انجام سے بہت گھبرائے، کہ اب اسلام کے سیلاب کو روکنا اون کے بس سے باہر ہوچکا تھا، آنحضرت صلعم نے مکہ کے قریب پہنچکر مرظہران مین قیام فرمایا، ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا تحقیقات کیلئے نکلے تھے دور سے دیکھا کہ مرظہران کا میدان رات کی تاریکی مین روشنی کی کثرت سے وادی ایمن بنا ہوا ہے، ابوسفیان نے کہا یہان عرفہ کی جیسی روشنی کیسے ہورہی ہے بدیل نے کہا بنی عمرو آگ روشن کئے ہین، ابوسفیان نے اعتراض کیا کہ ان کی تعداد اتنی کہان ہے[2]،

گو قریش نے مسلمانون پر بڑی ستم آرائیان کی تھین، پھر بھی وہ رسول اللہ صلعم اور اکثر اکابر صحابہ کے ہم خاندان تھے، اور ان مین اون کے اعزہ و اقربا موجود تھے، اس لئے حضرت عباسؓ کے دل مین خیال آیا کہ اگر آنحضرت صلعم مکہ مین داخل ہوگئے اور قریش نے پہلے سے جان و مال کی امان نہ لیلی تو سب تباہ ہوجائینگے چنانچہ وہ اس تلاش مین نکلے کہ اگر مکہ جانے والا کوئی آدمی مل جائے، تو اوس کی زبانی قریش سے کہلا بھیجین کہ رسول اللہ صلعم مرظہران تک پہنچ چکے ہین، وہ لوگ آکر جان بخشی کرالین، اتفاق سے حضرت عباسؓ اسی سمت گئے، جدھر ابوسفیان اور بدیل تھے، ابوسفیان کی آواز سنکر حضرت عباسؓ نے اسکو پکارا

---

[1] زرقانی ج ۲ ص ۳۳۶ تا ۳۳۸ ملخصاً، [2] بخاری کتاب المغازی غزوہ فتح،

اوس نے آواز پہچان کر کہا ابوالفضل! حضرت عباسؓ نے فرمایا، ہان مین ہون، ابوسفیان بولا میرے ماں باپ فدا ہون تم یہان کہان، فرمایا رسول اللہؐ اور مسلمان آگئے ہین، ابوسفیان نے سراسیمہ ہوکر کہا پھر کوئی تدبیر بتاؤ، حضرت عباسؓ نے اون کے ساتھیون کو لوٹا دیا اور انھین عفو تقصیر کیلئے اپنے ساتھ سوار کرکے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لے چلے۔[1]

حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے تو چلے، مگر وہ اشتہاری مجرم تھا اور تمام مسلمان اس سے خار کھاتے تھے، روشنی کی کثرت اور بھی راز فاش کیے دیتی تھی، قدم قدم پر لوگ سوال کرتے کون ہے؟ لیکن پھر رسول اللہ صلعم کا اونٹ اور حضرت عباسؓ کو دیکھ کر سمجھ جاتے کہ رسول اللہ صلعم کے چچا ہین، حضرت عباسؓ لوگون کی نظرین بچاتے ہوئے آرہے تھے لیکن جب وہ حضرت عمرؓ کی فرودگاہ کے سامنے سے گذرے تو انھون نے ابوسفیان کو پہچان لیا، اور جوشِ غضب مین بے تاب ہوکر چلائے او دشمن خدا! خدا کا شکر ہے کہ اس بلا کسی عہدو پیمان اور ذمہ داری کے تجھ پر قابو دیدیا، لیکن حضرت عباسؓ ساتھ تھے، اسلئے حضرت عمرؓ سیدھے آنحضرت صلعم کی خدمت مین گئے لیکن حضرت عباسؓ ان سے پہلے پہنچ چکے تھے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ابوسفیان ہے خدا نے اس کو بغیر کسی عہدو پیمان کے ہمارے حوالہ کردیا ہے، اجازت دیجئے کہ اس دشمن خدا کی گردن اڑا دون، حضرت عباسؓ نے فرمایا، یا رسول اللہ مین نے ان کو امان دیدی ہے، اور ابوسفیان کا سر پکڑ کے بیٹھ گئے، حضرت عمرؓ برابر ابوسفیان کے قتل پر مصر تھے، ان کا اصرار دیکھکر حضرت عباسؓ نے فرمایا عمرؓ اگر تمہارے قبیلہ کا کوئی شخص ہوتا تو تم ہرگز اتنا اصرار نہ کرتے لیکن تمکو بنی عبدمناف کی کیا پرواہ، حضرت عمرؓ نے اس طنز کے جواب مین کہا عباسؓ! خدا کی قسم مجھ کو تمھارے اسلام کی اتنی خوشی ہوئی کہ اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے سے نہوتی، آنحضرت صلعم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، اس وقت انھین لیجا کر اپنے پاس سلاؤ، صبح کو فیصلہ کیا جائیگا۔[2]

---

[1] ابوداؤد کتاب الخراج والامارہ باب ماجاء فی فتح مکہ، [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴۳ و ۲۴۴۔

اس ارشاد پر حضرت عباسؓ ابوسفیان کو ساتھ لے گئے، رات بھر پاس رکھا، اور صبح کو حسب ہدایت
بارگاہ نبوی مین لاکر حاضر کیا، اس وقت اسلام اور مسلمانون کا سب سے بڑا دشمن، آنحضرت صلعم کے خون کا پیاسا جس نے
آپ کی تحقیر و تذلیل اور جان لینے تک مین کوئی تامل نہ کیا تھا مسلمانون کو طرح طرح کی اذیتین دی تھین،
اسلام کے استیصال مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا بے کس و لاچار اور بے حامی و مددگار بارگاہ رسالت مین حاضر
تھا، اور رحمۃ للعالمین کے دامن عفو و کرم کے علاوہ دنیا مین اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی، بارگاہ رسالت
سے اس سنگین مجرم کیلئے قتل کی سزا نہین تجویز ہوتی، قید خانہ کی چار دیواری مین بند نہین کیا جاتا، جلاے وطن کا
حکم نہین ملتا، بلکہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کی عملی تفسیر ہوتی ہے، فرماتے ہین، ابوسفیان افسوس کا مقام
ہے، کیا اب بھی وقت نہین آیا کہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو، اس سوال پر وہ زبان جو معلوم نہین کتنی مرتبہ رسول اللہ
کے دل پر تیر و نشتر لگا چکی تھی، یون گویا ہوتی ہے "میرے مان باپ آپ پر فدا ہون، آپ کتنے بڑے شریف اور
کتنے بڑے صلہ رحم کرنے والے ہین، خدا کی قسم اگر خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا، تو آج میرے کام نہ آتا"؟ پھر ارشاد
ہوتا ہے، ابوسفیان تمھاری حالت قابل افسوس ہے کیا اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ تم مجھے خدا کا رسول مانو "
جاہلی حمیت اور قومی عصبیت اب بھی اعتراف رسالت کی اجازت نہین دیتی جواب ملتا ہے، میرے مان باپ
آپ پر فدا ہون، آپ کس قدر حلیم، کس قدر شریف اور کس قدر صلہ رحمی کرنے والے ہین، خدا کی قسم ابھی تک مجھ کو اسمین
شک ہے، حضرت عباسؓ یہ جاہلی حمیت سنکر ڈانٹتے ہین "ابوسفیان اس سے پہلے کہ سرتن سے جدا ہو لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کہہ لو، حضرت عباسؓ کی ڈانٹ پر ابوسفیان کلمہ توحید پڑھتے ہین، اور وہ سرکش جو جاہلی رعونت سے
خدا کے سامنے بھی نہ جھکتا تھا، آستان نبوی پر خم ہو جاتا ہے[1] اور آنحضرت صلعم ابوسفیان کی جان بخشی کا اعلان فرماتے
ہین، اور ان کے اس گھر کو جسمین بارہا مسلمانون کے خلاف سازشین ہو چکی تھین، رسول اللہ صلعم کے قتل کے
مشورے ہو چکے تھے "من دخل دار ابی سفیان فھو امن" کے اعلان کرم سے بیت الامن قرار دیتے ہین،[2]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۵، یہ واقعہ بخاری مین بھی ہے لیکن نہایت مختصر [2] مسلم کتاب الجہاد والسیر باب فتح مکہ

قبول اسلام کے بعد جب حضرت عباسؓ ان کو لے کر لوٹنے لگے تو آنحضرت صلعم نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا، کہ ابو سفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر کھڑا کر دو، کہ افواج الٰہی کا جلال اور مسلمانوں کی شوکت و عظمت کا تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لین، اس ارشاد پر حضرت عباسؓ نے انھین لیجا کر کھڑا کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد دریاے اسلام مین تلاطم پیدا ہوا، ہر ہر قبیلہ کے پرچم گذرنے لگے، پہلے غفار کا پرچم نظر آیا، پھر جہینہ، ہذیم، اور سلیم یکے بادیگرے ہتھیارون مین ڈوبے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے گذرے، سب سے آخر مین انصار کا قبیلہ اس شان سے پرچم لہراتا ہوا نکلا کہ ابو سفیان متحیر ہو گئے اور پوچھا یہ پرچم کس کا ہے، حضرت عباسؓ نے نام بتایا، دفعۃً سردار فوج حضرت سعد بن عبادہؓ ہاتھ مین علم لئے ہوئے برابر سے گذرے، اور ابو سفیان کو دیکھکر پکار اٹھے،

الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ　　　آج گھمسان کا دن ہے آج کعبہ حلال کر دیا جائیگا،

ابو سفیان گھبرا گئے اور حضرت عباسؓ سے کہا آج میری حفاظت تمھارے اوپر فرض ہے،

سب سے آخر مین کوکبۂ نبوی نمودار ہوا، حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہاتھون مین علم تھا، آنحضرت صلعم ابو سفیان کے قریب سے گذرے اور جمال مبارک پر اون کی نظر پڑی، تو باآواز بلند پکار کر کہا، آپ کو معلوم ہے ابھی سعد بن عبادہ کیا کہہ گئے ہین، پوچھا کیا، ابو سفیان نے بتایا، ارشاد ہوا غلط ہے، آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے آج اس پر غلاف چڑھایا جائیگا[1]

غزوات | قبول اسلام کے بعد ابو سفیان سب سے اول غزوۂ حنین مین شریک ہوئے، آنحضرت صلعم نے حنین کے مال غنیمت سے انھین سو اونٹ مرحمت فرمائے، حنین کے بعد طائف کے محاصرہ مین شرکت کی جب طائف کے محصورین مسلمانون پر لوہے کی گرم سلاخین برسانے لگے، تو اس کے جواب مین مسلمانون نے اون کی انگوری ٹٹیون کو نذر آتش کرنا شروع کیا، قریش کی بہت سی لڑکیان قبیلۂ ثقیف مین بیاہی ہوئی تھین، خود ابو سفیان کی لڑکی آمنہ عروہ بن مسعود ثقفی کے عقد مین تھی، اس لئے ابو سفیان اور مغیرہ بن شعبہ ثقیف سے گفتگو کرنے کے لئے گئے

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلعم الرایہ یوم الفتح،

جنگ چھڑی ہوئی تھی، اس لئے عورتون نے گرفتاری کے خوف سے ملنے سے انکار کر دیا، ابن الاسود ثقفی اپنے قبیلہ کے نہایت متمول شخص تھے، انھون نے آکر کہا کہ اگر محمدؐ نے ہمارے سرسبز اور شاداب باغون کو تاراج کر دیا تو پھر وہ کبھی آباد نہ ہو سکین گے، اس لئے تم دونون جا کر میرے لئے محمدؐ سے جان بخشی کا پروانہ حاصل کر لو، میری اور اون کی قرابت دیرینہ ہے، اس لئے انھین خدا اور صلہ رحمی کے واسطہ سے چھوڑ دینا چاہئے، آنحضرت صلعم نے اون کی درخواست منظور کر لی[1] اس غزوہ مین ابو سفیان کی ایک آنکھ جاتی رہی اور جہاد فی سبیل اللہ کا پہلا تمغہ ملا[2]،

طایف کے بعد مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ بنی ثقیف کا صنم کدہ ڈھانے پر مامور ہوئے[3]، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے نجران کا عامل بھی بنایا تھا، اور آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت وہ یہین تھے، لیکن واقدی اس کا منکر ہے[4]،

جنگ یرموک مین شرکت، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین شام کی فوجکشی مین اپنے پورے کنبہ کو لیکر شریک ہوئے خود یہ، ان کے بیٹے یزید، معاویہ اور ان کی بیوی ہندہ سب شریک تھے، یرموک کی جنگ مین انھون نے بڑا نمایان حصہ لیا، جب مسلمانون پر رومیون کا ریلا زیادہ ہوا، تو ابو سفیان بارگاہ ایزدی مین فتح و نصرت کی دعا کرتے جاتے تھے اور مسلمانون کو ابھارتے جاتے تھے، کہ اللہ اللہ تم لوگ عرب کا ہالہ اسکا حصہ اور اسلام کے دست و بازو ہو، اور تمھارے حریف روم کا ہالہ اسکا خلاصہ اور مشرکین کے مددگار ہین، خدایا آج کا دن تیرا دن ہے، اپنے عاجز بندون کی مدد فرما[5] ان کی بیوی ہندہ مردانہ ہمت کیساتھ مسلمانون کو للکارتی تھین کہ مسلمانو! غیر مختونون کو لینا[6] اس غزوہ مین ابو سفیان کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی، اور وہ خدا کی راہ مین ظاہری بینائی سے محروم ہو گئے[7]،

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۹۲ و ۲۹۳، [2] استیعاب ج ۲ ص ۱۰،[3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۶، [4] استیعاب ج ۲ ص ۱۰، [5] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۶، [6] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۳،

وفات | حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت ۳۱ھ سے لیکر ۳۴ھ تک کسی سنہ مین وفات پائی اوسوقت اٹھاسی سال کی عمر تھی حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، بعض روایتون کے مطابق خود امیر معاویہ نے نماز پڑھائی تھی،

حلیہ | حلیہ یہ تھا قد بلند و بالا، سر بڑا، رنگ گندم گون، دونون آنکھین راہ خدا مین جاتی رہی تھین، اس لئے غلام کے سہارے چلتے تھے،

اولاد | اولاد مین یزید اور معاویہ دو نامور بیٹے تھے، دونون نے تاریخ اسلام مین بڑا نام پیدا کیا، یزید نے شام کی فتوحات مین بڑے کارہاے نمایان کئے، اور امیر معاویہ تاریخ اسلام کے مشہور بادشاہ ہوئے، کہا جاتا ہو کہ مشہور اموی عامل عبید اللہ کا باپ زیاد ابوسفیان کی زمانہ جاہلیت کی ناجائز اولاد تھا،

ذریعۂ معاش | ابوسفیان قریش کے رئیس تھے، ان کا تجارتی کاروبار نہایت وسیع پیمانہ پر تھا، ان کا تجارتی مال شام تک جاتا تھا،

ایک ضروری بحث، | کچھ بنی امیہ اور بنی ہاشم کی خاندانی چشمک اور کچھ ابوسفیان کے قبل از اسلام کے کارنامون نے اون کے متعلق عجیب و غریب روایتین مشہور کر دی ہین، کہ وہ دل سے کبھی مسلمان نہین ہوئے، فتح مکہ مین محض جان کے خوف سے اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن اون کے دل مین کبھی اسلام راسخ نہ ہوا، اور ان کی زندگی شروع سے آخر تک منافقانہ رہی، اور ان کے نفاق کے ثبوت مین بعض واقعات بھی بیان کئے جاتے ہین، ان مین سب سے زیادہ مشہور واقعہ یہ پیش کیا جاتا ہو، کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو ابوسفیان نے حضرت علیؓ کے پاس جا کر کہا کہ قریش کا سب سے کمزور گھرانا تمھارے ہوتے ہوئے خلافت پر قابض ہوگیا، اگر تم کہو تو مین پیادون اور سوارون کا دریا بہا دون، حضرت علیؓ نے فرمایا تم ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے، لیکن تمھاری دشمنی اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچا سکی، ہم لوگ ابوبکرؓ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہین، اس کے بعد جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو ان سے آکر کہا کہ بنی تیم اور بنی عدی کے بعد اب تمھارے ہاتھون مین خلافت آئی اس لئے بنی امیہ کو بڑھانا چاہیئے، لیکن حضرت عثمانؓ نے ڈانٹ کر خاموش کر دیا،

اولاً تو اس قسم کے جسقدر واقعات ہین کوئی بھی پایۂ ثبوت کو نہین پہنچتے چنانچہ علامہ ابن عبد البر ان واقعات کے متعلق لکھتے ہین له اخبار من نحو هذا ردية یعنی ابوسفیان کے متعلق اس قسم کے جسقدر واقعات ہین وہ لغو اور مہمل ہین[1]، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین، نقل عنه من هذا الجنس اشياء كثيرة لا تثبت یعنی ابوسفیان کے اس قبیل کے بہت سے واقعات بیان کیے جاتے ہین، مگر کوئی بھی ثابت نہین ہین[2]،

لیکن بالفرض اگر اس قسم کے واقعات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو ان سے اون کی اسلام دشمنی ثابت نہین ہوتی بلکہ زیادہ سے زیادہ اون کی خاندانی عصبیت کا ثبوت ملتا ہے، اور اس سے انکار نہین کہ بنی امیہ مین خاندانی تعصب تھا، اور اگر خاندانی عصبیت ہی نفاق کا ثبوت ہے، تو پھر ان لوگون کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائیگا، جو حضرت ابوبکر رضکے انتخاب کے وقت بلکہ اس کے بعد بھی دل مین حضرت علیؓ کی خلافت کے خواہان تھے، گو زبان سے نہ کہہ سکتے ہین؛ پھر اسلام کے بعد کی ابوسفیان کی زندگی خود اون کے مومن کامل ہونے کا ثبوت ہے، طائف مین ایک آنکھ کھوئی، شام کی لڑائیون مین مع بیوی بچون کے شریک ہوئے اور دوسری آنکھ بھی نذر کی،

۱۴۲ حضرت ابو شریحؓ

نام ونسب ابو شریح کے نام مین بہت اختلاف ہے بعض خویلد بعض عمرو بعض کعب اور بعض ہانی بتاتے ہین، ابو شریح کنیت ہے اور اسی سے وہ مشہور ہین، نسب نامہ یہ ہے، خویلد بن عمرو بن صخر بن عبد العزیٰ بن معاویہ بن محرش بن عمرو بن زمانہ بن عدی ابن عمرو بن ربیعہ خزاعی کعبی،

اسلام وغزوات فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ مین شریک تھے اور بنی کعب کا ایک نشان انکے ہاتھ مین تھا[3]،

وفات ۶۸ھ مین مدینہ مین وفات پائی[4]،

فضل وکمال ابو شریح کا شمار علماے مدینہ مین تھا[5]، مذہبی علوم مین کوئی امتیازی حیثیت نہ رکھتے تھے، ان سے بیس[6]

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۱۰، [2] اسد الغابہ جلد ۵ تذکرہ ابوسفیان، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۹۴، [4] ایضاً، [5] استیعاب ج ۲ ص ۶۷۰،

حدیثین مروی ہین ان مین سے دو متفق علیہ ہین اور ایک مین امام بخاری اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین، ابوسعید مقبری نافع بن جبیر وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین[1]،

تبلیغ فرمان رسول | ابو شریح بحیثیت صحابی رسول کے جس موقع پر بھی اور جس کی جانب سے بھی فرمان رسول کی مخالفت دیکھتے تو خواہ کیسی ہی طاقت نہ ہو لیے فوراً متنبہ کر دیتے عمرو بن زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ دونون بھائیون کے اختلافات کے زمانہ مین جب عمرو نے مکہ پر چڑھائی کی تو ابو شریح نے عمرو کو آنحضرت صلعم کے تحریم حرم کے حجۃ الوداع والے خطبہ کا حوالہ دیکر روکا، عمرو نے کہا بڑے میان آپ جانتے ہین آپ سے زیادہ حرم کی حرمت سے واقف ہون حرم خون ریزی کرنے والون، باغیون اور جزیہ روکنے والون کو پناہ نہین دیتا، ابو شریح نے کہا مین تحریم حرم کے خطبہ کے وقت موجود تھا، اور تم نہ تھے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جو لوگ موجود ہین وہ ان لوگون کو جو موجود نہین ہین خبر کر دین، اس لئے مین نے تمکو خبر کر دی آئندہ تمہین اختیار ہے[2]، اسی طرح جس زمانہ مین عمرو بن سعید اموی عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ کے لئے مکہ فوجین بھیج رہا تھا، تو اس کو بھی آنحضرت صلعم کا خطبہ سنایا اس نے جواب دیا مین تم سے زیادہ واقف ہون، لیکن حرم نافرمان، بھاگے ہوئے قاتل اور جزیہ روکنے والون کو پناہ نہین دیتا[3]،

فیاضی | ابو شریح نہایت فیاض اور دریا دل تھے، لوگون کو اپنی چیزون کے استعمال کی عام اجازت دے رکھی تھی، اور اعلان کر دیا تھا کہ جب تم دیکھو کہ مین اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار مین کھونٹی گاڑنے سے روکتا ہون تو مجھے مجنون سمجھو اور داغ کر میرا علاج کرو، اور جو شخص ابو شریح کا دودھ گھی اور بیرہ وغیرہ پائے تو وہ اس کے لئے حلال ہے، اور اس کو بلا تکلف کھا پی سکتا ہے[4]،

---

[1] تہذیب الکمال ص ۴۵۲، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۲۷، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴۵،

[4] استیعاب ج ۲ ص ۶۷۶،

۴۲۔ حضرت ابوالعاصؓ

نام ونسب ابوالعاص کے نام مین بڑا اختلاف ہی بعض لقیط بعض مِقسم اور بعض ہشیم بتاتے ہین، ابوالعاص کنیت ہے نسب نامہ یہ ہے، ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی قرشی،

ابوالعاص حضرت خدیجہؓ کے بھانجے تھے، وہ انھین بہت محبوب رکھتی تھین، اور اپنا لڑکا تصور کرتی تھین، وہ نہایت متمول آدمی تھے، زمانۂ جاہلیت مین ان کا نہایت وسیع تجارتی کاروبار تھا، تجارت کیساتھ اونکی دیانت اور امانت بھی بہت مشہور تھی، ان کے اوصاف کیوجہ سے حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلعم سے خواہش کی کہ حضرت فاطمۂ زہراؓ کی بڑی بہن حضرت زینبؓ کو ان کے ساتھ بیاہ دیا جائے، آپ نزولِ وحی سے پہلے کسی معاملہ مین حضرت خدیجہؓ کی مخالفت نہ کرتے تھے اسلئے اون کی خواہش کے مطابق زینبؓ کی شادی ابوالعاص کے ساتھ کردی،

آنحضرت صلعم کے دعویٰ نبوت کے وقت سب سے اول حضرت خدیجہ نے اس کی تصدیق کی، آپکے ساتھ آپ کی تمام صاحبزادیان جنمین حضرت زینبؓ بھی شامل تھین، پرتو اسلام سے مستنیر ہوئین، لیکن زینبؓ کے شوہر ابوالعاص اپنے آبائی دین پر قائم رہے، اسی لئے جب ہجرت کا حکم ملا تو حضرت زینبؓ ہجرت نہ کر سکین[1]،

غزوۂ بدر مین ابوالعاص مشرکین مکہ کے ساتھ تھے، چنانچہ مشرکین کے شکست کھانے کے بعد وہ بھی دوسرے قیدیون کے ساتھ گرفتار ہوئے جن جن لوگون کے اعزہ گرفتار ہوئے تھے وہ سب فدیہ لیکر انھین چھڑانے کے لئے آئے، گو حضرت زینبؓ مسلمان ہوچکی تھین اور ابوالعاص مشرک تھے تاہم وہ ابتک شوہر کے ساتھ تھین، اور اُن کا دل ان کی محبت سے معمور تھا، شوہر کو قید و بند کی حالت مین نہ دیکھ سکین، آنحضرت صلعم عام قانون سے

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۶،

انھیں مستثنیٰ نہیں کر سکتے تھے، اس لئے حضرت زینبؓ نے کچھ نقدی اور ایک ہار جو انھیں مرحومہ ماں نے جہیز میں دیا تھا شوہر کے فدیہ میں بھیجا، آنحضرت صلعم کے سامنے یہ ہار پیش ہوا تو آپ نے پہچان لیا، برہم شدہ بزم الفت یاد آگئی، اور حضرت خدیجہ صدیقہؓ کی یاد نے بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی رواں کردی، آپ نے مسلمانوں سے فرمایا، اگر تم لوگ بغیر اس ہار کو لئے ہوئے ابو العاص کو چھوڑ سکتے ہو، تو چھوڑ دو اور ہار واپس کردو، مسلمانوں نے نہایت خوشی کے ساتھ منظور کر لیا، اور ابو العاص رہا کر دیئے گئے، مگر یہ وعدہ لے لیا گیا کہ وہ زینبؓ کو جو ابتک مکہ میں تھیں مدینہ پہنچا دیں، اور آنحضرت صلعم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو چند انصاری بزرگوں کے ساتھ زینبؓ کو لانے کے لئے بھیجا،[1]

جب یہ لوگ زینبؓ کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے تو قریش میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں انھوں نے زینبؓ کا مدینہ سے چلا جانا اپنی سبکی تصور کیا، چنانچہ چند آدمیوں نے جنمیں ہبار بن اسود بہت پیش پیش تھا روکنا چاہا اور حضرت زینبؓ کو نیزہ دکھا کر دھمکایا، اس کی اس گستاخی پر ابو العاص کے بھائی کنانہ کو جو حضرت زینبؓ کے ساتھ تھے، غصہ آگیا، انھوں نے تیر نکالکر کہا خدا کی قسم جس نے آگے قدم بڑھایا وہ اس کا نشانہ بنے گا، یہ شور و غل سنکر ابو سفیان پہنچ گیا، اور کنانہ سے کہا تم نے بھی تو کمال کیا، محمد (صلعم) کی وجہ سے ہملوگوں کو جو ذلتیں اٹھانی پڑی ہیں وہ تمکو معلوم ہیں، اس کے باوجود تم اون کی لڑکی کو علانیہ ہمارے یہاں سے لئے جا رہے ہو، خواہ مخواہ لوگ اپنی ذلت محسوس کریں گے، اگر تم کو لیجانا تھا تو خفیہ لیجاتے ہمکو روکنے کی ضرورت نہیں تھی ، ابھی لوگ برہم ہیں، اس لئے کچھ توقف کرو جب لوگوں کا غصہ ٹھنڈا ہو جائیگا تو چپکے سے لیکر چلے جانا، ابو سفیان کی اس سنجیدہ رائے پر دو تین دن کے لئے حضرت زینبؓ کا سفر ملتوی ہو گیا، جب لوگوں کا جوش فرو ہو گیا تو ایک دن شب کو خفیہ مکہ سے لیکر نکل آئے، اور بچھڑی ہوئی لخت جگر آغوش پدر میں پہنچ گئی،[2]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۳۶، زینبؓ کے بھیجے جانے کی شرط کا ذکر ابو داؤد کتاب الجہاد باب فداء الاسیر بالمال میں ہے،

[2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۸،

قریش کے پرجوش اور شرارت پسند اشخاص ابوسفیان کے سمجھانے بجھانے سے رک تو گئے تھے،
اور حضرت زینبؓ کے لیجانے مین مزاحم نہ ہوئے لیکن اس ناکامی پر دل مین سخت پیچ و تاب کھا رہے تھے،
بدر کے بعد آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین گویا یہ دوسری شکست تھی اس لئے اس کے انتقام مین حضرت زینبؓ کی
روانگی کے بعد ابوالعاص کے پاس قریش کا ایک وفد بھیجا، اور اون سے خواہش کی کہ تم اپنی بیوی کو چھوڑ
دو، اس کے بدلہ مین قریش کی جس عورت کو پسند کرو، اس کے ساتھ تمھاری شادی کردیجائیگی، ابوالعاص گو اپنے
مذہب پر قائم تھے لیکن اون کا دل بیوی کی محبت سے معمور تھا، اس لئے انھون نے جواب دیا خدا کی قسم
مین ہرگز اپنی بیوی کو نہین چھوڑ سکتا، قریش کی کوئی عورت ان کا بدل نہین ہوسکتی، اون کا یہ صاف جواب سنکر
قریش لوٹ گئے،[1]

ابوالعاص رہائی کے بعد پھر اپنے تجارتی مشاغل مین مصروف ہوگئے تھے، فتح مکہ سے کچھ دنون پیشتر
قریش کا سامان تجارت لیکر شام گئے، وہان سے واپسی مین راستہ مین مسلمانون نے روک کر اون کا
کل مال و متاع چھین لیا، جب مسلمان لوٹ گئے، تو ابوالعاص اپنا مال حاصل کرنے کے لئے خفیۃً حضرت زینبؓ
کے پاس پہنچے، حضرت زینبؓ کو ابتک ان سے وہی محبت تھی، انھون نے اون کو اپنے دامن حمایت مین لیلیا،
اور صبح کو جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے گئے تو زینبؓ نے بآواز بلند اعلان کیا کہ مسلمانو! مین نے ابوالعاص
کو پناہ دیدی ہے، آنحضرت صلعم نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا لوگو تم نے کچھ سنا، سب نے عرض کیا ہان سنا، آپ نے
لوگون کی بدگمانی دور کرنے کے لئے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین محمدؐ کی جان ہے، اس سے پہلے مجھے اس
واقعہ کا کوئی علم نہ تھا، ابوالعاص مسلمانون سے پناہ کا خواہان ہے، اس کے بعد آپ کاشانۂ اقدس پر تشریف لائے
اور حضرت زینبؓ سے فرمایا، جان پدر اپنے شوہر کی خاطر و مدارات مین کوئی کمی نہ کرو، مگر تم قانون اسلام کی رو سے
ان پر حرام ہو، حضرت زینبؓ کو یہ ہدایت دیکر پھر باہر تشریف لائے اور مسلمانون سے فرمایا کہ تم لوگ میری اور

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۶،

ابو العاص کی قرابت سے واقف ہو، ان کا جو مال تمہارے قبضہ میں ہے، اگر اس کو احسان کرکے واپس کردو تو زیادہ بہتر ہے، اور اگر نہ واپس کرو تو وہ خدا کا عطیہ اور تمہارا حق ہے، مجھ کو کوئی اعتراض و اصرار نہیں ہے، آنحضرت صلعم کا منشا معلوم کرنے کے بعد کون مسلمان اس کے خلاف عمل کرسکتا تھا، سب نے یک زبان ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سب واپس کرنے کو تیار ہیں، چنانچہ ابو العاص کو ان کا کل مال بجنسہ واپس مل گیا، اور اس میں کوئی معمولی چیز بھی باقی نہ رہی، وہ یہ مال لیکر مکہ گئے اور جن جن لوگوں کا جو جو سامان تھا سب کو پہنچا دیا، اور حساب و کتاب چکانے کے بعد پوچھا اب تو کسی کا مال باقی نہیں ہے، سب نے کہا نہیں خدا تم کو جزائے خیر دے ہم نے تم کو وعدہ وفا کرنے والا اور کریم پایا،

اسلام سب کو مطمئن کرنے کے بعد کلمۂ شہادت پڑھکر ببانگ دہل اپنے اسلام کا اعلان کیا اور کہا میں مدینہ ہی میں مسلمان ہوگیا ہوتا، لیکن محض اس خیال سے کہ تملوگوں کو یہ بدگمانی نہ ہو کہ میں نے تمہارا مال ہضم کرنے کے لئے اسلام قبول کیا ہے، اب تک رکا رہا، اب جبکہ خدا نے مجھکو تمہارے حساب و کتاب اور تمہارے بار سے سبکدوش کردیا، اسوقت میں نے اسلام ظاہر کیا،

مکہ میں اسلام کا اعلان کرکے مدینہ واپس آئے، اور یہاں باقاعدہ مشرف باسلام ہوئے، ان کے قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت زینبؓ کے ساتھ ان کے نکاح کی تجدید نہیں کی بلکہ گذشتہ نکاح برقرار رکھا لیکن بعض روایتوں کی رو سے تجدید فرمائی تھی،[1]

مکہ کی واپسی اور غزوات ابو العاصؓ کا تجارتی کاروبار مکہ میں تھا، اس لئے وہ مدینہ میں قیام نہ کرسکتے تھے، چنانچہ قبول اسلام کے بعد وہ آنحضرت صلعم سے اجازت لے کر پھر مکہ لوٹ آئے، مکہ کے قیام کی وجہ سے انھیں غزوات میں شرکت کا موقع نہ مل سکا، صرف ایک سریہ میں جو سنہ ۸ھ میں حضرت علیؓ کی سرکردگی میں یمن بھیجا گیا تھا، شریک ہوسکے،[2] حضرت علیؓ نے یمن سے واپسی میں انھیں یمن کا عامل بنایا تھا،

---

[1] یہ تمام تفصیلات مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۳۶ و ۲۳۷ و استیعاب ج ۲ ص ۶۹۲ سے ماخوذ ہیں [2] اصابہ ج ۷ ص ۱۱۹

وفات، حضرت زینبؓ کا انتقال آنحضرت صلعم کی حیات ہی مین ہو چکا تھا ابو العاص بھی ان کے بعد زیادہ دنون تک زندہ نرہے اور ذیحجہ ۱۲ھ مین انتقال کر گئے[۱]

اولاد، حضرت زینبؓ کے بطن سے ابو العاص کے دو اولادین ہوئین علی اور امامہ علی کا انتقال صغر سنی مین ہو گیا تھا امامہ زندہ رہی، مرحومہ بیٹی کی یادگار کی حیثیت سے آنحضرت صلعم کو امامہ سے بہت محبت تھی، اس کو آپ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، ہروقت پاس رکھتے تھے، نماز کی حالت مین بھی جدا نہ کرتے تھے حدیثون مین اسی لڑکی کے متعلق آتا ہے، کہ نماز کی حالت مین آپ اس کو گود مین لئے رہتے تھے، رکوع کرتے وقت بٹھا دیتے تھے، اور کھڑے ہوتے وقت پھر اٹھا لیتے تھے[۲] حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے اس لڑکی سے شادی کر لی تھی[۳]

عام حالات، ابو العاص گو ظہور اسلام کے بعد بہت دنون تک شرک کی تاریکی مین مبتلا رہے لیکن اون کو اسلام اور مسلمانون سے کوئی عناد نہ تھا، اور رسول اللہ کو ہر حالت مین ان سے یکسان محبت رہی، چنانچہ اس زمانہ مین بھی جب کہ ابو العاص اسلام نہین لائے تھے، آپ اون کا تذکرہ بھلائی ہی کے ساتھ کرتے تھے[۴]

۱۴۴ حضرت ابو عامر اشعریؓ

نام ونسب، عبید نام، ابو عامر کنیت نسب نامہ یہ ہے، عبید بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عنز بن بکر ابن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جماہر بن اشعر بن اود بن زید بن یشجب اشعری، ابو عامر مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے چچا تھے،

اسلام، ابو عامر آغاز دعوت اسلام مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے بعض ارباب سیر نے انھین مہاجرین کے زمرہ مین شامل کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہین ہے،

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۲ [۲] بخاری کتاب الصلوٰۃ [۳] استیعاب ج ۲ ص ۷۹۱ [۴] اصابہ ج ۷ ص ۱۲۰

غزوات قبولِ اسلام کے بعد ابو عامر سب سے اول غزوۂ فتح مین نظر آتے ہین[1]، فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین مین شریک ہوئے، حنین کی جنگ ختم ہونے کے بعد بنی ہوازن کی ہزیمت خوردہ فوج اوطاس مین جاکر جمع ہوئی تھی اور درید بن صمہ بہت سی فوج لیکر اوطاس پہنچ گیا تھا، اس لئے آنحضرت صلعم نے ان کے استیصال کے لئے ابو عامر کی ماتحتی مین تھوڑی سی فوج بھیجدی، ابو عامر اور درید بن صمہ کا مقابلہ ہوا، ابو عامر نے ایک ایک کرکے نو مشرکون کو واصلِ جہنم کیا[2]، آخر مین علا اور اوفی کے بیٹون نے اون پر تیر برسانا شروع کردیئے ایک تیر ابو عامر کے گھٹنے اور ایک سینہ پر آکر لگا، ابو عامر گر گئے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ لپکے اور پوچھا چچا کس نے تیر مارا، ابو عامر نے اشارہ سے بتایا، قاتل بھاگا، ابو موسیٰؓ نے غیرت دلاکر روکا اور بڑھکر اوس کا کام تمام کردیا، اور واپس آکر حضرت ابو عامرؓ کو خوشخبری سنائی کہ آپ کا قاتل مارا گیا، تیر ابھی تک ابو عامر کے جسم مین پیوست تھا، ابو موسیٰؓ کو حکم دیکر اسے نکلوایا، تیر نکلتے ہی زخم سے پانی جاری ہوگیا، ابو عامر زندگی سے مایوس ہوگئے، اور ابو موسیٰ سے کہا حضور کی خدمت مین جاکر عرض کرنا، کہ میرے لئے دعاے مغفرت فرمائین یہ وصیت کرکے ابو موسیٰؓ کو اپنا قائم مقام بناکر جان بحق ہوگئے، ابو موسیٰ نے درید بن صمہ کو قتل کرکے مشرکون کو شکست دی شکست دینے کے بعد واپس ہوئے اور آنحضرت صلعم کیخدمت مین حاضر ہوکر پوری کیفیت سنائی اور ابو عامر کی دعائے مغفرت کی درخواست پیش کی، آپ نے اسی وقت پانی منگاکر وضو فرمایا، اور دونون ہاتھ اٹھاکر دعا کی، خدایا میرے خاطر عبید ابو عامر کی مغفرت فرما، اور قیامت کے دن اپنی مخلوق مین انکو سربلند فرما[3]

ابو عامر نے شہادت کے وقت وصیت کردی تھی کہ میرے اسلحہ آنحضرت صلعم کیخدمت مین پیش کردینا اس وصیت کے مطابق ابو موسیٰؓ نے اون کا گھوڑا اون کے اسلحہ اور اون کے تمام متروکات آنحضرت صلعم کیخدمت مین پیش کردیئے، آنحضرت صلعم نے انھین اون کے صاحبزادے کو واپس کردیا[4]،

فضل وکمال، حضرت ابو عامرؓ کبار صحابہ مین تھے[5]،

---

[1] ابن سعد قسم ۲ ج ۴ ص ۵۰، [2] ایضاً و ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۲، [3] بخاری کتاب المغازی غزوہ اوطاس [4] ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۵ [5] استیعاب ج ۲ ص ۶۹۵

۱۴۵۔ حضرت ابوعسیب رضہ

نام ونسب، احمر نام، ابوعسیب کنیت نسب وخاندان کے متعلق یہ شرف کافی ہے کہ آقائے دوعالم ؐ کے غلام تھے،

اسلام، ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین، فتح مکہ سے پہلے کسی وقت مشرف باسلام ہوئے بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان مستقل سکونت اختیار کرلی تھی، ابن سعد نے مصری صحابہ کے زمرہ مین لکھا ہو، اور غالباً اسی سرزمین مین آسودۂ خاک ہوئے، وفات کا زمانہ بھی متعین نہین ہو،

فضائل اخلاق، غلامی کے شرف اور فیض صحبت نے مذہب کا نہایت گہرا رنگ چڑھا دیا تھا، اور وہ اسلام کا زندہ پیکر بن گئے تھے، شروع سے آخر تک ایک رنگ پر قائم رہے، آخر دم تک جب ضعف پیری نے قویٰ مضمحل کردیئے تھے مذہب کے کسی معمول مین بھی فرق نہ آیا، اور چاشت کی نماز تک ناغہ نہ ہوئی کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی اسلئے بیٹھ کر پڑھتے تھے، تین دن کا مسلسل روزہ رکھتے تھے، ہر مہینہ کی چاندنی رات کی تاریخون مین روزہ رکھتے تھے[1]

جب تک پیرون مین طاقت رہی جمعہ کی نماز ناغہ نہ ہوئی لوگونکو تلقین کرتے تھے کہ جب تک تندرستی قائم ہو اور چلنے پھرنے کی طاقت باقی ہو، اس وقت تک جمعہ نہ چھوڑنا، یہ نماز فریضۂ حج کے برابر ہو[2]،

معمولی سی معمولی باتون مین اسوۂ نبوی صلعم کو پیش نظر رکھتے تھے، ہمیشہ موٹے برتن مین پانی پیتے تھے ایک شخص نے کہا، آپ ہلوگون کی طرح پتلے برتن مین کیون نہین پیتے فرمایا مین نے رسول اللہ صلعم کو ایسے ہی برتن مین پیتے دیکھاہے، پھر مجھے کیا مانع ہوسکتا ہو[3]،

---

[1] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۴۲، [2] ایضاً، [3] ایضاً،

شرف صحابیت، علامی اور زہد و تقویٰ گونا گون خصوصیات کی وجہ سے لوگ اون کی خدمت کرنا باعث فخر سمجھتے تھے اور اپنے ہاتھون سے انکے ناخن انگلیون کے بال تراشتے تھے[1]

۱۴۶ حضرت ابو عمرو بن حفص رض

نام ونسب: عبد الحمید نام، ابو عمرو کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابو عمرو بن حفص بن عمرو بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم، قرشی مخزومی،

اسلام وغزوات: فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے سنہ ۱۰ھ مین آنحضرت صلعم نے انکو حضرت علیؓ کیساتھ ایک سریہ مین یمن بھیجا[2]

عہد فاروقی: ابو عمرو نہایت جری اور بیباک تھے جو بات حق سمجھتے تھے اس کے اظہار مین بڑی سے بڑی شخصیت کے مقابلہ مین بھی نہ جھجکتے تھے اور برملا اسے ظاہر کرتے تھے حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کے معاملہ مین وہ حضرت عمرؓ کی رائے صحیح نہین سمجھتے تھے، چنانچہ نہایت سختی کیساتھ اسکو حضرت عمرؓ کے سامنے ظاہر کیا، اور کہا عمر! تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہین ہو سکتا تم نے ایسے عامل کو معزول کیا جسے رسول اللہ نے مقرر کیا تھا تم نے ایسی تلوار نیام مین کی جسکو خدا نے بے نیام کیا تھا تم نے ایسا علم سرنگون کیا جسکو آنحضرت صلعم نے بلند کیا تھا تم نے قطع رحم کیا، تم کو اپنے ابن عم (خالد) پر رشک تھا حضرت عمرؓ نے انکی اس پر جوش تقریر کا نہایت مکمل اور شافی جواب دیا[3]

وفات: ان کے زمانۂ وفات مین اختلاف ہے بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات نبوی ہی مین جب آپنے حضرت علیؓ کیساتھ یمن بھیجا تھا وفات پا گئے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فاروقی عہد تک زندہ تھے اور شام کی فتوحات مین شریک تھے، دوسری روایت زیادہ صحیح ہے، اوپر کے واقعہ سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے،[4]

فضل وکمال: فضل وکمال مین کوئی قابل ذکر شخصیت نہ تھی، تاہم حدیث کی کتابون مین انکی روایتین موجود ہین، ناشرہ ابن سمی نے ان سے روایت کی ہے[5]

۱؎ ابن سعد جزء ۳ ق اول ص ۲۴۴، ۲؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۶۲، ۳؎ ایضاً، ۴؎ ایضاً، ۵؎ تہذیب الکمال ص ۴۶۴،

۱۴۷ حضرت ابو مالک اشعری رض

نام و نسب ابو عامر کے نام میں بڑا اختلاف ہے، بعض کعب، بعض عبید اور بعض عمرو لکھتے ہیں، ابو عامر کنیت[1] اشعر[2] قبیلہ بنی اشعر کے رکن رکین تھے،

اسلام و غزوات اپنے قبیلہ کے آدمیوں کے ساتھ غزوۂ خیبر کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد بعض غزوات میں بھی شریک ہوئے، چنانچہ حنین میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، جب بنی ہوازن[3] شکست کھا کر منتشر ہوئے، تو آنحضرت صلعم نے ابو مالک کی ماتحتی میں سواروں کا ایک دستہ ان کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا،[4]

حجۃ الوداع میں بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے، چنانچہ خطبۂ الوداع کے بعض حصے ان سے مروی ہیں،[5]

وفات حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی،[6]

فضل و کمال ان سے ستائیس حدیثیں مروی ہیں،[7] عبد الرحمن بن غنم، ابو صالح اشعری، ربیعہ بن عمرو جرشی اور شریح بن عبید الحضرمی وغیرہ نے ان سے روایتیں کی ہیں،[8]

ایک اشتباہ اس کنیت کے دو بزرگ صحابی ہیں، لیکن دونوں کے حالات باہم اس قدر خلط ملط اور مشتبہ ہیں کہ ان میں تفریق کرنا دشوار ہے، ارباب سیر کو بھی ان کے حالات میں دھوکا ہو گیا ہے، تاہم حافظ ابن حجر نے ان میں باہم امتیاز پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، مگر ان کے بیان سے بھی پورے طور سے رفع اشتباہ نہیں ہوتا،

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۵، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۸۸، [3] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۱۸، [4] تہذیب الکمال ص ۴۵۹، [5] تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور،

۱۴۸۔ حضرت ابو محجن ثقفیؓ

نام ونسب: عمرو نام، ابو محجن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن حبیب بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ بن غیرہ بن عوف ثقفی، عمرو زمانۂ جاہلیت کے مشہور بہادروں میں تھے،

اسلام: ۹ھ میں اپنے قبیلہ بنی ثقیف کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے[1]

جنگ قادسیہ: عمرو نہایت شجاع وبہادر تھے لیکن بہت آخر میں اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے تھے اس لئے حیات نبویؐ میں کوئی کارنامہ دکھانے کا موقع نہ ملا، ان کے کارناموں کا آغاز عہد فاروقی سے ہوتا ہے جس زمانہ میں ایران پر فوجکشی ہوئی اتفاق سے اسی زمانہ میں حضرت عمرؓ نے انھیں ایک جرم میں قید کردیا تھا، فوج کشی کا حال سنکر ابو محجن کی رگ شجاعت پھڑک اٹھی، وہ کسی طرح قید میں نہ رہ سکے اور کسی طرح قید خانہ سے نکل گئے، اس وقت قادسیہ کی جنگ چھڑ چکی تھی، ابو محجن سیدھے قادسیہ پہنچے، حضرت عمرؓ کو ان کے فرار کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسلامی افواج کے سپہ سالار حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو ان کی گرفتاری کا حکم لکھ بھیجا انھوں نے گرفتار کرکے قید کردیا، اس وقت جنگ چھڑ چکی تھی، ابو محجن لڑائی کے واقعات سن سنکر میدان جنگ میں پہنچنے کے لئے بیقرار ہوجاتے تھے، مگر بیڑیوں نے پاؤں پکڑ رکھے تھے اس لئے مجبور تھے آخر میں ضبط نہ ہوسکا، ایک دن سعد بن ابی وقاص کی بیوی سلمٰی سے کہا کہ مجھ پر رحم کرکے میری بیڑیاں کاٹ دو اور سعد کا گھوڑا مجھے دیدو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر زندہ بچ گیا، تو خود آکر بیڑیاں پہن لونگا سلمٰی نے انکار کیا، ان کے انکار پر ابو محجن اور زیادہ شکستہ خاطر ہوئے، لیکن ولولۂ جہاد چین نہ لینے دیتا تھا، اپنی معذوری پر نہایت درد انگیز اشعار پڑھ

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۹۰،

پڑھکر دل کی بھڑاس نکالنے لگے، یہ رقت انگیز اشعار سنکر سلمیٰ کا دل پسیج گیا، انھون نے بیڑیان کھول دین اور شوہر کا گھوڑا انھین دیدیا، ابو محجن اسی وقت گھوڑا کدراتے ہوئے میدانِ جنگ مین پہنچے اور تکبیر کا نعرہ لگا کر حملہ آور ہو گئے اور اس زور شور سے لڑے کہ جدھر نکل جاتے تھے ایرانی فوجین درہم برہم ہو جاتی تھین، یہ غیر معمولی شجاعت دیکھکر لوگ عش عش کرتے تھے حضرت سعد بن ابی وقاص عرق النسا کی وجہ سے خود میدانِ جنگ مین نہ جا سکتے تھے، اور ایک مقام سے بیٹھے ہوئے لڑائی کا رنگ دیکھ رہے تھے، ابو محجن کی بہادری دیکھ دیکھکر تعجب کر رہے تھے لیکن انھین یہ نہ معلوم تھا کہ ابو محجن قید سے چھوٹ کر میدانِ جنگ مین پہنچ گئے، اس لئے کہہ رہے تھے کہ اگر ابو محجن قید مین نہ ہوتے تو وہی ہو سکتے تھے، گھوڑا بھی میرا ہی معلوم ہوتا ہی، اختتامِ جنگ کے بعد ابو محجن نے لوٹ کر بیڑیان پاؤن مین ڈال لین[1]،

حضرت سعدؓ گھر واپس آئے اور بیوی کو جنگ کے حالات سنانے لگے، اسی سلسلہ مین انھون نے کہا آج میدانِ جنگ مین خدا نے ایک عجیب شخص بھیجدیا تھا، اگر ابو محجن قید نہ ہوتے تو مین سمجھتا کہ وہی ہو سکتے ہین، یہ سنکر بیوی نے سارا قصہ سنا دیا، سعد نے اسی وقت ابو محجن کو قید سے رہا کر دیا، اور ان سے کہا مین کبھی تمھارے جیسے شخص پر حد جاری نہین کر سکتا، ابو محجن نے بھی اس وقت سے اپنی کمزوری سے توبہ کر لی[2]،

وفات، آذربیجان مین وفات پائی، سنہ وفات متعین نہین ہی،

فضائل اخلاق صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین، کان شجاعًا کریمًا جوادًا[3]، شاعر بھی تھے، چنانچہ قید کی حالت مین جو اشعار پڑھتے تھے، وہ ان کے طبعزاد تھے،

---

[1] فتوح البلدان بلاذری نے اس واقعہ کو نہایت مختصر لکھا ہے، ہم نے تفصیلات استیعاب سے نقل کی ہین، کتاب مذکور ج ۲ ص ۶۸۲، [2] ایضًا، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۹۰،

۱۴۹۔ حضرت ابو محذورہؓ

نام ونسب | نام میں بڑا اختلاف ہے، بعض اوس، بعض سمرہ اور بعض سلمان بتاتے ہیں، ابو محذورہ کنیت ہے، نسب نامہ یہ ہے، اوس بن معیر بن لوذان بن ربیعہ بن عریج بن سعد بن جمح قرشی جمحی،

اسلام | ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ابو محذورہ مع چند مشرکین کے ساتھ کہیں جارہے تھے ٹھیک اسی وقت آنحضرت صلعم غزوۂ حنین سے واپس تشریف لارہے تھے، راستہ میں ایک مقام پر منزل ہوئی، موذن نبوی نے نماز کے لئے اذان دی، ابو محذورہ کے ساتھیوں نے اذان کی آواز سنی تو بطور مضحکہ اس کی نقل اتارنے لگے، ابو محذورہ نے بھی نقل اتاری، ان کی آواز نہایت دلکش تھی، اس لئے مضحکہ میں بھی اس کی دلکشی باقی رہی، آنحضرت صلعم نے آواز سن کر اذان دینے والوں کو بلا بھیجا، یہ لوگ آئے، آپ نے پوچھا ابھی کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی، ابو محذورہ کے ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کر دیا، آپ نے سبکو واپس کر دیا، اور انھیں روک لیا، اور اذان دینے کی فرمایش کی، ابو محذورہ کو یہ فرمایش بہت گران گذری، لیکن انکار کی جرأت نہ تھی، ان کو اذان سے پوری واقفیت نہ تھی اسلئے آنحضرت صلعم نے انھیں بتایا، انھوں نے آپ کی زبان سے سنکر اسی کو دہرا دیا، زبان نبوی کا یہ اعجاز تھا، کہ اس مرتبہ اذان دینے میں زبان کے ساتھ دل بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا، اور ابو محذورہ جو ابھی چند ساعت پہلے اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے، اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، آنحضرت صلعم نے انھیں ایک تھیلی میں تھوڑی سی چاندی مرحمت فرمائی اور ان کی پیشانی سے لیکر ناف تک دست مبارک پھیر کر برکت کی دعا دی[1]،

یا ابو محذورہ اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے، یا دفعۃً یہ تقلب ماہیت ہوئی کہ آنحضرت صلعم سے درخواست کی

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۸۰،

یارسول اللہ (صلعم) مجھے مکہ مین اذان دینے کی اجازت مرحمت ہو، آپ نے اجازت دی، اجازت لیکر وہ مکہ چلے گئے، اس وقت ان کا دل محبت نبوی سے معمور ہو چکا تھا، مکہ آکر آنحضرت صلعم کے عامل عتاب بن اسید کے یہان اترے، اور مستقل اذان دینے کی خدمت انجام دینے لگے[1] فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے انھین مکہ کا مستقل موذن بنا دیا[2]، ان کی اذان اور خوش الحانی کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی، کہ شعراء ان کی قسم کھاتے تھے، ایک قریشی شاعر کہتا ہے۔

اما و رب الکعبۃ المستورہ — وما تلا محمد من سورہ

"پردہ پوش کعبہ کے رب اور محمد (صلعم) کی تلاوت کردہ سورتون"

والنغمات من ابی محذورہ — لافعلن فعلہ منکورہ

"اور ابی محذورہ کے نغمون کی قسم مین یہ کام ضرور کرون گا"

وفات | ابو محذورہ مکہ کے موذن تھے، اس لئے ہمیشہ یہین رہے، اور یہین امیر معاویہ کے عہد خلافت ۵۹ھ مین وفات پائی، بعض روایتون مین ۷۹ھ مین وفات کا ذکر ہے، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے[3]، وفات کے بعد ایک لڑکا عبد الملک یادگار چھوڑا،

فضل وکمال | اون کی دستار فضیلت کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ وہ نہایت خوش آواز موذن تھے، حدیث نبوی سے بھی تہی دامن نہ تھے، حدیث کی کتابون مین ان کی مرویات موجود ہین، مسلم مین بھی ایک روایت ہے[4]، ان کے گھر کے لوگون مین ان کے لڑکے عبد الملک، پوتے عبد العزیز اور بیوی ام عبد الملک نے ان سے روایتین کی ہین، بیرونی رواۃ مین عبد اللہ بن محیریز، اسود بن یزید النخعی، سائب مکی، اوس بن خالد، عبد اللہ بن عبید اللہ اور ابو سلمان قابل ذکر ہین[5]،

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۸۰، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۲۳، [3] اصابہ تذکرۂ ابو محذورہ، [4] تہذیب الکمال ص ۴۵۹، [5] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۲۳،

۱۵۰ حضرت ابو واقد لیثیؓ

نام و نسب | حارث نام، ابو واقد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن مالک بن اسید بن جابر بن حوثرہ بن عبد مناۃ بن الاشجع بن لیث اللیثی،

اسلام و غزوات | ابو واقد ہجرت کے ابتدائی سنون مین مشرف باسلام ہوئے قبول اسلام کے بعد سب سے اول بدر عظمیٰ مین انکی تلوار بے نیام ہوئی، چنانچہ خود اون کا بیان ہے کہ مین نے بدر مین ایک مشرک کا تعاقب کیا مگر قبل اس کے کہ میرا وار ہو ایک دوسرے مسلمان نے اُس کا کام تمام کر دیا[1] بعض ارباب سیر اون کی بدر کی شرکت کی روایت مشتبہ شمار کرتے ہین، بدر کے بعد صلح حدیبیہ فتح مکہ اور حنین وغیرہ مین شریک ہوتے رہے،

ساری عمر مدینہ مین قیام رہا، وفات سے کچھ دنون پیشتر مکہ چلے گئے تھے،

جنگ یرموک، | شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین موجود تھے[2]

وفات، | مکہ کی خاک پاک مقدر مین تھی، اسلئے آخر عمر مین مکہ چلے آئے اور آنے کے ایک سال بعد ۶۸ھ مین اسی ارض پاک مین پیوند خاک ہو گئے، وفات کے وقت باختلاف روایت ۷۵ یا ۸۵ سال کی عمر تھی،[3]

اولاد، | وفات کے بعد دو لڑکے واقد اور عبد الملک یادگار چھوڑے،

فضل و کمال | فضل و کمال مین کوئی امتیازی پایہ نہ تھا تاہم اعمال و اقوال نبوی سے باخبر تھے، آنحضرت صلعم کے اعمال کے بارہ مین کبھی کبھی حضرت عمرؓ ان سے استفادہ کرتے تھے، ایکمرتبہ آپ کو یہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ آنحضرت صلعم عید کی نماز مین کون کون سی سورتین تلاوت فرماتے تھے، تو آپ نے

---

[1] اصابہ ج ۷ ص ۲۱۲، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۹، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۸،

اس بارہ مین ابو واقد کی طرف رجوع کیا، انھون نے بتایا کہ اقتربت الساعۃ اور ق والقرآن المجید تلاوت فرماتے تھے[1] اون کی مرفوع روایات کی تعداد چوبیس ہے[2] ان سے روایت کرنے والون مین ان کے لڑکے واقد اور عبد الملک اور عام رواۃ مین عبید اللہ بن عبد اللہ، ابو مرہ، عطار بن یسار، سنان بن ابی سنان، اور عروہ بن زبیر لائق ذکر ہین[3]

[1] مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین باب مایقرا فی صلوٰۃ العیدین، [2] تہذیب الکمال ص ۴۶۲،

[3] تہذیب التہذیب ج ۱۲، ص ۲۷۰،

جو لوگ عہد رسالت اور عہد صحابہ کی اخلاقی، مذہبی، علمی اور سیاسی تصویر دیکھنا چاہتے ہین اور ان کی برکتون سے مستفید ہونا چاہتے ہین، ان کے لیے اس سلسلہ کا مطالعہ ازبس ضروری ہے، اس سلسلہ کے حسب ذیل حصے ابتک شائع ہو چکے ہین،

اسوۂ صحابہؓ جلد اول، اس مین صحابۂ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت کے متعلق نہایت مستند اور پر اثر واقعات ہین، ضخامت ۴۴۲ صفحات، قیمت :- ہے

اسوۂ صحابہؓ جلد دوم، اس حصہ مین صحابۂ کرام کے مذہبی، علمی، سیاسی خدمات اور کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۴۰ صفحات، قیمت :- للعہ

اسوۂ صحابیات، یہ کتاب صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارنامون کا مرقع ہے، ضخامت ۹۰ صفحات، قیمت :- عہ

خلفائے راشدینؓ، اس کے شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین خلافت کی مذہبی اور سیاسی حیثیت پر بحث ہے اور بہ ترتیب چارون خلفائے کرام کے ذاتی حالات، فضائل اور ان کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون اور فتوحات وغیرہ کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۲۰ صفحات قیمت ہیہ

مہاجرین، جلد اوّل، ابتدا مین ایک مقدمہ ہے، جس مین قریش اور مہاجرین کے دوسرے قبائل کی زمانۂ قدیم سے لے کر فتح مکہ تک اجمالی تاریخ ہے، اور خلفائے راشدین کے علاوہ بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ اور ۳۸ اکابر مہاجرین صحابہ کے حالات، سوانح اور اخلاق و فضائل ہین، ضخامت ۴۹۲ صفحات، قیمت للعہ

مہاجرین جلد دوم، اس مین بقیہ ۶۴ مہاجرین کرام کے سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے سیاسی مجاہدات و کارنامون کی تفصیل ہے،

ضخامت ۳۶۳ صفحات، قیمت :- ہے

سیر الانصار جلد اوّل - ابتدا مین ایک مقدمہ ہے جس مین انصار کی اجمالی تاریخ ہے اور ۵۰ انصار کرام کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت :۔ ۳۶۰ صفحات، قیمت :۔ سہ

سیر الانصار جلد دوم - اس مین بقیہ انصار کرام کے مفصل حالات ہین، ضخامت، ۲۸۰ صفحات، قیمت :۔ عکر

سیر الصحابیات، اس مین ازواج مطہرات، بنات طاہرات، اور عام صحابیات کی سوانحعمریان اور ان کے علمی اور اخلاقی کارنامے ہین، ضخامت - ۱۵۹ صفحات، قیمت، عکا

سیر الصحابہ جلد ششم، اس مین امیر معاویہ، حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے سیاسی مجاہدات و کارنامون اور اختلافات کی پوری تاریخ ہے، ضخامت ۳۰۶ صفحات قیمت :۔ سے ہر

فرمانروایان عرب زیر طبع مؤلفہ شاہ معین الدین احمد ندوی،

مسلمانان ہندوستان کو جزیرۃ العرب کیساتھ جو مذہبی تعلق اور والہانہ عقیدت ہے، وہ محتاج بیان نہین لیکن اس کے باوجود انکو وہان کی سیاسی حالت سے بہت کم واقفیت ہے کہ وہان اسوقت کتنی حکومتین ہین، ان کی اندرونی، مذہبی، سیاسی، اقتصادی، تمدنی اور علمی حالت کیا ہے، بیرونی دنیا مین انکی کیا پوزیشن ہے، اور دوسری بیرونی سلطنتون کے ساتھ انکے کیا تعلقات ہین، فرمانروایان عرب مین نجد، حجاز، یمن، عسیر، لحج اور عراق وغیرہ تمام قابل ذکر عربی حکومتون کے اجمالی مگر جامع حالات لکھے گئے ہین، جنسے بعض اہم سیاسی حالات کا بھی انکشاف ہوتا ہے،

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ

(پرنٹر و پبلشر محمد آویس وارثی)